بوستان قلندری

یعنی

ترجمہ تذکرہ مقیمی فارسی

مترجم

خاکسار ملک محمد مرحوم

خصوصی فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم o

بوستان قلندری

بوستان قلندری

یعنی

ترجمہ تذکرہ مقیمی فارسی

مصنفہ

قطب الاقطاب فرد الاحباب سر دفتر اصحاب الکمال

حضرت میاں محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سجادہ نشین دربار غوث زماں جناب

حضرت پیر پیرا شاہ غازی قلندر دمڑی والا قدس سرہ

کھڑی علاقہ جموں و کشمیر تحصیل و ضلع میرپور

﴿مترجم﴾

خاکسار ملک محمد مرحوم ٹھیکیدار قادری قلندری جہلم

به اهتمام

مجلس شاہ حسین، لاہور

نام کتاب	....	بوستان قلندری
مصنف	....	میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	....	ملک محمد مرحوم
نظر ثانی	....	پروفیسر ڈاکٹر سید اختر جعفری
کمپوزنگ	....	محمد سدھیر سائیں
ناشر	....	ریاض راجی
بہ اہتمام	....	مجلس شاہ حسین، لاہور
تعداد	....	500
قیمت	....	-/200 روپے

خط و کتابت

مجلس شاہ حسین

کٹڑی بابا شانتی ناتھ دوموریہ پُل، لاہور

نہ ہو باد خزاں کا ڈر ترے گلشن کے پھول کو
رہے شاداب یا رب بوستان غازی قلندر کا
کسی کا ہو کوئی طالب کسی کا کوئی شیدائی
مجھے تو نام ہے ورد زباں غازی قلندر کا
ثنا خوان ہے تیرا ہر ہر ولی کامل زمانہ میں
ملک بیچارہ بھی ہے مدح خواں غازی قلندر کا

پہلی بات

کتاب مستطاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے ''تذکرہ مقیمی'' جو فارسی میں تھی، کا اُردو ترجمہ کیا ہے۔ فارسی میں یہ کتاب عارف اکمل جناب میاں محمد ابدال رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین دربار عالیہ سید پیر پیرا شاہ غازی قلندری دمڑی والی سرکار حدود ریاست جموں وکشمیر کھڑی شریف نے لکھی۔ یہ کتاب کب لکھی گئی۔ اس کے زمانہ و تاریخ کا کچھ پتہ نہیں ملتا۔ چونکہ یہ کتاب فارسی میں تھی اور فارسی زبان کے جاننے والے روز بروز معدوم ہوتے جا رہے تھے۔ لہٰذا پیر سید سجاول شاہ صاحب نے حضرت ملک محمد قادری صاحب جو خود اہل متقونین میں سے تھے اور فارسی و اُردو میں مہارت تامہ رکھتے تھے، سے فرمایا کہ آقا وہ عالم کے لئے اس کا اُردو ترجمہ فرمائیں۔

چنانچہ یہ کتاب ان کی سعی جمیلہ سے فارسی سے اُردو قالب میں ڈھالی گئی اور ''بوستان قلندری'' کے نام سے شائع ہوئی اور شائقین کے ہاتھوں شیرینی کی مانند منقسم ہوگئی اور یہ تقسیم اس کثرت سے ہوئی کہ کتاب منظر عام سے ناپید ہوگئی جن کے پاس تھی انہوں نے اسے تبرک جان کر حرز جان بنا لیا۔ تاہم جن لوگوں نے اسے کسی بھی طریق سے دیکھا تھا پسند فرمایا اور دوبارہ چھاپنے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ لیکن جو لوگ اس کام میں مہارت اور دلچسپی رکھتے تھے ان کے لئے کتاب نایاب تھی۔

بندہ آثم ریاض راجی خود اس کی اشاعت میں دلچسپی رکھتا تھا۔ کتاب بھی میرے کتب خانہ میں موجود تھی مگر وسائل سے محروم تھا۔ آخر بتوفیق ایزدی میرے لئے اس کام سے عہدہ برا ہونے کے سامان مہیا ہو گئے۔ آج میں یقیناً خوشی محسوس کر رہا ہوں کہ اس کام کی وساطت سے لاکھوں دلوں کو سکون مل رہا ہے اور کتاب جدید آب و تاب کے ساتھ شائقین تصوف کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہے۔

اس کتاب میں سلسلہ قادریہ کے عظیم مشائخ کے حالات اور کشف و کرامات کو بالتفصیل پیش کر کے روحانی غذا بہم پہنچانے کا کام کیا گیا ہے اس لئے وہی لوگ اس کی اہمیت سے زیادہ واقف ہو سکتے ہیں جو تصوف کی دنیا سے آشنا ہیں۔ شائد کہ آج کا آزاد طبعیت طبقہ ان احوال کو اس نظر سے نہ دیکھے جس نگاہ کی یہ کتاب متقاضی ہے۔ ایسے حضرات کی خدمت میں عرض کروں گا کہ وہ جدید علوم کے حصار سے نکل کر ہی مرد کامل کی آستاں بوسی کریں۔

کتاب کے نثری حصے کا ترجمہ کر دیا گیا ہے فارسی منظومات کو جوں کا توں رہنے دیا گیا ہے کیونکہ مؤلف کی عقیدت و محبت کے جذبے کا اظہار اس کے الفاظ میں زیادہ مستحسن سمجھا گیا ہے۔

ناظرین باتمکین کے لئے ہماری یہ پیش کش یقیناً ایک گراں بہا سرمایہ ثابت ہوگئی۔ میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے جناب شفقت تنویر مرزا صاحب اور جناب پروفیسر ڈاکٹر سید اختر جعفری کا احسان مند ہوں جنہوں نے کتاب کو پڑھا اور نظر ثانی کی۔ انہیں اللہ تعالیٰ بہتر جزا دینے والا ہے۔

احقر العباد

ریاض راجی۔ لاہور

12-6-2004ء بروز ہفتہ

ہمارے دوست ریاض راجی کو جب سے پنجابی زبان و ادب کی خدمت کا چسکا لگا ہے، کسی پل چین سے نہیں بیٹھا۔ بلھے شاہ کے عرس پر، سلطان باہو کے سیمینار پر، پشاور کے سائیں احمد علی کی تقریب پر.... ہر جگہ، ہر مقام اور پورے ادب و احترام اور زور شور سے، کبھی کبھی ایک جتھے کی شکل میں ......سو کام کی ایک صورت یہ ہے دوسری صورت نامور مگر لاپتہ پنجابیوں کا اتا پتہ کرنے کا شوق بھی......مثلاً دُلا بھٹی کی قبر کا شائد ہی کسی کو پتہ تھا کہ پانی پت میں ہے۔ اس قبر کی دریافت کا سہرا بھی ریاض کے سر پر ہے......مگر ریاض نے کبھی ایسے کاموں پر اجارہ داری قائم نہیں کی جیسے ہمارے محقق لوگوں کا وطیرہ ہے۔ اسی طرح اسے کتابیں خاص طور پر پرانی اور عدم دستیاب کتابیں ڈھونڈنے اور پھر ان کو کسی نہ کسی صورت ایک بار پھر چھپوانے یا کم از کم محفوظ کرنے کا شوق بھی ہے اور بے پایاں......ان سارے کاموں میں اُس نے اپنی جند جان ہی صرف نہیں کی، جیب بھیجالی کرنی پڑی تو جھجکا نہیں ...... یہ دراصل لگن ہے، ایک عہد ہے، بلکہ ایک جنون ہے......راجی کے پاس یہی متاع حیات ہے۔

میاں محمد بخش کے دربار پر حاضری بھی بھرتا رہا ہے۔ ان کے کلام کو عام کرنے کے لیے بھی کوشاں اور اس وقت سے جب شاہ حسین جیسے شاعروں کی شاعری کا بازار میں بمشکل ایک ایک ایڈیشن ملتا تھا......اب تو ایسے ہی سر

پھروں کی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ اکثر شاعروں کا کلام پنجابی کے ساتھ ساتھ اردو اور انگریزی (ترجمہ) میں بھی مل جاتا ہے...... میاں محمد بخش کی شاعری تو خیر اپنی مقبولیت کے باعث پبلشروں کے لیے یافت کا سبب بنی رہی مگر ان کی بعض تحریریں زور آور نہ تھیں۔ ان میں سے ایک ریاض راجی نے چُن لی۔ ''تذکرہ مقیمی'' میاں صاحب نے اپنے خانوادہ کے مرشد کے بارے میں فارسی میں لکھی۔ انگریزوں نے فارسی کو پچھلے کوٹھوں میں دھکیل دیا۔ اس سے اب فارسی پڑھنے والے تعلیمی اداروں کے فارسی شعبوں میں رہ گئے۔ تذکرہ کا اردو ترجمہ ایک بار چھپا۔

ریاض راجی اسے دوبارہ شائع کر رہا ہے۔ یہ میاں صاحب سے اس کی عقیدت کا اظہار بھی ہے اور ایک بڑے پنجابی شاعر کی کتاب کو پھر عوام کے سامنے پیش کرنے کی خواہش بلکہ آرزو کا مظہر بھی......

اللہ تعالیٰ راجی کو جزائے خیر دے۔

شفقت تنویر مرزا

دیباچہ

حضرت میاں محمد بخش کی تخلیقات کی کُل تعداد سترہ ہے۔ جن میں سے سولہ کتب پنجابی نظم میں ہیں۔ صرف ایک کتاب تذکرہ مقیمی فارسی زبان میں ہے۔ جس میں فارسی نظم ونثر ہے۔ بلکہ کتاب کا بیشتر حصہ فارسی نثر میں ہے۔ جبکہ اشعار میں صرف مدح بیان کی گئی ہے۔

تذکرہ مقیمی دراصل ان بزرگوں اور صوفیوں کا تذکرہ ہے۔ جو کسی نہ کسی حوالے سے حضرت پیرا شاہ غازی قلندر سے نسبت رکھتے تھے اور اُن کے سلسلۂ بیعت میں سے تھے۔

حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کے آغاز میں لکھا ہے:

> ” یہاں صرف خاندانِ عالیہ قلندریہ کے پیرانِ عظام اور مشائخین کرام کے اس سلسلے کا ذکر تحریر کیا جائے گا۔ جس سے حضرت پیر پیرا شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ قلندر دمڑی والا صاحب کا پیری مُریدی کا تعلق ہے۔“

تذکرۂ مقیمی کی تصنیف کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ قادریہ سلسلے کے اُن بزرگوں اور صوفیوں کے حالات و کرامات محفوظ کر لیے جائیں، جو حضرت پیرا شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی تعلق رکھتے تھے۔ جن کی پاکیزہ زندگی عوام کے لئے مشعل راہ تھی۔

دوسرے اُن صوفیاء کے حالات و کرامات کو ضبط تحریر میں لایا جائے۔ جن کے کارناموں پر وقت کی دُھول جم چکی ہے اور ایسا نہ ہو کہ وقت گزرنے کے ساتھ لوگوں کے ذہنوں سے ہی نسیاً منسیاً ہو جائیں۔

حضرت میاں محمد بخش صاحب اُن تمام بزرگوں سے دلی عقیدت اور ارادت رکھتے تھے۔ جس کا اظہار اُنہوں نے مختلف اشعار میں کیا ہے۔ مثلاً سید شاہ مقیم (وفات 1055ھ) کی مدح میں لکھتے ہیں:

تاج سر اولیا و افسر اقطاب ہا — عالم علم خدا شاہ محمد مقیم
مخزن علم و حیا مطلع جود و سخا — شمہ ہر دوسرا شاہ محمد مقیم

تذکرہ مقیمی ابھی تک شائع نہیں ہوا۔ البتہ اس کے دو قلمی نسخے موجود ہیں۔ ایک نسخہ حجرہ شاہ مقیم میں حضرت شاہ مقیم کے خاندان کے پاس ہے۔ دوسرا قلمی نسخہ حضرت میاں محمد بخش کے خاندان کے ایک فرد میاں محمد اشرف صاحب کی ملکیت ہے۔

یہ نسخہ حضرت میاں محمد بخش کے اُستاد حافظ محمد علی کے پوتے حافظ عبدالعزیز کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس نسخے کا پہلا حصہ 15 جمادی الاول

1324ھ کو مکمل ہوا جبکہ دوسرا حصہ 29 رجب المرجب 1324ھ یعنی حضرت میاں محمد بخش کی وفات سے چار ماہ قبل تکمیل کو پہنچا۔ یہ دونوں نسخے سموال شریف کے حافظ عبدالعزیز کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں۔ کیونکہ دونوں نسخوں کی کتابت، حروف کی کشش، الفاظ کی بناوٹ، دائروں کی گولائی اور قلم کی سریر میں یکسانیت موجود ہے۔

تذکرہ مقیمی کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ سو صفحات پر مشتمل ہے جس میں نو (۹) صوفیاء اکرام کے احوال و آثار درج ہیں۔ دوسرا حصہ بہت ضخیم ہے جس کے 368 صفحات ہیں۔ اس طرح تذکرۂ مقیمی کے کُل صفحات کی تعداد 468 بنتی ہے۔ فارسی رسم الخط میں نسخے کا سائز 1/2-10 x 1/2-7 ہے اور آخر میں پنجابی کا یہ شعر درج ہے۔

لکھے اکھر چر رہن جے رکھ جانے کو
لکھن والا خاک وچ گل گل مٹی ہو

تذکرہ مقیمی کے منتخب حصوں کا اردو زبان میں ترجمہ حضرت میاں محمد بخش کے خاص مرید ملک محمد ٹھیکیدار جہلمی نے حضرت پیر سید سجاول شاہ ساکن موضع دھنگد یوسیداں کی فرمائش پر کیا۔ تاکہ عوام اس علمی خزانے سے مستفید ہوسکیں۔ ملک محمد ٹھیکیدار نے اُردو ترجمے کا نام بوستان قلندری رکھا اور سب سے پہلے مولوی فقیر محمد مالک مطبع سراج المطابع جہلم کے فرزند منشی حسن الدین نے جہلم سے شائع کیا۔ اس کے بعد جہلم سے ہی ملک غلام نور اینڈ سنز نے

ملک محمد ٹھیکیدار کی دُختر نیک اختر کی اجازت سے 1963ء میں شائع کیا اور دو روپے قیمت مقرر کی۔

ترجمہ سلیس اُردو زبان میں ہے۔ لیکن مترجم نے صرف نثری حصے کا ترجمہ کیا ہے اور نظم کا حصہ جوں کا توں رہنے دیا ہے، جو زیادہ تر مدحیہ اشعار پر مشتمل ہے۔

ملک محمد ٹھیکیدار خود اُردو اور فارسی کے بہترین شاعر تھے۔ اس لیے انہوں نے ترجمے میں کہیں کہیں اپنے اشعار بھی عقیدت کے طور پر لکھ دیئے ہیں۔ مثلاً حضرت میاں محمد بخش کے مرشد حضرت سائیں غلام محمد پلیر شریف کی مدح یوں بیان کرتے ہیں:

صبا زاں زلف مشکیں بو بمن بیار
مشام جاں معطر کن چو عطار
بخواں بلبل مستانہ گُل
بسوز سینہ و اشک گہر بار
بمدح پیر پیراں لب کشائم
کہ ریزد طوطیم شکرز منقار
چو بلبل نغمہ موزوں سرائم
بلفظ اندک و معنی بسیار

بوستانِ قلندری عصر حاضر میں نایاب ہے بلکہ کُتب خانوں میں بھی دستیاب نہیں ہے۔ لیکن ہمارے دوست ریاض راجی صاحب تلاش بسیار

کے بعد نہ جانے کہاں سے قدیم نسخہ ڈھونڈ لائے ہیں اور اب اہل علم کے لئے اشاعت کا اہتمام کر رہے ہیں اور تمام اخراجات خود ہی برداشت کر رہے ہیں۔

یہ بات نہایت وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ پنجابی زبان و ادب سے محبت رکھنے والا کوئی ایسا شخص نہیں جو ریاض راجی سے واقف نہ ہو۔

ریاض راجی پنجابی کا بے لوث اور مخلص کارکن اور خادم ہے۔ پنجابی کی کوئی محفل، کوئی مشاعرہ، کوئی تہوار، کوئی میلہ اور کوئی شہر ہو۔ ریاض راجی وہاں موجود ہوگا اور پنجابی سے محبت کرنے والوں کی خدمت میں مصروف نظر آئے گا۔ اُس نے ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر پنجابی کو مقبول بنانے میں شب و روز محنت کی ہے۔ وہ ایک عرصے تک چلچلاتی دھوپ میں پنجابی کُتب کے بھاری بھرکم بنڈل اپنے کندھوں پر اُٹھا کر ٹیلی ویژن اسٹیشن پہنچاتا رہا۔ مقصد صرف پنجابی ادب کا فروغ تھا۔

ریاض راجی نے پنجابی ادب کی ترویج و ترقی کے لئے ہزاروں میلوں کا سفر طے کیا اور کبھی کسی سے کرایہ یا معاوضہ طلب نہیں کیا۔ تمام اخراجات خود ہی برداشت کیئے۔ بلکہ پنجابی کے فروغ کے لئے قدیم و جدید کتب خود شائع کر کے لوگوں میں مفت تقسیم کیں اور کبھی کسی سے صلے اور ستائش کی اُمید نہ رکھی۔ بوستان قلندری کی اشاعت اسی عشق کے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

پنجابی زبان و ادب کو جو آج اس قدر مقبولیت اور بلند مقام حاصل ہے۔ اُس میں ریاض راجی کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اب اگرچہ وہ بوڑھا ہو چکا ہے

لیکن پنجابی زبان و ادب سے بے لوث محبت کا جذبہ اُسی طرح جوان ہے۔ اللہ
تعالیٰ انہیں مزید ہمت وحوصلہ عطا کرے۔ آمین

مخلص
پروفیسر ڈاکٹر سید اختر جعفری
201۔ جی ماڈل ٹاؤن لاہور
0300-4373885

عند ذِکر الصالحین تنزل الرحمة

الحمد لله الذی خلق السموات والارض وما بینهما فی ستة ایام والصلوٰة والسلام علی سید نا ومولانا وشفیعنا محمد صفوة الموجودات علی الله اصحابه وازواجه الطاهرین ٥

امابعد احقر العباد ملک محمد قادری قلندری جہلمی عفی اللہ عنہ، برادران سلسلہ کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ میرے پیر و مرشد عارف اکمل حضرت جناب میاں محمد ابدال سجادہ نشین دربار ذربار سید پیر پیرا شاہ غازی قلندر حدود ریاست جموں علاقہ کھڑی نے کتاب مسمی ''تذکرہ مقیمی'' نظم ونثر فارسی زبان میں تصنیف فرمائی کتاب مذکور میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے ان مشائخ کے حالات معہ کشف و کرامت تفصیل وار درج فرمائے جن سے حضرت پیر غازی قلندری دمڑیوالے کا پیری مریدی کا تعلق ہے چونکہ یہ کتاب فارسی میں لکھی گئی تھی جس سے ہرایک محب شائق آشنانہیں ہوسکتا۔ اس وجہ سے حضرت پیر سید سجاول شاہ صاحب ساکن موضع دھنکد یوسیداں جنکو حضرت مؤلف کتاب سے روحانی نسبت تامہ تھی۔ خاکسار کو بغرض تفہیم عام اس کتاب کا ترجمہ کرنیکا ارشاد فرمایا۔ نہایت افسوس کہ اس پاکباز مرد کامل نے کتاب کی تکمیل سے اول ہی داعی اجل کو لبیک

کہا جس کا رنج اور قلق خاکسار مترجم کو تا دم مرگ دل سے محو نہ ہوگا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ علاوہ اس کے اور محبان خاندان قلندریہ نے بھی اشتیاق ظاہر کیا اور اطراف سے بذریعہ خطوط ترجمہ کرنے کی تاکید فرمائی۔ خاکسار نے اس خدمت کو سعادت دارین سمجھا اور اس کے اہتمام کا ارادہ پختہ کر لیا عرصہ قلیل میں ترجمہ کرنے سے فراغت حاصل کی حصہ نثر کا ترجمہ کر دیا گیا اور جس قدر حصہ منظوم قصائد و مثنویات اشعار تھے ان کو بدستور بے کم و کاست زبان فارسی اصلی صورت میں درج کتاب کیا گیا بعد ترجمہ بوستان قلندری نام رکھا لیکن مولانا مولوی فقیر محمد مالک مطبع سراج المطابع جہلم جو خاکسار کے واجب التعظیم بزرگ و مکرم دوست تھے ان کی وفات کے بعد مطبع کا انتظام جب منشی حسن الدین کاتب سیالکوٹی کے اہتمام میں آیا تو ان کی سعی سے کتاب تکمیل کو پہنچی۔ لیکن غیر معمولی توقف کیوجہ سے احباب کو انتظار کرنا پڑا۔

اس کتاب کا سلسلہ اسناد متصل اور نہایت قابل وثوق ہے۔ اور خصوصیت کتاب کی یہ ہے کہ ولی کامل دوسرے ولی کے حالات اور چشم دید واقعات بیان فرماتے رہے۔ علاوہ عام شہرت کے ہر ایک روایت ہر ایک کرامت کے بعد دیگرے سلسلہ بسلسلہ بتواتر شہرت پذیر ہے۔ یہ امر ناظرین کتاب پر بخوبی روشن ہوگا۔ ہندوستان کے مسلمانوں میں جب سے حکومت نصاریٰ کا تسلط قائم ہوا ہے مذہبی آزادی کی وجہ سے ہر ایک اپنی رائے کا اظہار کرنے لگ گیا ہے۔ بزرگان سلف کی تحقیق تدقیق مذہبی کو ہیچ سمجھ کر اور بند تقلید توڑ کر وحوش کی طرح بے لگام دوڑنے لگ گیا ہے۔ ایک گروہ کثیر ایسا پیدا ہوا جو معجزات اور کرامات کا دل سے منکر ہے۔ ان کی آزاد خیالی درجہ الحاد تک پہنچ گئی ہے۔ درحقیقت ایسے لوگوں کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی حقیقی ایمان نہیں۔ انبیاء اور اولیاء کا پاک وجود الٰہی نشانوں کا مظہر ہوتا ہے۔ فیضان باطنی انوار الٰہیہ کا اسی قلب پر نزول ہوتا ہے جس

کوکسی مرد کامل کی آستان پر ناصیہ فرسائی کی سعادت میسر ہو شیخ طریقت حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اگر بوسر بر خاک مرداں زنی
بردی کہ پیش آیدت روشنی

انبیاء اور اولیاء بحالت حیات اور بعد وفات اپنے معتقدین کی امداد کرتے ہیں۔ جس پر احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اقوال سلفِ صالحین رحمہم اللہ بکثرت شاہد ہیں۔ چنانچہ حضرت سرِدفتر کاملین مولانا روم فرماتے ہیں۔

اولیا را ہست قدرت از الہ
تیر جستہ باز گر داند ز راہ

بجز توسل اہل اللہ کوئی شخص منازل روحانی کو طے نہیں کر سکتا۔ تاوقتیکہ کسی مرد کامل کی آستان بوسی نہ کرے۔ خواہ کتنا ہی علوم درسی کا فاضل ہو اس کا علم ہی اس کے واسطے حجاب اکبر ثابت ہوتا ہے وہ اکسیر جو خاک قدوم پیر کامل سے حاصل ہوتی ہے اس کا نسخہ قیل وقال کے درس میں نہیں ملتا۔

چنانچہ حضرت مولائے روم کا ارشاد قابل داد ہے۔ جو ذیل میں برائے ملاحظہ درج کیا جاتا ہے۔

ہر کہ خواہد ہمنشینی با خداء گو نشیند در حضور اولیاء
چوں شدے دور از حضور اولیاء در حقیقت گشتہ دور از خدا
رونجسپ اندر پناہ متقبلی بو کہ آزارت کند صاحبدلی
سایہ شاہان طلب ہر دم شتاب تاشوی زاں سایہ بہتر ز آفتاب
گفت حق اندر سفر ہر جا روی باید اول طالبے مردے شوی
در بدر میگرد و میرو کو بکو گنج نیہانی ز درویشے بجو

فاختہ سان روز و شب وکو بکو جستجو کن جستجو کن جستجو

تانوانی ز اولیاء رو برمتاب

جہد کن واللہ اعلم بالصواب

اولیاء اللہ کی محبت عین ذات الٰہی کی محبت ہے۔ محبت صالحین اور خدمت اولیائے کاملین اکثر عبادات سے افضل ہے۔ جس کو یہ دولت نصیب نہیں وہ حقیقی مفلس ہے۔ مبارک ہیں وہ جن کو کسی سلسلہ اہل ولایت سے تعلق مریدی حاصل ہے۔

بخود راہ نیست در کوئے تو مشتاقاں شیدا را

خم زلفت بقلاب محبت میکشد ما را

یہ جواہر بے بہا اور گوہر گرانمایہ ناظرین انوارِ روحانی اور واقفانِ اسرارِ ربانی کے واسطے نادر تحفہ از یادِ یقین کا ذریعہ ہے۔ جو اصحابِ سلسلہ اس کے مطالعہ سے ذوقِ قلبی حاصل کریں گے۔ وہ حضرت قبلہ مؤلف کتاب اور خاکسار مترجم کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔

خاکسار ملک محمد قادری قلندری مترجم کتاب ہذا

تاریخ انتقال حضرت بابا جنگو شاہ صاحب قدس سرہٗ ساکن چکوڑی ضلع گجرات (پنجاب) ۱۲۸۷ ہجری

تاریخ انتقال حضرت اخوند سوات نبیر شریف قدس سرہ اول ماہ محرم الحرام ۱۲۹۵ھ

تاریخ وفات حضرت میاں غلام حسن صاحب قدس سرہ لنگر پوری ضلع جہلم ۱۲۹۵ھ

تاریخ وفات حضرت سید سجاول شاہ صاحب قدس سرہ ساکن موضع دھنکد یوسیداں تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی۔ ۱۶۔ فروری ۱۹۱۷ء مطابق ۱۳۳۵ھ

تاریخ وفات حضرت قاضی سلطان محمود صاحب قدس سرہ سجادہ نشین آوان ضلع گجرات بروز جمعۃ المبارک ۳۔ مئی ۱۹۱۹ء مطابق یکم شعبان ۱۳۳۷ھ

قصیدہ بغرض استمداد بحضرت سید پیرا شاہ غازی قلندر قدس سرہٗ از نتائج طبع خاکسار ملک محمد قادری قلندری مترجم کتاب ہذا

رحمے بمن خدارا یا پیر شاہ قلندر خط بر کشی خطارا یا پیر شاہ قلندر
من گرچہ پر گنا ہم لیکن بتو پناہم از درمراں گدارا یا پیر شاہ قلندر
من ماندہ ام چو حیراں از کار خود پشیماں رستم بدہ خدارا یا پیر شاہ قلندر
اے عاشق الٰہی محبوب کبریائے لب برکشا دھارا یا پیر شاہ قلندر
اے شاہ بادشاہاں دے غوث بے پناہاں سرخیل اولیارا یا پیر شاہ قلندر
اے شیر مرد غازی بیشک تو پاکبازی بنمارہ صفارا یا پیر شاہ قلندر
اے مخزن کرامت حرز من است نامت کن دفع ہر بلارا یا پیر شاہ قلندر
اے افسر تقیاں وے فخر قادریاں ہادی رہ ہدارا یا پیر شاہ قلندر
گردر رہت نشینم خس و خار رہ بچینم بوسیم خاک پا را یا پیر شاہ قلندر
من گرچہ بیو قارم بے یار و غمگسارم بنگر تو بے نوا را یا پیر شاہ قلندر
گہ بینمت بخوابے رخ پاک بے حجابے دارم بدل تمنا یا پیر شاہ قلندر
در دل فراق جاناں ماندم چو نا تواناں بیکس غریب تنہا یا پیر شاہ قلندر
در ہجر دلفگارم بر ہیئے تو انتظارم یک جان وصد بلاھا یا پیر شاہ قلندر
من روئے آں ندارم عرضی بخدمت آرم گستاخیم بہ بخشایا یا پیر شاہ قلندر
من کمتریں غلامم شاہا ملک نجوانم ہم خدمتے بفرمسا یا پیر شاہ قلندر

قصیدہ در مدح حضرت میاں محمد قدس سرہ ابدال سجادہ نشین دربار کھڑی

دکھا مجھ کو یا رب لقائے محمد — کروں جان اپنی فدائے محمدؐ
منور تو کر نور ایمان سے مجھ کو — الٰہی میں ہوں خاکپائے محمدؐ
اٹھے جہل و غفلت کی ظلمت کا پردہ — جو جلوہ دکھائے ضیائے محمدؐ
ہو محشر میں عرش الٰہی کا سایہ — میں قائم ہوں زیر لوائے محمدؐ
رسول خدا سرور انبیاء پر — محمد تھے بیشک فدائے محمدؐ
زبان سے جو نکلا وہ ان ٹل تھا گویا — وہ تقدیر تھی یا دعائے محمدؐ
وہ سوز دروں اور وہ شوق الٰہی — بیان کیا کروں ماجرائے محمدؐ
وہ دیتے تھے سائل کو جو اُسنے مانگا — وہ ہیں یاد مجھ کو سخائے محمدؐ
وہ راتوں کی تنہا عبادت میں زاری — مجھے یاد آتی ہے ہائے محمدؐ
ادب سے پس پشت روضہ سے چلنا — تھی ایک ایک دلکش ادائے محمدؐ
کوئی آنکھ دکھلائے ہو جس نے دیکھا — محمد کا ثانی سوائے محمدؐ
میں ذرہ وہ خورشید اوج شرافت — نہیں مجھ سے ممکن ثنائے محمدؐ
حجاب خودی کو اٹھا کر جو دیکھا — رضائے خدا ہے رضائے محمدؐ
ذرا سر اٹھا کر لحد سے تو دیکھو — رکھو ہاتھ سر پر برائے محمدؐ
میں خو کردہ لطف ہوں تیرا حضرت — میں ہوں خاک ہاں خاکپائے محمدؐ
رہے تا ابد تک یہ آباد خانہ — یہ سجادہ پاک جائے محمدؐ

ملک تیرے عصیاں کو بخشے کرم سے
خدائے محمد برائے محمدؐ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

در تمجید باری تعالیٰ عزّ اسمہٗ

اے ناطقہ دربیان اوصاف تو لال — از درک تو قاصر است ادہام و خیال
باشی و تو بودی و تو ہستی ہمہ را — معبود چہ مستقبل و ماضی وچہ حال

سرنامہ کتاب نام باری تعالیٰ جسکی ذات ازلی ابدی اور صانع کائنات ہے۔ اس کے صفات کے بیان کرنے سے افہام مخلوق قاصر ہیں۔

ہزار ہزار سلام اور صلوٰۃ سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جن کے شان میں لولاک لما خلقت الافلاک فرمایا۔

قصیدہ در نعت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام

گردش گردون گردان ہست برگرد پیش — ہر گل وریحان جنت یافت خوشبو از خویش
حاکم لوح وقلم شاہی کہ عرشش شد سریر — خاک روب درگہ آمد افسر وتاج کیش
آنکہ چتر صد فریدوں تاج ذوالقرنین ہم — بر زمین سودہ چو فرش بوریا زیر پیش
آن کریمی کہ ز بحر جود بے پایان او — قطرہ ناچیز باشد حاتم وباصد طیش
بندگان را بندہ نعلین افشاں فرش روب — شاہ ترکستان ہند و حاکم روم و ریش
برخم کوثر محمد را بحال تشنگی — مست گرداند الٰہی جرعہ جام میش

قصیدہ در مدح اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین

چار بانئے شریعت حامئے اسلام دین — چار عادل تاجداران و امیر المومنین
چار گوہر شب چراغ و چار شمع تابدار — کز شعاع شاں شدہ روشن جہاں چرخ وزمین
چار ارکان امامت چار ہادئے سبل — چار مہتاب ہدایت چار خورشید یقین

چار سالار امم دان یکسر موفرق نیست　　چار یاران محمد از ہمہ بالا نشین

مدح چار یار کبار مقتدایان امت سید المرسلین خلفائے راشدین احاطہ تحریر سے باہر ہے خاصہ وہ شاہسوار ولدل ہژ برمیدان لافتاعد و بند مشکلکشا شاہنامہ اولیا بنت دہ تاج ہل اتی برادر مصطفٰے زوج زہرا سید النسا حضرت علی المرتضٰی شیر خدا کرم اللہ وجہہ

بازوئے پیغمبر زور آور آخر زمان　　شیر یزدان شیر مردان درود عالم پہلوان

قطرہ از ابر جودش حاتم وصد خواص خاں　　ذرہ از مہر عدلش خسرو و نو شیرواں

آب گردوز آب تفیش زہرہ زور آوراں　　بہمن و اسفند یار و رستم و سام جواں

برگ گل از باغ حسنش حسن، ہر دیان دہر　　دانہ از انبار علمش شافعی و نعمان بخواہ

یک شیر راز التہاب عشق او منصور وقیس　　یک نمے از بہر عرفان بایزید رمز داں

اے محمد نعت حیدر گفت شاہ انبیاء　　دیگر از خلق دو عالم یکسر موکے تواں

آئمہ اطہار اہل بیت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مناقب اور فضائل تحریر کرنے کے واسطے اس مختصر رسالے میں گنجائش نہیں۔ یہاں صرف خاندان عالیہ قادریہ کے پیران عظام اور مشائخین کرام کے اسی سلسلہ کا ذکر تحریر کیا جائے گا۔ جس سے حضرت جناب پیر پیرا شاہ صاحب غازی قلندر دمڑی والا صاحب کا پیری مریدی تعلق ہے۔

قصیدہ در مدح اہل بیت اطہار امامان دین رحمتہ اللہ علیہم اجمعین

از مؤلف

دران درج سعادات ہر یک جہ بے بہائے　　چوں اختر لسیت تابان در برج اولیائے

در ظلمت شب تار آنرا کہ جہل گویند　　ہر یک جو سعد اکبر بخشیدہ روشنائے

در بوستان عالم چوں ابر نو بہاری　　جارلسیت فیض ایشاں از بہر گل فزائے

از گلشن نبوت ہریک کلی شگفتہ — داز روضہ مروت سردی بخوش نمائے
برتخت ہرولایت ہریک شہی است عادل — میری سخی بہادر بر صد ربے ریائے
در کشور ہدایت آں جملہ تاجدار اند — در بحر وحدت حق کروند آشنائے
درروادئے محبت عشاق سرفروشان — بازان صید افگن بردست کبریائے
درراہ فقر پویان جول شہسوار میداں — گوئے ہی ربووند بادست بے خطائے
ہرگوہرلسیت رخشاں درشب چراغ عالم — بمثل بے نظیر اندر صدق دور صفائے
معمار کاخ ملت ارکان شرع دین اند — آں سیداں امت شایان پیشوائے
آں رہبران سالک اندر طریقہ عرفاں — درخانہ حقیقت کروند راہنمائے
درمسند معارف سالار اہل معنی — در عقدہ محبت ذیشاں گرہ کشائے
خاک قدوم ایناں درچشم راست بیناں — در مردم بصارت بنمودہ تو تیائے
بر ہریکے ازیشاں باد اسلام صد بار — از بندہ محمد بعد از جبیں سائے
اے واصلان درگاہ دے کاشفان اسرار — اے آل پاک سرور اولاد مرتضائے

سائل شدم بدیں درخواہم وصال دلبر
آب حیات بخشد در ظلمت جدائے

درمدح محبوب سبحانی غوث الاعظم محی الدین گیلانی قدس سرہ العزیز

ازمؤلف

پیرپیران میرمیران شاہ شاہان بے نظیر — عالم لوح وقلم افتادہ وگاں را دستگیر
سید و مالک رقاب و شاہ خیل اولیاء — داغ مہر او ضیائے داد چوں بدر منیر
مردہ دلرا زندہ سازد زندہ را پائندہ — شاہ عبدالقادر آمد نام آں مرد کبیر
حور بازلفیں خود رو بردرہ آں نازنیں — دست بستہ چوں نفرصد اولیاء پیش سریر
مالک ملک ولایت قطب اقطاب جہاں — شاہ محبوبان عالم عالم علم ضمیر

سایہ گستر بر مریدان لاتخف فرماں داد　　دستگیر بیکساں و حامئے درد ارد گیر
کشتی وغرقاب را آرد وسلامت برکراں　　اے محمد غم مخور چوں ہست محی الدین پیر

دیگر ایضاً

زہے محبوب سبحانی　مقدس قطب ربانی　نبی سیرت علی ثانی　محی الدین جیلانی
غلامش راست سلطانی　گدائش را جہان بانی　شہ تخت سلیمانی　محی الدین جیلانی
مریدش جن و انسانی　مطیعش خلق آسمانی　زہے سیمائی نورانی　محی الدین جیلانی
بعالم ظل سبحانی　بصورت ماہ کنعانی　عزیز مصر روحانی　محی الدین جیلانی
بہمت شاہ مردانی　بقوت شیر یزدانی　بدانش رشک نعمانی　محی الدین جیلانی
زبانش در سخن رانی　کلید گنج ربانی　سزا وار ثنا خوانی　محی الدین جیلانی
رخش چوں آب حیوانی　بوقت قطرہ افشانی　کند زندہ تن فانی　محی الدین جیلانی
شہ ایران و تورانی　سگان در گہش خوانی　کندا بر ہر حکم رانی　محی الدین جیلانی
بمہرش مہر نورانی　بدروش بدر نقصانی　بہر در جلوہ گردانی　محی الدین جیلانی
بہ جا خیر بارانی　تر حمہائے ارزانی　کند چوں ابر نیسانی　محی الدین جیلانی
زہے فرخندہ پیشانی　شہ ملک جہاں بانی　کند معمور ویرانی　محی الدین جیلانی
بذکرش لب جو خلیانی　رسد مشکل بآسانی　بر آروز اب طوفانی　محی الدین جیلانی
نباز اسرار پنہانی　چو انداز دبا عیانی　کند ریحاں بستانی　محی الدین جیلانی
اگر برسنگ ظلمانی　نظر ساز دبر حمانی　کند لعل بد خشانی　محی الدین جیلانی
غلامش شاہ ہمدانی　چو ہمدان انسی و جانی　سر اغواث صمدانی　محی الدین جیلانی
گو الحمد حقانی　محمد بخش تا تانی　کہ اسمش پاک میدانی　محی الدین جیلانی
چوں خورد اتشنہ برسانی　شراب وصل جانانی　نبو شاند بآسانی　محی الدین جیلانی
محمد بخش ازیانی　اسیر بند نفسانی　بنام جد برہانی　محی الدین جیلانی

در ذکر حضرت سید میراں بہاول شیر قلندر قدس سرہ العزیز

وہ آفتاب آسمان ولایت وہ اختر برج سعادت و سیادت شیر بیشہ کرامت شہباز اوج ہدایت فرزند فاتح خیبر حضرت سید میراں بہاول شیر قلندر قدس سرہ العزیز گیلانی بن سید محمد و بن سید علاؤ الدین بن سید مسیح الدین بن سید صدر الدین بن سید ظہر الدین بن سید شمس الدین بن سید مومن بن سید مشتاق بن سید علی بن سید صالح بن عبدالرزاق بن سید الکونین غوث الثقلین محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ، حضرت سید میراں بہاول شیر قلندر جامع کمالات صوری و معنوی کامل اکمل اور غوث روزگار تھے۔ اکثر حالت جذب استغراق طاری رہتی۔ بسا اوقات غلبہ سکر میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے مولد آپکا بغداد ہے۔ آپ کے والد بزرگوار سید محمود ہمشیرہ صاحبہ خود بطریق سیاحت جب وارد ہندوستان ہوئے سید بہاول شیر ایام طفولیت میں والد بزرگوار کے ہمراہ تھے۔ ابتداء میں وارد ہندوستان ہوکر بدایوں میں سکونت اختیار کی۔ چند مدت بعد سید محمود نے رحلت فرمائی۔ چنانچہ آپ کا مزار پر انوار بدایوں میں مشہور زیارت گاہ ہے۔ جب تک حضرت سید محمود والد بزرگوار آپ کے بقید حیات تھے بہاول شیر قلندر نے فیوضات روحانی و جسمانی کا آنحضرت سے استفادہ کیا وقت انتقال صاحبزادہ کو عمہ صاحبہ کے سپرد کیا۔ یہ عفیفہ عارفہ عابدہ زاہدہ کاملہ تھیں۔ زہرہ اہل اللہ میں آپ کا بلند مقام تھا۔ عمہ صاحبہ کی تربیت سے میراں بہاول شیر نے انتقال فرمایا۔ چنانچہ آپ کا عالیشان مقبرہ تیسیر میں مرجع زائرین ہے۔ حضرت

سید بہاول شیر کی عمر دو صد پچاس سال سے زیادہ تھی۔ اکثر حصہ عمر کا چلہ کشی اور تنہائی میں گذرا۔ میعاد چلہ کشی بارہ سال سے کم نہ تھی۔ ایک مرتبہ ایک غار میں مراقبہ کیا تو بحالت استغراق ایسی محویت طاری ہوگئی کہ ستر سال تک بیخودی کی حالت میں گذر گئے۔ جب سکر سے صحو کی حالت میں آئے اور جس پہاڑ سے تکیہ لگا کر بیٹھے تھے اس جگہ سے جب اٹھے تو پشت کی جلد پتھر سے پیوست ہوکر چمڑا اکھڑ گیا۔ اس عرصہ میں جانوران نے آپ کی بغل اور گود میں آشیانہ بنا کر بیضے دے اور بچے نکالے۔ اس قدر بھی بدن میں حرکت نہ تھی کہ وحوش کو آپ سے وحشت پیدا ہوتی۔

اول جب آپ اس سرزمین میں جس جگہ حجرہ منورہ کی آبادی ہے تشریف لائے تو اس زمانہ اس نواح میں قوم ڈھول آباد تھی۔ بلکہ تا حال بھی انکا بقیہ آباد ہے آکر کنارہ دریا پر نشست گاہ اختیار کی۔ عورتیں دیہات کی وہاں سے آکر پانی بھر کر لیجایا کرتی تھیں اور پارچات دھویا کرتیں۔ آپ کی وضع قلندرانہ باہیبت تھی۔ عورات کو آپ کا وہاں سکونت اختیار کرنا شاق گذرا مردوں سے اس امر کی شکایت کی۔ چنانچہ چند مرد آئے اور حضرت کو وہاں سے اٹھانے کی تکلیف دی۔ آپ وہاں سے اٹھ کر دوسری جگہ جا بیٹھے اس جگہ بھی وہی شکایت پیش آئی۔ آخر الامر وہاں سے اٹھ کر ایک ڈنڈہ جو چوبدستی کی طرح ہاتھ میں تھا دریا کو مارنا شروع کیا۔ اور چند کودکان خورد سال جو وہاں کھیل کود رہے تھے ان کو بھی فرمایا کہ دریا کو پتھر مارو۔ لڑکوں نے بھی بموجب فرمان آپ کے دریا کو پتھر مارے۔ آپ بھی پانی کو ڈنڈے مارتے اور فرماتے۔ ہمارے واسطے جگہ چھوڑ دے۔ قدرت الٰہی سے دریا کا پانی کم ہونا شروع ہوا۔ ناگاہ درمیان دریا ایک پشتہ زمین ظاہر ہوا اور دریا کا پانی وہاں سے ہٹ کر دور چلا گیا۔ حضرت نے اس جگہ پر نشست اختیار کی اور فرمایا یہ زمین ہم نے دریا سے واپس لی ہے۔ یہاں کسی اور آدمی کا دخل

نہیں ہے۔ یہ خرق عادت کرامت آپ کی دیکھ کو لوگ حیرت زدہ ہو گئے۔ آئندہ تعرض سے توبہ کی۔ بلکہ خدمت کے واسطے مستعدی ظاہر کرتے اس مقام پر آپ سے صدہا کرامات صادر ہوئے۔ جنکا ضبط تحریر میں لانا موجب طوالت ہے آپ کو گھوڑے کی سواری پسند تھی۔ عمدہ اسپان سواری کے واسطے موجود رہتے۔ اصطبل میں میخہائے چوبیں جن سے اسپان باندھے جاتے تھے۔ ایک عرصہ کے بعد وہ میخہائے خشت شدہ سرسبز ہو کر ایک ایک جدا درخت تناور بن گیا۔ تادم تحریر وہ درخت موجود ہیں۔ نیم، بوڑھ، پہاڑیہ، منجملہ ان کے نیم کا درخت خشک شدہ ایستادہ ہے۔ اکثر اشخاص تبرکاً اس کی لکڑی لے کر دانہ ہائے تسبیح بناتے ہیں۔

ایک مرتبہ قحط سالی کے ایام میں ملازمان حضرت کو دودھ کی ضرورت در پیش آئی آں حضرت سے عرض کی گئی فرمایا ہمارا درخت نیم تم کو دودھ دیگا۔ یہ فرمانا تھا کہ بیخ درخت سے فوارہ شیر جاری ہو گیا۔ خدام نے دوڑ دوڑ کر اپنے ظروف دودھ سے پُر کر لیے۔ بعد اس کے حسب ضرورت باجازت آپ کے اس درخت سے دودھ حاصل کیا کرتے۔ آپ کا خاصہ ہے کہ بعد ایک سو سال عمر کے ریش مبارک اتری تھی۔

مثنوی از مؤلف

چوں طوبے دسد رہ بزرگے — سائل برشان برائے برگے
صد سرد چناں بقدر شان پست — دریوزہ کناں انجیر در دست
صد گلبن و صد ہزار لالہ — تشنہ پئے جرعہ زاں پیالہ
رضوان بروضہ کمالے — خواہد زخدا چوشاں نہالے
درباغ ارم چنیں نروید — آں کیست کہ وصف شان بگوید
ہر شاخ زشاں چوز لفکے حور — قربان بر او ہزار انگور
بر ہر شاخے چو سبز پوشاں — ارواح عشاق چوں سروشاں

ہر شاخ بحسن بے مثالے لرزاں ہمہ شب بوجد و حالے

سر کردہ فرو بر مستاں ہر برگ بعشق ہزار دستاں

زیشاں چو شگوفہ بروید آں مدح قلندری گوید

کز معجزہ شہ جہانیم سر سبز و مدام بے خزانیم

خوش باش مرید پیر پیراں بخرام بوستان میراں

در سایہ ماشین و بگذر از گرمئے آفتاب محشر

برگے بزمین فتادہ ازما بردار و کنش بچشم سرجا

آں برگ تراست درد و عالم آسودہ کن چو نخل مریم

آں کس کہ بزیر شاں رسیدہ از آتش دوزخ آرمیدہ

آں را کہ نصیب زاں ثمر شد گر بود عقیمہ بار و دشد

در سایہ آں نہال فرجام بنشیں محمد ایبار ام

یا رب برسان بزیر ایشاں

ہم مرہم خستگان بر ایشان

جب آپ نے یہاں اقامت اختیار کی۔ چند مدت کے بعد ایک بزرگ خاندان سے تعلق ازدواج کیا۔ خداوند تعالیٰ نے فرزند عطا فرمایا۔ جب آپ نے مولود کی پیدائش کی خبر سنی فرمایا نان ہائے شیریں و مرغن پکا کر تقسیم کیا جائے۔ چنانچہ یہ رسم تا حال خاندان پیران حجروی میں جاری ہے۔ صاحبزادہ کی پیدائش پر پانچ من یا سات من یا گیارہ من ارد کے نان پکوا کر تقسیم کرتے ہیں اور لڑکی کے تولد پر کوئی رسم نہیں کی جاتی۔ ایک صالحہ بی بی جو صاحبزادہ کی دایہ دودھ پلایا کرتی تھی وہ نابینا تھی۔ جب صاحبزادہ کی عمر چالیس روز کی ہو چکی تو زبان میں نطق پیدا ہوگیا۔ صاف باتیں کرنے لگ گئے۔ دایہ آپ کا یہ خرق عادت دیکھ کر متحیر ہوگئی۔ عرض کیا بیٹا میں عاجز تیری دودھ پلانے والی آنکھوں سے نابینا ہوں حق تعالیٰ

سے مجھ کو چشم بینا دلا دے۔ یہ سنکر صاحبزادہ نے کچھ زیر لب فرمایا۔ جس کے اثر سے دایہ کو خداوند تعالیٰ نے بصیرت عطا فرمائی۔ حضرت سید بہاول شیر نے جب صاحبزادہ کی کرامت کا چرچا سنا۔ فرمایا یہ فرزند اور ہم ایک وقت نہیں رہ سکتے چونکہ یہ صاحبزادہ صاحب اولاد ہوگا۔ ہم اس سے اول انتقال کریں گے۔

نظم از مؤلف

زہے ہلالے کہ باجمالے زصد کمالے فزوں و برتر
خوشا نہالے است بیمثالے زصد مقالے بیاں فزوں تر
مہے شب آرا ہلال ابرو بہر دو عالم چو در یکتا
گلے نکو تر مبارک اختر خور منور از نگوں تر
چو جد اعظم بطفلی اکرم نجوش تکلم فصیح آمد
بدیں شریعت دا ہے جمعیت بحرمیت دروں دروں تر

دیگر

جمالے چہ گویم مثالے نداشت کہ چوں و چرا را مجالے نداشت
ازیں دار فانی چو کرد انتقال بملک بقا گشت شاہ جمال

دیگر

جمالے کہ با حسن و اجلال بود نمد حش زبان قلم لال بود
بوصفش ترا نیست تاب و تواں محمدؐ صلوٰۃ و سلامش رساں

اکثر اوقات آپ شیر پر سواری کرتے۔ ایک مرتبہ اسی حالت میں شیخ داؤد چونیوال کی ملاقات کو تشریف لائے۔ دہلیز پر آکر آواز دی۔ مگر شیخ داؤد صاحب غائت رعب اور ہیبت قلندرانہ آنحضرت کے حجرہ سے باہر نہ آسکے۔ بعد انتظار فرمایا۔ مرغی بیضہ پر بیٹھی ہے اگر باہر نہ آسکے تو کیا مضائقہ۔ ایک چابک دہلیز پر مار کر واپس گئے آنحضرت کی تاثیر کلام سے حضرت داؤد کی اولاد

کثیرہ پیدا ہوئی۔

ایک مرتبہ پاکپتن بابا فرید گنج شکر کے مزار پر گئے۔ جاتے ہی چوبدستی سے جو ہاتھ میں تھی اس سے قبر کو مارنا شروع کیا۔ یہاں تک کے اوپر کا غلاف پارہ پارہ ہوگیا۔ مجاوران درگاہ طیش میں آئے۔ سجادہ نشین دربار مرد کامل اور اہل باطن تھے۔ ان کو شیخ فرید گنج شکر نے روحانی القا سے فرمایا۔ کوئی شخص حضرت بہاول شیر پر اس حرکت سے اعتراض نہ کرے ہماری روحانی ترقی میں ایک حجاب باقی تھا۔ اس حجاب کو اٹھا دینے کے واسطے بہاول شیر قلندر مامور تھے چنانچہ حجاب دور ہوگیا۔ ایک مرتبہ ایک لانگری ملازم نے عرض کیا مہمانوں کے واسطے آج لنگر میں گوشت نہیں۔ فرمایا ہمارا فلاں گھوڑا ذبح کیا جائے۔ وہ گھوڑا اعلیٰ نسل کا عراقی تیز رفتار گراں قیمت تھا۔ اکبر بادشاہ نے آپ کے واسطے ہدیہ بھیجا تھا۔ ملازمان خادمان نے عرض کیا گھوڑا بے مثل اور بیش بہا ہے۔ اس کو اگر فروخت بھی کیا جائے تو مدت دراز تک اس کی زر قیمت سے اخراجات لنگر کے واسطے کافی مدد مل سکتی ہے۔ فرمایا میاں اگر ہم تدبیر جانتے تو جامہ قلندری نہ پہنتے۔ چنانچہ وہی گھوڑا مہمانوں کے واسطے ذبح کیا گیا۔ ایک روز ایک جگہ بیٹھے تھے اتفاقاً حضرت شاہ محمد غوث گیلانی جو حضرت شیخ داؤد چونیوال کے مرشد تھے بحالت سواری وہاں سے گذرے۔ حضرت میراں بہاول شیر نے جب معلوم کیا ان کی طرف اپنی پشت مبارک موڑ کر بیٹھ گئے۔ جب وہ گزر چکے تو خادمان نے باعث روگراں آپ سے دریافت کیا فرمایا جس انداز سے ان کا چلنا تھا اگر ہماری نظر برابر ان کے اوپر پڑتی تو ان کے طائر ولایت کے بال و پر جل جاتے۔ آپ کا معمول تھا ہر روز بسواری اسپ ایک مرتبہ ہوا خوری کو نکلتے۔ باقی اوقات عبادت، ریاضت، مراقبہ، مجاہدہ میں صرف کرتے۔ وفات آپ کی ۹۷۳ھ میں واقعہ ہوئی۔ عبدالقادر ثانی ماہ و تاریخ بحساب ابجد نکلتا ہے مزار اقدس آپ کا حجرہ منورہ میں زیارت گاہ مشہور ہے۔

قصیدہ در مدح حضرت بہاول شیر قلندر

از مؤلف

گوہر شب تاب از کان نبی سرفراز — در یکتائی ز درج مرتضےٰ شیر حجاز

خوش گلے از روضۂ زہراست بشگفتہ مدام — اختر برج حسن چوں سعد اکبر دل نواز

سرد باغ غوث اعظم گلبن باغِ نبی — قامت قدر درا آمد حسابی بس دراز

بندہ فرمانروا و عاشق و محبوب حق — با نیاز و ناز آمد ہمچو محمود و ایاز

اوست اوستادے بدرس عشق صد منصور را — صد شرف یابد شرف از صحبت یکدم براز

شمس تبریزی بہ پیش مہر او یک ذرہ ایست — ذرہ او شمس ہندو روم و چین و ترک تاز

گلشن اسرار سرمد صد ہزاراں سرمدے — کردہ بوئے گلشن سر باشار و جاں نیاز

نیر برج ولایت سائر اقطاب عہد — پیش او ہمچو کبوتر شاہ ما چوں شاہباز

خضر باصد آب حیواں خشک لب بر بحر جود — جرعہ خواہد ستادہ دست بستہ در نیاز

التماسے دارد الیاسے بپاس خاطرش — سوئے ما کن یا قلندر گوشہ از چشم باز

بردرش صد زائران شام وسحرایں نعرہ زن — شاہ بہاول شیر غازی قلندر پاکباز

سر خود گر افگند در آتش سو زندہ — سرد گردو وردے اندر حقیقت از مجاز

ہر مریدے را مرادے داد اندر راہ حق — ہادئے مشکلکشائے مخلصان را کارساز

گردن افرازان دنیا بر در او سر نہاد — چوں غلامان شاہ اکبر ہمہش در ترک و تاز

نا خدائے مثل نوح آمد ز طوفان بلا — ہر کہ آمد در قدمگاہش رسید اندر جہاز

اے محمد بخش امدادے بخواہ از لطف حق

مدح اوراکے تواند چوں توئے بے برگ و ساز

ایضاً

آن شاہ شہان کہ تاجور بود | در زیر گلیم فقر آسود
شیرے کہ ہژ بر بدستورش | آن شاہد در شہود مشہود
مہتاب بر آسمان سادات | خورشید بر اوج بخشش وجود
در محفل محرمے چراغے | نے نے غلطم کہ شمع بے دود
دیوان بکرسئ جلالت | آں حامد ذات بود محمود
زد سکہ بکرسئ کرامت | کوئے ہمی از جہان بر بود
سنگے کہ برا و نگاہش آمد | قدرش ز ہزار گوہر افزود
افتادہ بچاہ غفلت وجہل | چوں جانب ادا ارادہ بنمود
آں شیر بزور دستگیرے | زاں تیرہ چہش سبک بہ بر بود
از لوح دلش حروف شک را | باکز لک صدق پاک بزدود
در مصر ملوک کرد مالک | بر تارکش تاج عز بخشود
در عرصۂ مدحتش چو آمد | شد تیغ زباں جواہر آمود
چوں اسم شریف اوسرائند | غمناک بلا شوند خوشنود
ملحق باحق چوگشت اید وست | آمیخت چو بوئے در گل وعود
خود یافت محمدؐ اوصالے | از عالم ہجر ظلمت اندود
پرسید چو سال رحلت از دل | محبوب[۹۷۳] خدا شدہ بفر مود

حضرت بہاول شیر کی مزار مقدس کا عالیشان گنبد حضرت جناب سید محمد انور آپ کے فرزند اکبر نے تعمیر کرایا تھا اور نقاشی پلستر کا کام حضرت شاہ محمد امیر بالا پیر قدس سرہ سے انجام پذیر ہوا۔ چنانچہ دروازہ پر قطعہ ذیل ثبت ہے۔

امیر دین شدہ میر محمد | سریر آرائے مصر حکم رانی
زہے فخر بنی ہاشم کہ نامش | بود و در دو جہاں حرز یمانی

تبار تخش تفکر کرد احمد کز نیت آمدہ مصرعہ ثانی
ازاں حسن دلطافتہا کہ دراد نقوش دیدہ حیراں دیدہ مانی
بعہد حضرت میر محمد منقش گشت ایں عرش زمانی

درذکر سید محمد نور سجادہ نشین حضرت میراں بہاول شیر قلندر قدس سرہ

بعد انتقال حضرت بہاول شیر آپ کے فرزند اکبر شاہ محمد نور نے مسند خلافت کو زیب دیا۔

نظم از مؤلف

شد بجہان آشکار نور محمد دگر مہدئے عہد آمدہ نائب خیر البشر
نور سبابش نمود چوں ید بیضا دو دست ہمچو علی ولی وقت شجاعت قمر
شافعی امر اضہا بود چو مسح مسیح کافی مشکلکشا دافع رنج و ضرر
در صفت روحانیاں بود امام امین گشت ازاں حبیب پاک نور خدا جلوہ گر
حد محمد کجاست مدح چناں شاہ را الف درود و سلام باد برآں تاجور
سال وصالش بگفت سرور اہل ہنر
نو صد و ہشتاد[۹۸۷] وہشت از سن خیر البشر

بروز انتقال حضرت بہاول شیر حضرت صاحبزادہ سید محمد نور حاضر نہ تھے بعد چند روز سفر سے واپس آ کر والد بزرگوار کی رحلت کا حال سنکر غم سے بیتاب ہوگئے بے اختیار ہو کر چاہا کہ ایک مرتبہ آخری دیدار کریں۔ چنانچہ قبر کھودنے کا ارشاد کیا اور تاکید کر دی کہ کوئی اور آدمی اس موقعہ پر موجود نہ ہو باوجود ممانعت ایک معمار کسی طرح چھپ کر وہاں بیٹھا رہا۔ جب چادر کفن چہرہ مبارک سے اٹھا کر صاحبزادہ نے بزرگ باپ کی زیارت کی اس وقت درد دل سے آپ کی حالت میں تغیر آ گیا۔ معمار نے موقعہ پا کر چہرہ مبارک پر نظر ڈالی بجز ایک نظر

کے نابینا ہو گیا۔ اسی حال میں چند سال گزر گئے۔ جب حضرت شاہ محمد نور سجادہ نشین نے مزار پر گنبد کی تعمیر کا ارادہ کیا۔کوئی عمدہ کاریگر معمار نہ ملتا تھا وہی نابینا مستری خدمت میں آ کر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اگر میری آنکھوں کی بصارت ہوتی تو میں اس کام کو بخوبی انجام دیتا۔ ارشاد کیا بہتر جب تک کام میں مشغول رہے گا خدا کے حکم سے تیری نظر درست ہو گی۔ جب کام سے فارغ ہو گا بدستور نابینا ہو جایا کرے گا۔ اگر منظور ہو تو کام شروع کرو۔ چنانچہ وہ معمار تعمیر روضہ میں مشغول ہو گیا۔ بموجب فرمان آنحضرت جس وقت تک کام میں لگا رہتا اس کی بینائی بالکل درست رہتی۔ بعد فراغت معاً بصارت معدوم ہو جایا کرتی۔

جب سید شاہ محمد نور قدس سرہ نے انتقال کیا۔ آپ کے تین فرزند تھے۔ سب سے بڑے حضرت شاہ ابو المعالی بعد پدر بزرگوار یہی خلیفہ جانشین قرار پائے۔ لیکن اکیس سال کی عمر میں آپ نے رحلت کی۔ مزار مبارک آپ کا بیرون گنبد حجرہ شریف میں واقعہ ہے۔

قصیدہ در مدح شاہ ابوالمعالی از مؤلف

زہے بادشاہ مالکِ مُلک دِین — بر اورنگ شاہی ببالا نشین
تبارک برش تاجِ عزوعلاء — کمر برمیانش زعلم و یقین
چو عثمان غنی داشت حلم و حیا — دلش بود بینا بعین الیقین
چو حیدر بہادر بمیدان فقر — براو آفرین خوان شہِ مرسلین
بہ تیغِ سخاوت جہانگیر شد — شہ ابوالمعالی امامِ امین
بعلم و ادب اعظمِ نامور — بحق الیقین مثل روح الامین
بدانش مثالش بشافعی وہم — بصدق و صفا مالک شہرِ دین
زکرو بیان قربِ حق بیش یافت — یدے صدر در مجلس عارفین
باندک زمان داد بسیار فیض — چوں بارانِ رحمت بروئے زمین

ز تاریخ رحلت ندارم خبر   وگرنہ شدے نظم دُرِ ثمین
بجسم ز راوی حساب عمر   بگفتا کہ ہادیے با ہمزہ بین
ہم او شد پس از والد نامور   بسجادۂ پاک مسند نشین
محمدؐ بمدحش چہ یارائے تست   بیادا منش گیر حبل المتین

ایضاً

درد و عالم آشکارا نام آں بدر منیر   آفتابِ برج خوبی لعل کانِ دستگیر
دُرِ دریائے علی آں اخترِ برجِ حسن   گوہر تاج سیادت در زمانہ بے نظیر
آشنائے بحر معنیٰ راہبر و ادے فقر   پیشوائے سالکاں وحامی در دارو گیر
سالک سلکِ محبت محرم را ز الست   محو ذاتِ کبریائی ذاتِ آں شاہِ کبیر
ناظرِ لوح وقلم شد حافظِ اسرار ہا   واقفِ رمز نہانی عالمِ علم ضمیر
اشرفِ زاہلِ شرف شد فاضلے از فاضلاں   کاملے کو داد صد ہا کور را چشمِ بصیر
ایکہ در میدانِ وصفش مرکب طبع است لنگ
اے محمدؐ دامن پاکش بدستِ صدق گیر

حضرت سید ابوالمعالی کے دو فرزند تھے فرزند اکبر آپ کے سید شاہ محمد مقیم ہیں۔ آپ کی ولادت شب اول ماہ رمضان المبارک میں بعہد شاہ جہانگیر شاہ دہلی ہوئی۔ اس خاندان میں سلف سے قاعدہ رہا کہ ہر ایک صاحب اپنے والد سے سلسلہ بیعت میں شرف مریدی حاصل کرتا چلا آیا۔ لیکن شاہ محمد مقیم نے یحیٰ حیات المیر زندہ پیر نبیرہ غوث الاعظم سے شرف مریدی حاصل کیا جس کی تفصیل اس طرح ہے۔ جب حضرت شاہ محمد مقیم نے کسب علوم ظاہری سے فراغت حاصل کی۔ شاہ ابوالمعالی والد آپ کے رحلت کر چکے تھے۔ آپ کو شوق حصول طریقت دامنگیر ہوا۔ ہر رات کو حضرت سید بہاول شیر جد امجد کے مزار پر بامید کشائش عقیدہ آتے اور تمام رات قبر مبارک سے لپٹ کر سو جاتے۔ اسی حالت میں ایک

شب خواب دیکھا کہ سید بہاول شیر مزار مبارک سے باہر تشریف لائے۔ بہت شفقت سے فرمایا۔ اے فرزند تمہارا نصیب فیضان روحانی حضرت سید جمال اللہ سخی حیات المیر نبیرہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس امانت ہے۔ آج کل لاہور میں جاکر ان سے ملاقات کرو۔ خواب سے بیدار ہوکر بسرعت تمام لاہور پہنچے۔ متصل گورستان میانی حضرت حیات المیر کی خدمت میں حاضر ہوکر قدمبوسی کی اور دست ارادت سے آپ کا دامن پکڑا۔ بیعت سے سرفرازی پائی۔ چونکہ قلب منور تھا استعداد مکمل اور ظرف فراخ ایک ہی نظر سے کامل اکمل ہو گئے۔ چنانچہ ذیل کا شعر مصنفہ حضرت آپکا شاہد حال ہے۔ شعر

مرا مربئ ہجراں بدیں نمط پرورد　　کہ موبمو ہمہ حسن و جمال گردیدم

جس مقام پر حاضر ہوکر آپ نے شرف بیعت حاصل کیا تھا۔ وہاں تبرکاً ایک حجرہ بغرض نشان تعمیر کیا گیا ہے جو صاحبدلوں کی زیارت گاہ ہے۔ جناب پیر کی طرف سے آپ کے نام خط مبارک

پہلا خط

نحمدہ و نصلی علی نبی الکریم۔ عنایت نامہ مشکین شمامہ از روئے اتحاد مرسول بود رسید باعث مسرت گردید ایضاح بر رائے انور میگر داند کہ برائے مشاہدہ شاہد لاہوتے کہ در کثرت شواہد ناسوتے بصورت ملکوتے جلوہ گر است و خضرات نباتات کہ آیات تعینات الٰہی اند بر صفحہ صحرائے وحدت ہویدا شدہ اند تقیدان جلوہ ہائے اطلاق حاصل است و دیدہ شہود در مرایات مکونالت مکون کائنات مرئ مشہود است۔ اگر ایشان تیز زود تشریف آوردہ موافقت نمایند نورٌ علیٰ یھد اللہ لنورہٖ من یّشاء والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

خط دوم

جائیکہ مرسل الیہ یکے باشد چہ جائے تکلف مراسلات است خود دانا اند والسلام علی من، تبع الہدیٰ

خط سوم

نحمدہ ونصلی علیٰ نبی الکریم ۔محبّ ومخلص خاندان غوث صمدانی ہموارہ بر مسند عزت و آبرو بودہ خوش وقت باشند۔ بعد از دعائے درویشانہ و اظہار۔شوق مشہود آنکہ از زبان میاں محمد قائم معلوم شد کہ بزراعت مشغول اند۔ الحمد للہ بسیار خاطر خوشوقت شدہ۔ اللہ تعالیٰ توفیق رزق حلال بخشد کہ برکت معظم در دین کسب است و خاطر جمع دارند کہ از ہمسایگان عزت و حرمت شما خداوند تعالیٰ افزوں خواہد کرد۔ ہر چند کہ صدق و اعتقاد شما بفقرا است در دنیا و در دین آبرو بشما خواہد داد۔ والسلام والاکرام تم کلامہ۔

آں حضرت کا کمال علم اور فضل حد بیان سے باہر ہے۔ مولانا مولوی عبدالحکیم صاحب جنکا پایۂ علم تمام ہمعصروں سے فائق تھا وہ آپ کے ہمعصر تھے۔ انہوں نے حضرت کے علم کا امتحان کرنے کی نیت سے آپ کی دعوت کی ان کی دعوت کو بحکم سنت قبول فرمایا۔ ان ایام میں آپ ایک روز صوم سکوت رکھتے اور دوسرے روز ہر ایک سائل کو مناسب تقریری جواب دیا کرتے اتفاقاً بروز دعوت مولوی صاحب آپ کا صوم سکوت تھا۔یعنی خاموش تھے۔ اس موقعہ پر اور بڑے بڑے علماء بھی مدعو کیئے گئے تھے۔

جب حاضرین کا مجمع جم کر بیٹھ گیا تو مولوی صاحب کے اشارے پر کسی نے چند مسائل بطور سوال پیش کر کے ان کا انکشاف چاہا۔ اگرچہ مسائل نہایت دقیق تھے۔لیکن آپ خاموش تھے اس وقت ایک خادم آں حضرت کا جو ہمراہ تھا۔ صف فعال سے اٹھا اس نے بڑی تیزی اور جوش سے ان سوالوں کے نہایت

فصاحت اور بلاغت سے نقلی اور عقلی مدلل جوابات ترتیب وار بیان کرنے شروع کئے۔ اس کی مسلسل تقریر سے حاضرین تصویر بن گئے۔ اس نے ایسے نکات ان مسائل کے متعلق بیان کئے۔ جن سے سامعین نے حیرت زدہ ہو کر اس کے علم اور معارف کا اعتراف کیا اس کی مسلسل تقریر سے گمان ہوتا تھا گویا اس کے اندر روح القدس بول رہا ہے یہ آنحضرت کی توجہ کا اثر تھا۔ مولوی صاحب نے آنحضرت سے گستاخی کے معافی طلب کی۔

ایک روز حضرت سید محمد مقیم زیر درخت پیپل مجلس آرا تھے۔ مریدان باصفا اور محبان بے ریا کا مجمع حلقہ وار گرد تھا۔ ایک مرید نے عرض کیا یا حضرت بیان کرتے ہیں۔ ایک بزرگ قوم ہنود کی ایک ہزار عورت تھی اور وہ ہر رات ہر عورت کے قریب رہتا تھا۔ یہ امر ممکن ہے یا صرف افسانہ ہے۔ یہ سنکر حاضرین کو فرمایا۔ اوپر درخت کی طرف دیکھو۔ حاضرین نے جب سر اٹھا کر درخت کی طرف دیکھا تو ہر ایک برگ درخت پر آپ تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ جب آپ کی طرف دیکھا تو اصلی مسند پر ہی آپ کو بدستور موجود پایا۔ یہ کرامت دیکھ کر حاضرین حیرت زدہ رہ گئے۔

ایک روز اصطبل میں گھوڑوں کے واسطے چارہ نہ تھا۔ خادم نے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا فلاں زمین میں جو زردک کاشت شدہ ہے وہ کاٹ کر گھوڑوں کے آگے ڈال دو خادمان کو استعجاب ہوا کہ بے اجازت اصل مالک کے اس کی ملکیت پر تصرف کرنا یہ کیا اسرار ہے۔ لیکن کسی کو احتراز کی جرأت نہ تھی۔ بموجب ارشاد آن حضرت خادمان نے وہ تمام فصل زردک کاٹ کر گھوڑوں کو کھلا دیا۔ صبح مالک زمین حاضر ہوا اور فریاد کی کہ فلاں زمین میں فصل زردک نذر خادمان جناب کاشت کیا ہوا تھا۔ کوئی رات کو سب کاٹ کر لے گیا ہے۔ آپ نے سنکر تبسم کیا اور فرمایا فکر مت رو۔ حق بحق دار رسید۔

ایک بی بی کو اختتام ایام حمل میں درد زہ شروع ہوا۔ بہت تکلیف تھی خادمہ دوڑی آئی اور عرض کیا کہ بی بی صاحبہ کے شکم میں درد ہے۔ یہ سنکر فرمایا جا دور ہو جائے گا۔ یہ فرمانا تھا کہ حضرت کی تاثیر کلام سے درد جاتا رہا اور حمل بھی غائب ہوگیا۔ بعد اس کے اس بی بی کو کوئی اولاد نہ ہوئی۔ وفات حضرت شاہ محمد مقیم قدس سرہ ۱۰۵۵ھ ہے۔ ماہ و تاریخ بحساب ابجد بدل داغ

قصیدہ در مدح سید شاہ محمد مقیم قدس سرہ العزیز از مؤلف

اختر برجِ ہدا شاہ محمد مقیم	گوہرِ درج صفا شاہ محمد مقیم
تاجِ سرِ اولیا افسر اقطابہا	عالمِ علمِ خدا شاہ محمد مقیم
دلبر میموں لقا کالمے بدر الدجے	شمسہٗ ہر دو سرا شاہ محمد مقیم
مخزن علم و حیا مطلع جود و سخا	رہبر فقر و فنا شاہ محمد مقیم
خانہ دین راضیا معدن صدق و صفا	ابرِ کرم در سخا شاہ محمد مقیم
صابری در ہر بلا شاکر حق بر قضا	در رہ مولےٰ فدا شاہ محمد مقیم
بہر مسِ عیب ما یک نظرش کیمیا	ہر مرضے را دوا شاہ محمد مقیم
مہر بارض و سما ظلمتِ غفلت زدا	از ہمہ بالا لوا شاہ محمد مقیم
کافی و مشکلکشا دافع رنج و بلا	حامئی روز جزا شاہ محمد مقیم
صاحب عز و علا لطف کن دل ربا	ظلم زدا حق نما شاہ محمد مقیم
ماحی جور و جفا ساتر عیب و خطا	مثلِ حسنِ مجتبےٰ شاہ محمد مقیم
ہمچو شہِ کربلا کشتہ تیغِ رضا	مرشد ما شاہ ما شاہ محمد مقیم
در صفِ جنگ و دغا مثل علی مرتضیٰ	صاحب خوف و رجہ شاہ محمد مقیم
پیر و خیر الورا پیش روِ اتقیا	لائق وصف و ثنا شاہ محمد مقیم
داد دہِ بینوا دولت بے انتہا	عامل شہر عطا شاہ محمد مقیم

دارِ او دارالشفا خاک درش توتیا　افسرے بر اصفیا شاہ محمد مقیم
سایہ او را ہما طالبے اند ز ہوا　رونق عالم فزا شاہ محمد مقیم
تارک ہر ماسوا افسر ملک بقا　اشرف آل عبا شاہ محمد مقیم
خانہ دین را بنا گلشن جان را صبا　دریم دل آشنا شاہ محمد مقیم
یک نگہش بیخطا لعل کند سنگ را　قطب کن اشقیا شاہ محمد مقیم
ہر کہ فتادش بپا گشت ز دل بادشاہ　خازن گنج خدا شاہ محمد مقیم
بود محمد گدا قید کمند ہوا　کرد زہر غم رہا شاہ محمد مقیم

دیگر

ہست کس بیکساں شیخ محمد مقیم　گنج دہ مفلساں شیخ محمد مقیم
شاہ زمین و زماں عاشق رب جہان　پیشرو انس و جان شیخ محمد مقیم
رخ پاکش عیاں نور خدا وند جان　ہادیٔ گم گشتگان شیخ محمد مقیم
بحر سخاوت رواں شیر شجاعت نشاں　جسم فقر راست جان شیخ محمد مقیم
در نظر عازمان شاہ سوار جہان　حامیٔ درماندگان شیخ محمد مقیم
شیخ جہان در جہان پیشرو مقبلان　سرور اہل دلاں شیخ محمد مقیم
عفوکن مجرماں بخش دہ مفلساں　تاج نہ بندگان شیخ محمد مقیم
قطب پناہِ جہان غوث و امامِ زماں　پیشرو سالکاں شیخ محمد مقیم
رہبر در ماندگان ساقی تشنہ لباں　مرہم خستہ دلاں شیخ محمد مقیم
ضامن بے مایگان بامن ہمگایگاں　بحر مروت راواں شیخ محمد مقیم
خستہ دلاں ناتواں در رہ حجرہ رواں　یافتند آنجا نشان شیخ محمد مقیم
نالہ و گریہ کناں سر بدرش در رساں　مے شنود ہر فغاں شیخ محمد مقیم
بود محمد بجان از شیر دزد نہاں　دار اماں در زماں شیخ محمد مقیم

دیگر

چشمہ فیض مہیم شیخ محمد مقیم ۔۔۔ راجم دیو و رجیم شیخ محمد مقیم
از دم شاہ کریم زندہ عظام رمیم ۔۔۔ ہست علیم و حلیم شیخ محمد مقیم
بادشہے در گلیم پایہ چو عرشِ عظیم ۔۔۔ قاسمِ گنج نعیم شیخ محمد مقیم
ہست محمد یتیم سائل و عاجز سقیم ۔۔۔ بر درِ شاہ کریم شیخ محمد مقیم

دیگر

حامئ روز حشر پیر محمد مقیم ۔۔۔ در قدمش بحر و بر پیر محمد مقیم
خاک درش ہر بسر سرمۂ اہل بصر ۔۔۔ گرد قدومش چو زر پیر محمد مقیم
بر در او تا جور بستہ بخدمت کمر ۔۔۔ بر ہمہ حکمش بسر پیر محمد مقیم
ہر کہ رسیدش بدست ز شور و شرر ۔۔۔ میاندش بے خطر پیر محمد مقیم
از سگ او شیر نر کرد چو روباہ حذر ۔۔۔ داد زبون را ظفر پیر محمد مقیم
ہمچو من بے ہنر از در او بہرہ ور ۔۔۔ مونس مادر قبر پیر محمد مقیم
ہست محمد مقر کردہ گناہم بدر ۔۔۔ داد چو رستم بسر پیر محمد مقیم

دیگر

سید عالی جناب شاہ محمد مقیم ۔۔۔ نائب مالک رقاب شاہ محمد مقیم
از روش فتح یاب نوح بطوفان آب ۔۔۔ خضر بدشت سراب شاہ محمد مقیم
مخزن اسرار حق کاشف راز نہاں ۔۔۔ عارفِ ام الکتاب شاہ محمد مقیم
خستہ و افتادہ را دست دہد ہمچو جد ۔۔۔ کشف دلاں را سحاب شاہ محمد مقیم
و آنکہ مریدش شدہ یافت پناہ از گناہ ۔۔۔ کرد گناہش صواب شاہ محمد مقیم
پیک صبا میر ساند نامہ بلبل بگل ۔۔۔ نامت ز دشت خراب شاہ محمد مقیم
رخت سفر را چو بست کرد بحق رواں ۔۔۔ خیمہ گردوں طناب شاہ محمد مقیم
خواست ازیں کو چنانکہ کرد بعزم درست ۔۔۔ پائے رواں در رکاب شاہ محمد مقیم

قطرہ بہ بحر آرمید دریم خود شد نہاں ہمچو وجود حباب شاہ محمد مقیم
سال وصالش ز دل جستم و ہاتفِ بگفت واقف سِرّ وہاب ۱۰۵۳ شاہ محمد مقیم

دیگر

زیارتگاہ شد حجرہ نمودند آستان بوسی بعہد شاہ ماہر کس کہ بود از عارف و سالک
زسال رحلت ایشاں خبر از قدسیاں جستم بملک فقر فرمودند فخر الاولیاء مالک

ذکر سیف الرحمٰن صفی اللہ

فرزند اکبر آپ کے حضرت سید سیف الرحمٰن تھے آپ کی زبان حق ترجمان سے جو نکلتا حق تعالیٰ ایسا ہی کر دیتا۔ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں بہت آدمی بیٹھے تھے ان میں سے ایک مرد نے ذکر کیا کہ حضرت کے باغ میں فلاں درخت نہایت بار آور خوشنما تھا۔ لیکن افسوس کہ وہ عرصہ سے بالکل خشک ہو گیا ہے۔ فرمایا وہ درخت خشک نہیں ہوا بلکہ سر سبز ہے اس نے عرض کیا حضرت میں اس کو روز خشک دیکھا کرتا ہوں۔ فرمایا اب دیکھ وہ مرد بغرض امتحان مجلس سے اٹھ کر باغ کی طرف گیا اور اس درخت کو سر تا پا سر سبز دیکھ کر حیرت زدہ ہو گیا۔ حضرت کی تاثیر کلام سے اسی وقت شاداب ہو گیا۔

دیگر: روضہ مبارک کی تکمیل تعمیر کے واسطے ایک معمار کو ارشاد فرمایا کہ تخمینا حساب خرچ تیار کر کے بتلا دے۔ اس نے بعد حساب اندازہ رقم عرض کیا فرمایا ہماری جانماز کے نیچے دیکھو اور شمار کر کے خرچ کے واسطے لے لو۔ معمار نے جانماز کو اٹھا کر زر مطلوبہ کو جب شمار کیا تو ایک پیسہ کم و بیش نہ پایا۔ بموجب تخمینہ بالکل برابر تھا۔ چند روز بعد معمار نے عرض کیا کہ کام سفیدی کا خرچ غلطی سے حساب درج نہیں کر سکا۔ اس کام کے واسطے اور روپیہ کی ضرورت ہوگی۔ فرمایا اول جب تم نے تخمینہ خرچ بتلا دیا تو ہم نے جناب باری تعالیٰ سے اسی قدر طلب کیا تھا۔ اب

دوبارہ عرض کرنے پر ہم کو شرم آتی ہے اس کا انتظام کسی اور طرح کریں گے۔

نظم تاریخ رحلت شاہ سیف الرحمٰن صفی اللہ۔ از مؤلف

در ولایت شہِ بلند جناب سیف الرحمٰن کلید ہر ابواب
کشتِ جان را چو ابر رونق بخش گلبنِ دل از وشود شاداب
نور افزا بعالمِ ارواح در جہان آفتابِ عالم تاب
ماہِ برج ہدایت و ارشاد دُرّ درجِ سعادت است وثواب
سروِ رعنا بروضۂ سادات کشتِ دلہا بسایہ اش سیراب
بوز گل چوں جدا شود آخر وقت ترحیل زاں کند حساب
سالِ رحلت محمدؐ از دل جُست بانی روضۂ بگفت شتاب

دیگر

سالِ فوتش جستم از دل درنہفت سیف الرحمٰن شد صفی اللہ بگفت

در ذکر سید السادات حضرت جناب شاہ محمد امیر بالا پیر قدس سرہ العزیز

آپ سید میراں بہاول شیر قلندر کی اولاد میں فرزند ثانی حضرت سید شاہ محمد مقیم سجادہ نشیم حجرہ منورہ کے تھے بعد وفات حضرت صفی اللہ سیف الرحمٰن مسند خلافت کو زیب دیا۔ تاریخ تذکرہ مقیمی میں مندرج ہے مسمی شیخ اشرف لاہوری جو رؤسا وقت میں ممتاز رئیس تھا اور دربار عالمگیر بادشاہ میں بارسوخ بلند پایہ تھا۔ ایک معزز خاندان کی لڑکی جو حسن وجمال میں شہرہ آفاق تھی اس کے ناطہ کے واسطے شیخ مذکور نے درخواست کی۔ لڑکی کے والدین کسی طرح رضامند نہ تھے۔ لیکن شیخ مذکور کا رسوخ دربار شاہی میں جو تھا اس سے ہراساں تھے اس سبب سے ارادہ کیا کہ حسب دلخواہ کسی اور خاندان میں لڑکی کی نسبت قرار دیدی جائے۔ اسی خیال سے

سجادہ نشین دربار بابا فرید گنج شکر کی خدمت میں اظہار مدعا کیا۔ لیکن سجادہ نشین
صاحب نے بسبب پاس خاطر شیخ اشرف نسبت ناطہ کو منظور نہ کیا آخر الامر والد
لڑکی کا حضرت جناب سید محمد امیر کی خدمت میں حاضر ہوا اور دلی آرزو کا اظہار
کیا۔ حضرت نے اس کی التجا کو منظور فرمایا۔ چنانچہ اس عفیفہ سے تعلق ازدواج
کرلیا۔ شیخ اشرف یہ خبر سنکر آتش رشک سے بیتاب ہوگیا۔ دربار شاہی میں دعویٰ
رشتہ دختر دائر کیا حضرت کے نام بغرض جوابدہی مقدمہ دربار شاہی میں طلبی ہوئی
آپ بموجب تعمیل حکم شاہی دہلی تشریف لائے ۔ ان ایام میں ایک مرید خاندان
آنحضرت کا دربار بادشاہ کا ملازم تھا۔ چنانچہ پاس بانِ وقت شب خاص محل شاہی
اس کی تفویض میں تھے۔ وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ شیخ
اشرف کا دربار شاہی میں بہت رسوخ ہے۔ میرا گمان ہے کہ انفصال مقدمہ حضور
کے برخلاف ہوگا۔ اگر اجازت ہوتو آج رات کو بادشاہ کا کام تمام کردوں اور اپنی
جان کو خاک قدوم حضرت پر نثار کردوں۔ جس امر کا دل کو ہراس ہے اس کو نہ
دیکھوں۔ یہ سنکر آپ نے تبسم کیا اور فرمایا بادشاہ عادل ہے اور نگہبان خلق ضرور
انصاف کرے گا۔ اگر برخلاف انصاف فیصلہ کرے تو جناب باری تعالیٰ سے
استدعا کی ہے کہ بجائے اس کے کوئی اور والی سلطنت مقرر کیا جاوے۔ یہ پاسبان
آنجناب کا محب معتقد تھا اس کو آپ کے فرمان پر کامل اعتقاد تھا۔ خوش ہوکر بادشاہ
کو حضرت کی تشریف آوری کی اطلاع کی۔ بادشاہ نے شیخ اشرف کو حکم دیا کہ
تاانفصال مقدمہ دربار شاہی میں بلا طلب نہ آوے اور آبادی کے باہر جہاں
حضرت کا خیمہ ہے اس کے قریب اپنی رہائش اختیار کرے۔ بروز حاضری عدالت
فریق مقدمہ کی حیثیت میں پیش ہوکر پیروی کرے تاکہ فیصلہ مقدمہ بے
رووعایت عمل میں آوے۔ شیخ مذکور فرمان شاہی سنکر بہت گھبرایا اور اس کی تعمیل
میں ذاتی خفت خیال کرکے دعویٰ سے دست بردار ہوگیا۔ بموجب طلبی دربار شاہی

جب آپ حجرہ شریف سے دہلی کو روانہ ہوئے تو راستہ میں ایک مقام پر بوقت شب ایک خادم بستر پر آپ کے پاؤں دبا رہا تھا۔ اس نے دیکھا ایک شخص بلند قامت قوی الجثہ مہیب صورت پاؤں کی طرف باادب استادہ ہے اس کو دیکھ کر خادم ڈر گیا اور حضرت سے عرض کیا آپ نے خادم کو فرمایا کھڑا رہنے دو۔ تمکو اس سے کیا تعلق۔ چلا جا اپنے بستر پر آرام کر خادم کہتا ہے میں اٹھ کر اپنے بستر پر آ گیا۔ لیکن اس کے تصور سے نیند کہاں۔ ایک دو مرتبہ اور توجہ دلائی حضرت نے کچھ پرواہ نہ کی۔ صبح جب سب خواب سے بیدار ہوئے تو ہمراہیوں میں اس کا چرچا ہوا حضرت کی خدمت سے اس رات والی صورت کا انکشاف چاہا فرمایا وہ بادشاہ جنییاں تھا اور ہم سے التجا کرتا تھا کہ شاہی دربار میں آپ کو طلب کیا گیا ہے۔ اس سے جو تکلیف لاحق ہوئی ہے اس سبب سے میں اور میرا تمام لشکر بہت غم سے بیتاب ہو گیا ہے۔ اگر حکم ہو تو بادشاہ کا کام تمام کر دیں اور حضور کو اس صعوبت سے فراغت ہو۔ ہم نے باوجود اس کے الحاح کے اجازت نہیں دی۔ اس کو محض توکل خدا پر رخصت کر دیا ہے۔

حضرت نے بعد تصفیہ مقدمہ چند روز دہلی میں قیام فرمایا۔ شہر میں آپ کی تشریف آوری کا بڑا چرچا رہا۔ لوگ جوق در جوق زیارت کے واسطے حاضر ہو کر قدمبوسی کرتے۔ ایک روز خود والیٔ سلطنت معہ ارکان دولت قیامگاہ پر آیا۔ آپ بنور کرامت بادشاہ کی آمد سے مطلع ہو کر خلوت میں تشریف لے گئے۔ بادشاہ نے چند ساعت منتظر رہ کر صاحبزادہ سید نور محمد صاحب کو اطلاع کے واسطے عرض کیا۔ صاحبزادہ نے آ کر اندر دیکھا تو آپ کو موجود نہ پایا۔ بادشاہ مایوس ہو کر بلا زیارت واپس گیا۔ بعد اس کے صاحبزادہ آپ کی تلاش کرنے لگا۔ ناگاہ دیکھا تو قطب صاحب کی لاٹ پر معلق ہوا میں استادہ ہیں۔ قوالوں کو قوالی کا حکم دیا گیا۔ آپ سنکر ہوا سے نیچے اتر آئے۔

قصیدہ در مدح سید شاہ محمد امیر بالا پیر قدس سرہ۔ از مؤلف

سرور و سردار عالم بے نظیر آنکہ کرسی کرسی و عرشش سریر
تاجدار دین و دنیا آمدہ افسر اقطاب پیر دستگیر
صد چو جامی صد چو خسرو صد کمال صد چو حافظ صد چو سعدی صد ظہیر
جملہ ابجد خواں بدرس عشق او اہل عرفاں راست اوستاد کبیر
شمس تبریز است تابے مہراد از سیر مہرش بدر شد بہرہ گیر
چوں بہ برج لامکاں منزل گزید رفت بر اوجِ بقا ماہ منیر
سال ترحیلش دلا باید نوشت عارف۲-۱۱ حق بود سید شاہ امیر

دیگر

مظہر شان خدا شاہ محمد امیر پیرِ پیغمبر نما شاہ محمد امیر
ما حی بد عا تہا شاہ محمد امیر در دمے مشکلکشا شاہ محمد امیر
وارث ملک بقا شیر بوا دیٔ فقر ساقیِ جامِ صفا شاہ محمد امیر
دیدن او یک نظر دیدن حیدر بود مرد بروز غزا شاہ محمد امیر
نوح ملاحش بداں در دم طوفان غم کشتی غرقاب را شاہ محمد امیر
کرد چو عزم سفر بست چو مرداں کمر جانب سیرِ سما شاہ محمد امیر
سال وصالش بگو دور کن او مادہ سر تاج سرِ۱۱۰۲ اولیا شاہ محمد امیر

دیگر

شہے میر محمد تاجِ عشاق نظیرش نیست الاسید مشتاق
دل و جانم بلرزد و زیں سخن نیز کہ با یکتا دوئی را نیست انگیز
دلے شمع و چراغند آں دوا نور ضیائے ہر دو یک باشد نہ دیگر
کہ گوید عاشق و معشوق را دو کہ آں انیست کہ این است ہم او

اگر نورے عیاں گردد ز مشتاق — بود آں لعل ہم ازکان رزاق
اگر عمر است و عبدالقادر اما — دوسہ را چار گفتن بہ کہ یکتا
بصورت گر بود ہر چار گوھر — بمعنی یک نگر از بحث بگذر
بامرے حق جدا ہر چار را گام — جدا صورت جدا قالب جدا نام
دگر رہ چار را چوں درہم آمیخت — زیک درج اند ایں دُرّان شاہوار
بمدح یک بیائید مدح ہر چار — یکے آدم بود نامش نہ بسیار
بداں آں چار را نوری ز لولاک — چہ نسبت خاک را با عالم پاک
اگر آں چار را سِرّی جدا نیست — یکے دیدن یکے گفتن خطا نیست
زہے میرے کہ میر المومنین است — محمدؐ دار رحمت عالمین است
درو اوصاف آبا ہست و اجداد — ازاں میر محمد نام نہاد
زنامِ خود مبارک خلعت ایشان — بدو دا دند چوں دیدند شایاں
زہے اعلیٰ صفت عالی جناب است — ز اعلیٰ شانِ او اعلیٰ خطاب است
شود از نور او خورشید تاباں — چو ذرہ بسیرو پائے شتاباں
زمین و آسماں در زیرِ سایہ — بپائے ہمتش عرش است پایہ
بہشت و دوزخ و لوح و قلم ہم — زا رفع شانِ شان زیرِ قدم ہم
چوں موسیٰ چوں لوائے ہمت افراخت — بجز ارنی ہمہ را پاک انداخت
مگر در دیدہ بودش کحل مازاغ — کہ شد بالا گزیں زیں شاخ وزیں باغ
بجز جاناں نش نامد در نظر ہیچ — بسرے پر دراہے ہیچ در ہیچ
بدید آنرا کہ او ناید بگفتن — شنید آنرا کہ مے شائد نہفتن
دلے راز دروں در دل نہاں داشت — سر موئے زباکس درمیان داشت
کجا دیدہ کسے آنکو بدید است — شنیدن کے تواں آنچہ او شنید است
بریدن کے تواں از غیر با او — رسیدن کے تواں باسیر با او

که سیرش بر تراز افلاک آمد | بزیر پاش هفت افلاک آمد
اگر موسیٰ بگوئے بے عصا نیست | دگر عیسش بخوانی ہم خطا نیست
عصائش سحر ہا را کرد بے نور | عصائے ایں شر در نفس را دور
عصائے او اگر شد اژدہائے | عصائے ایں زدہ صد ہا بلائے
اگر دستش منور چوں قمر شد | عصائیش سبز و نخل پر ثمر شد
کسے گر زیں ثمر ہا بہرہ ور شد | ضعیفے گر خورد گرد و تناور
اگرچہ داد عیسےٰ مردہ را جان | رساند ایں صد دل مردہ بحیواں
سکندر تشنہ ، آب حیا تش | کند قرآبہ داری خور صفاتش
زہے پیر بعالم ماہ تابے | غلط گفتم ماہ از بحرش حبابے
چہ نسبت ماہ را با ایں جمالے | کہ گاہے بدر گردد گاہ ہلائے
پس از دو ہفتہ مے افتد بہ نقصان | ضیائے نور او چوں مہر تاباں
کرایا را کہ در مدحش زند دم | کہ قربش با خدا داند خدا ہم
ثنائے او نویسم تا توانم | بہ تعریفش سخن گفتن ندانم
شہا مشکلکشا بخشش طرا زا | یتیماں پرورا بندہ نوازا
ترا کاریست دایم بخشش وجود | کہ اصلت رحمتہ العالمین بود
با صلش کل شی یرجع آمد | بتو اوصاف ایشاں جمع آمد
بحکم آنکہ مے مندے کرم را | جمعیت دہ پریشاں خاطر مررا
بصد مشکل مرا افتاد کارے | کمند نفس را گشتم شکارے
زنم ہر چند دست و پابنا کام | شود محکم بہر اندام آندام
فتادم در قفس چوں مرغ گستاخ | زنم منقار و پا در تنگ سوراخ
دلے بیروں شدن را راہ ندانم | فرو ماند اندریں تاب و توانم
ز مطلوب دل خود ماندہ مہجور | من زار و نزار افتادہ رنجور

نہ صبرے آنکہ تن اندر دہم من | دیا رائے کہ زد بیروں جہم من
نہ رائے ماندن دردیٔ رہائی | نہ بابِ وصل نہ تاب جدائی
بجائے تنگ شد پرواز من بند | کجا رفتار پا انداز من بند
نہ ہرگے غیر افسوس و نیازے | بجز امید رحمت نیست سازے
نگاہم بر امیدے آنکہ فردے | بیائید برسرم چوں شیر مردے
ز راہ مروتی و لطف و اکرام | رہائے بخشدم زیں قید زیں دام
تو والا گوہرے اعلیٰ خطابت | منم سائل شہا اندر خبابت
تو بہر خستگان چوں مومیائے | رہائی یا ولی اللہ رہائے
خطا کارو جفا در زو بتا ہم | ز ظلم نفس گشتہ رو سیاہم
بدر گاہت فتادہ عذر خواہم | پناہم دہ کہ بے زور و پنا ہم
ز شرم جرم نتوانم زدن دم | ترحم یا ولی اللہ ترحم
چہ کم گردد ز نور چو نتو ماہی | کہ نیمائے بدیں گمراہ راہی
نہ نقصان گردد از رخت تو چیزے | نہ از گنج کرامت یک پشیزے
نہ از خورشید نورت ذرہ کم | زاز بحر صفائت قطرہ نم
نہ یک خوشہ ز خرمن ہائے انبار | نہ برگے زاں گلستان ثمر بار
ز باغِ معرفت برگے مرا دہ | بر آواز الست اندر بلی دہ
ز خورشیدت بیک تاب منور | ز بحر تو بسم یک قطرۂ تر
بیک خوشہ ز خرمن ہائے اسرار | مرا برگے بس است از جہرِ اسفار
بوئے یک گلے زاں باغ پیوست | شوم دیوانہ و شیدا او سرمست
درایم چوں بہ نزہتگاہ عشاق | بسایہ شاہ خوباں سید رزاق
کنم بر آل شاں عمرے تمامی | تحیت صد در و دو صد سلامی
شہا مظلومے و محرومیم بین | ز بخت و طالع بدشومیم بین

کہ عمرم تا چہل نزدیک تر شد مزاجم از طفولیت بتر شد
نیا مداز من الاعیب در عیب زنیکی ام تہی داماں تہی جیب
بعصیاں صرف کر دم عمر بسیار خطا اندر خطا انبار انبار
نکشتم تخم نیکی کان دہد بر نہ در طاعت نہادم بر زمین سر
ز روئے عجز و زاری کو سزا بود نیامد از من ناکارہ اسجود
بحق یاک ساعتے گشتم نہ مشغول بغفلت ضائع کردم وقت مقبول
ز من بے مایہ تر فردے نیامد بریش و جُبہ نامردی نیامد
ز من لب خشک تر در بحر کس نیست چہ غم چو نتو کسے فریاد رس نیست
اگرچہ دل بعصیاں در گرداست ولی امید کرامت نو بنو است
چو خود را من بعصیاں قید دارم ولے حبل المتین امید دارم
زعیوبم میاور بار بر دل شہا ایں رشتہ امید مگسل
تو ابر رحمتے من گلخن زار نبا شد ابر را از نیک و بد عار
چو درباراں بباید پارہ مغنی زبا ریدن نیا مد زو در یغنی
اگر مفلس نہ بودے در جہان کس کرمہائے کریماں را شد عربس
نبودے سقم گر اندر سقیماں چساں ظاہر شدے حکم حکیماں
اگر گمراہ نبودے ہیچ خیلے بعالم کے بدے رسم طفیلے
اگر نائید زراہے پر گناہے کجا دریافتے چو نتو نگاہے
بنو دے گرفتادہ خستہ ماندہ چو من بے ہمت و محروم و راندہ
شہا بے بال و پر بیچارہ ام من ز اصل خویشتن آوارہ ام من
بنام شاہ محبوب حقانی شہ بغداد غوث دو جہانی
بنام لعل کانِ شاہ حیدر بہاء الشیر غازیؒ و قلندر
بخورشید جہاں نور محمدؐ بنور جانِ جان نور محمدؐ

بشمع کبریا ماہ جلالی بشان بو المعالی شاہِ عالی
بتاج و افسرِ شاہِ مقیمی بسیفِ سیفِ رحمان از قدیمی
بنام سید عبداللہ امامی بہ پیری و امیری نیکنامی
بہ تخت آں شہنشاہِ نکو فر بدست شاہ حسین از ابر بر تر
بنام شاہ حضرت سید ہاشم بحق ایں ہمہ اعلیٰ مراسم
بشانِ غوثے و قطبے و پیرے کہ دست جود ازمن وا بگیرے
بدہ دستے کہ تا ایستادہ باشم براہِ فقر پابرہا دہ باشم
بیا مرزاں خطا از بندہ خامی پذیر از من مناجات و سلامی

دیگر

السلام و الصلوٰۃ مرحبا صدتحیت صد ثنا و صد دعا
برہمہ اولاد و آل مصطفےٰ خوشہ ہائے خرمنِ خیر الورا
خاصہ ایشاں کو محی الدینی اند برہمہ باد اسلام دائما
برہمہ طفل وصبی بر ناو پیر صد صلوۃ و صد سلام و صد دعا
السلام از قطرہ باراں فزوں ہم فزوں از دا نہائے ریگہا
السلام از انجم گردوں زیاد بر فزوں از برگ ہر شجر و گیا
اسلام از موئے حیوانات بیش و از حروفِ جملہ مکتو با تہا
السلام از طاعتِ پاکاں زیاد دا ز ہمہ اعداق طوبے باصفا
السلام افزوں ز ذکر قدسیاں ہر کہ ہست از عرش تا تحت الثرا
السلام و الصلوٰۃ تا قیام بر نبی و آل اصحابش تمام
خاصہ بر اولاد پیر دستگیر شاہ بہاول شیر مردے ذو الکرام
خاصہ بر اولاد میراں شاہ مقیم فخر اولاد علی میرِ حام
بادِ باراں رحمت پرور دگار بر سرِ ایشاں ز فضلِ حق مدام

بعد ازیں گوید بصد عجزو نیاز — در جناب حضرتِ عالی مقام
پیر یٰسین شاہ ما مددِ علی — مسندش در حجرہ دارالسلام
در شبستان جناب شاہ مقیم — شمعِ روشن شد و جودش بر دوام
کانِ علم و مظہر جو دو سخاؔ — چوں علی نائب خیر الانام
عاشق ذات خداوند کریم — در مقام راستان دارد قیام
عارفی و محو در ذات احد — مست کردش ساقی کوثر بجام
صد کراماتش ز ذاتش شد صدور — آ گہی دا رند و ہر خاص و عام
ہرچہ گوید از زباں آں میشود — آں زباں در کام سیفِ بے نیام
گر بہ یادسین خوانی بین کہ کیست — گر بہ میم و دال و الست گو کدام
ہر سہ خلف آمد بوصف وصورتش — ہر سہ شمع دین و دنیا لعل فام
اولین عین است بار رحمت علیؒ[1] — دویمی شاہ سعادت شیر[2] گام
سوئمین در شیر مرداں شد امیر[3] — شیر را مرکب نمائید بے لگام
زیں چمن بدمید با فضلِ حسین — نو گل کنداں و سرد خو شخرام
شد کشادہ جملہ درہائے بہشت — شد بحجرہ زد معطر ہر مشام
ہر گل و ہر میوہ باشد از خوشی — برگ و بر تازہ چو محبوب از حمام
تہنیت گو آمدہ بر در ملک — حور پا کو باں شدہ ہر صبح و شام
رنج وغم بر بست رخت از عالمے — طبل شادی کو فتند در ہر مقام
فرحت عیش و نشاط افزا چو عید — پنج نوبت میز وند اندر ایام
ہم محمدؐ تہنیت گو آمدہ — باسر عجزو نیاز از فکرِ خام
لائق و صفت نیائید یک سخن — کن قبول از لطف و رحمت والسلام

دیگر

خوش گوہرے ز درجِ سعادت برآمدہ — آں خادم حسین کہ دار و جمالۂ

بدر جہاں ز رشک رخش در محاق شد — در مہد ناز دیر چو رخشاں ہلالۂ
یا رب بدار تازہ و سر سبز دائما — ایں باغ و باغباں مبارک نہالۂ
سعد اختر لیت از رخِ میموں نیک فال — پیر و زباد حسن جمال و جلالۂ
خوش گلنبے زباغ سیادت شگفتہ شد — بلبل بحیرت است ندیدم مثالۂ
سالِ ولادتش چو بجستند خود بگفت — من خوش گلے زگلبن یٰسین و آلۂ

ایں تہنیت زبندۂ ناقص قبول کرن
شاہا بہ کرم در زی و فضل کمالۂ

حضرت سید محمد امیر بالا پیر کا زمرہ اولیاء اللہ میں بلند مقام تھا۔ غوث روزگار اور قطب مدار تھے۔ آپ کے ارادتمندوں سے صد ہا صاحبِ حال با کمال ولی اللہ پیدا ہوئے۔ آپ کے مرید حضرت شاہ امام بری لطیف جنکا مزار نور پور میں شہر راولپنڈی سے مغرب شمال کی طرف ۶/۵ میل کے فاصلہ پر زیارت گاہ مشہور ہے۔ وہاں ہر سال ہزار ہا زائرین سرحد پشاور و پنجاب سے عرس کے موقعہ پر جمع ہوتے ہیں۔ بڑا شاندار میلہ لگتا ہے۔ اور حضرت سید پیر پیرا شاہ غازی قلندر پیر دمڑیوالہ جنکا مزار گوہر بار حدود ریاست جموں جہلم سے ۸/۷ میل کے فاصلہ پر شمال کی طرف مشہور دربار ہے۔ چنانچہ آپ کا مفصل ذکر ذیل میں درج ہے۔

در ذکر حضرت سید پیر پیرا شاہ غازی قلندر دمڑیوالہ

شیر بیشۂ ولایت شہباز اوج کرامت سعادت و سیادت پناہ حقائق و معارف آگاہ حضرت جناب پیر پیرا شاہ غازی قلندر دمڑیوالہ آنحضرت کا سلسلہ مریدی خاندان عالیہ قادریہ سے اس طرح ملتا ہے۔ آپ سید محمد امیر بالا پیر کے مرید تھے اور وہ فرزند و مرید و سجادہ نشین حضرت سید محمد مقیم ساکن حجرہ شریف کے اور وہ خلیفہ و مرید حضرت سخی جمال اللہ حیات المیر زندہ پیر کے اور وہ مرید حضرت

قطب الاقطاب فرد الاحباب مالک رقاب سید السادات غوث صمدانی محبوب سبحانی قطب ربانی جناب سید شیخ المشائخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے اور حضرت غازی قلندر پیر دمڑیوالہ کو حضرت خضر علیہ السلام سے بھی نسبت باطنی تھی اور انکی صحبت سے بیشمار فیوضات حاصل ہوئے۔

چنانچہ ایک روز کنارہ دریا پر بیٹھ کر تلاوت قرآن شریف کر رہے تھے ناگاہ جست کیا اور نعرہ لگا کر معہ قرآن شریف دریا میں غائب ہو گئے۔ متعلقین اور مریدان باصفا نے دریا میں غوطہ لگا لگا کر بہت تلاش کیا۔ نہایت اضطراب سے ہر طرح جستجو کی۔ لیکن وہ دُرِ مقصود ہاتھ نہ آیا۔ ناچار بہ حسرت و یاس واپس آئے لیکن اسرار باطنی سمجھ کر صبر کیا۔ محبان آنجناب کو جس مقام پر اس آفتاب ولایت نے غروب کیا تھا، دلچسپی تھی۔ قریباً روزمرہ وہاں آمدورفت رکھتے رہے قریبا بارہ سال کے بعد ایک روز اسی وقت وہی مقام جس جگہ سے آپ غائب ہوئے تھے اسی وضع سے وہی قرآن شریف ہاتھ میں لئے ہوئے دریا سے برآمد ہوئے جسم مبارک معہ قرآن شریف بالکل خشک تھا۔ کسی چیز پر پانی کا ذرا اثر نہ تھا۔ حاضرین نے آپ کو شناخت کیا اور قدم بوسی کی۔ سب حیران تھے کہ الٰہی یہ خواب ہے یا عالمِ بیداری فرمایا کہ اتنا عرصہ ہم خضر علیہ السلام کے مہمان تھے۔ اسی واقعہ سے بعض حضرات نے آپ کا خضر علیہ السلام سے ہی تعلق مریدی بتایا ہے۔ بعد اس کے آپ کی حالت میں عجیب تغیر پیدا ہوگیا تنہا مستانہ وار ویرانوں پہاڑوں میں گشت لگاتے اور وحوش اور بہائم آپ کے گرد رہتے۔ سر مبارک کے بال بڑے تھے ذکر اذکار کے وقت جوش قلب اور وجد کی حالت میں جب اسم اللہ زبان پر جاری ہوتا اسوقت تمام سر اور بدن کے بال اٹھ کھڑے ہوتے۔ کلاہ مبارک سر سے گر جاتی اسی وجہ سے آپ اکثر سروپا برہنہ رہا کرتے۔ پاپوش جب پاؤں سے اتارا اگر کسی نے لاکر آگے رکھ دیا تو پہن لیا کرتے ورنہ بحالت استغراق پا برہنہ

ہی چلد یتے۔ ایک مرتبہ سانپ نے پاؤں مبارک سے لپٹ کر کاٹا آپ بے خبر تھے برابر چلتے رہے۔ اس کا سرانگشتان پا میں پھنس کر پارہ پارہ ہوگیا۔

سفر میں ایک مرتبہ آپ کو چلتے چلتے راستہ میں دریا حائل ہوا اور ایک مرد مسافر بھی راستہ میں ہمراہ ہولیا۔ کشتی موجود نہ تھی۔ اللہ اکبر کہہ کر دریا میں چل پڑے ہمراہی مسافر کو فرمایا تو میرا نام لیتا ہوا قدم بقدم چلا آ۔ اس نے ایسا ہی کیا اس کی پنڈلیوں تک پانی تھا۔ جب کنارہ کے قریب آئے تو اس کو خیال پیدا ہوا کہ یہ مرد آپ خدا کا نام لیتا ہے اور مجھ کو اپنا نام لینا ہدایت کرتا ہے۔ چنانچہ اس نے بھی تعمیل ارشاد چھوڑ کر خدا کا نام لینا شروع کیا۔ معاً اس کی گردن تک پانی آ گیا خطرہ ہلاکت جان کا پیدا ہوا تو فریاد کر کے پکارا حضرت نے پھر کر اس کو دیکھا اور فرمایا ابھی میرا نام لینا بھی تجھ کو نہیں آتا اور خدا کا نام کیسے لے سکتا ہے۔

مثنوی محمدیؐ از مؤلف

نام من گفتن نمیدانی ہنور نام ایزد را بباید درد و سوز

نام من گفتن ندانی ایجواں ہاں چہ رانی نام یزدان بر زباں

آں زبان و حلق کو اے مرد راہ کہ بداں یاد آوری نام الہ

نام او گفتن نہ کار چونتویست من بگوئیم نام اوایں لاف نیست

ہرکہ محو نام شد انعام یافت پر توزاں نام برناش تبافت

نام من از عکس نامش نور شد طور بین از نور او مسرور شد

عکس نام اوست در نام بہ بیں کاب بحراز ہستیش شد در زمین

ایں معیت ہست دنے شرک و دوئی ہاں بگو نام کہ سالم میروی

بر زبان تست نامِ من سزائے نام یزداں را سزا شد کام ما

دست خود طالب دہد در دست پیر دست حق در دست او شد دستگیر

ازید اللہ فوق ایدیہم بداں کنیت درد ستش نہاں چوں جسم وجاں
یافت نام قوت از پروردگار ہیں بگو نامم کہ آئے برکنار

اس مرد نے جب نام آنحضرت کا بدستور لینا شروع کیا تو دریا سے بسلامت نکل آیا۔ آپ کو حضرت غوث الاعظم پیر بغداد سے روحانی نسبت تھی براہ کشف دربار غوثیہ سے ارشاد ہوا کہ ایک لاکھ ٹکہ رائج الوقت عقیدتمند مخلص اطراف شہر اور دیہات سے آپ کے واسطے نذر و نیاز مان کر اس کے ذریعہ خداوند تعالیٰ سے اپنی حاجات طلب کیا کریں گے اور مقصود ان کے حاصل ہوں گے۔ عرض کیا مال دنیا سے میرے خلفا و مریدان عیش پرست ہوکر اصلی مقصود سے برطرف ہو جاویں گے۔ اس سے حتر کیا جاوے۔ دوبارہ فرمان ہوا کہ سوا لاکھ دمڑی روزمرہ خدا کے نام پر آپ کے مخلص نیاز نذر دیکر اس کا ثواب تا قیام قیامت آپ کے روح مبارک کو ملا کرے گا چنانچہ دور دراز شہر و امصار میں صدہا لوگ اہل ہنود اور مسلمان حضرت کے نام پر دمڑیاں مانکر حضرت قلندر کے روح مبارک کی وساطت سے ہر مشکل میں حاجات طلب کرتے ہیں اور دلی مقصد کو پاتے ہیں۔

موضع چک ٹھاکرہ دربار شریف کے قریب دامن پہاڑ میں ایک آبادی ہے اس کا نمبردار حضرت غازی قلندر کا خادم تھا۔ ایک روز کسی جگہ سے سفر میں بحالت سواری واپس آتا ہوا ندی سکیتر پر پہنچا۔ یہ ندی متصل سکھ چین پور پہاڑ کی طرف سے آتی ہے۔ اس کا پانی موسم برسات میں بڑا سہمناک اور موجب ہلاکت ہوتا ہے۔ نمبردار مذکور نے چھوٹا پانی سمجھ کر سواری کو اس میں ڈال دیا۔ اوپر سے اور سیلاب آ گیا۔ اس کا عبور دشوار ہوگیا معہ سواری غلطان چلا گیا۔ بحالت اضطراب اس نے حضرت غازی قلندر کا نام مبارک لے کر فریاد کی اور استمداد چاہی اور سواری کو ایڑی لگائی تو قعر آب سے بسلامت ساحل پر آ لگا۔ جب دربار شریف آ کر حضرت کا قدم بوس ہوا اور اپنا حال بیان کرنے لگا۔ حضرت نے فرمایا

فقیر نے تم کو اٹھا کر سیلاب گرداب ہائیل سے باہر نکال دیا تھا۔ تمہاری ایڑی کے نشان ہمارے جسم پر ظاہر ہیں وہ مرد دیکھ کر سرنگوں ہوا۔ اور قدم مبارک کو بوسہ دیا۔ اور ہمیشہ معہ فرزنداں خود خادم رہا۔

ایک جوان جو بادشاہ وقت کا ملازم تھا ایک مرتبہ رخصت لے کر گھر کو آ رہا تھا۔ گھوڑی پر سوار اور قریباً پانصد روپیہ نقد معہ دیگر قیمتی اسباب اس کے ہمراہ تھا۔ راستہ میں غارت گروں نے اس کا مال و اسباب معہ سواری کے لوٹ لیا۔ وہ بحالت زار غازی قلندر کی خدمت میں آیا اور بوجہ شرمندگی اپنے گھر نہ گیا اور خیال ملازمت ترک کر کے حضرت کے حضور میں رہنے کا ارادہ کر لیا اور اپنی سرگزشت کو ظاہر نہ کیا۔ چند روز گزرے تو ایک اور مرد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا بعد قدم بوسی پانصد روپیہ نقد اور ایک قیمتی گھوڑا معہ دیگر اسباب و سلاح کے نذر کیا اور ظاہر کیا کہ ایک سخت مشکل کے وقت میں نے یہ اشیا نذر مانکر بوسیلہ حضور اقدس امداد چاہی۔ مشکلکشائی ہونے پر یہ سب اشیا پیش کرتا ہوں منظور فرمائی جائیں۔ اس وقت حضرت نے اس مرد کو جس کو غارت گروں نے تاراج کیا تھا طلب فرما کر سب اشیاء معہ اسپ اسکو عنایت کیا چنانچہ وہ بامراد اپنے گھر کو گیا۔

ایک مرتبہ آپ بیلہ منادر میں سات سال تک تنہا رہے اور سخت زہد و ریاضت کی وہاں سے نوشہرہ کی طرف رخ کیا۔ اس زمانہ میں حضرت پیر محمد سچیار خلیفہ ارشد حاجی نوشہ گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ بقید حیات تھے۔ حضرت قلندر کی تشریف آوری کی خبر پاکر استقبال کو آئے اور نہایت تعظیم سے ملاقات کی۔ لیکن دل میں خیال کیا شاید یہ مرد بھی کسی باطنی عقدہ کشائی کے واسطے ہماری طرف رجوع لایا ہو۔ حضرت غازی قلندر بنور باطن اس خیال سے مطلع ہوئے اور فرمایا ایسا خیال مت کرو۔ فقیر کو تم سے کسی قسم کی حاجت نہیں۔ صرف ہمنامی کی وجہ سے ملاقات کو چلا آیا۔ بلکہ بروز قیامت دیکھ لینا۔ اس سرو پا برہنہ کی چوٹی تم سے

تین انگشت بلند ہوگی۔ یہ سن کر حضرت چیار نے معافی طلب کی اور ایک دوسرے سے رخصت ہوئے۔

ایک مرتبہ حضرت جناب سید کھیوا امام جو حضرت میراں بہاول شیر قلندر کی اولاد اور جناب سید شاہ محمد امیر بالا پیر کے مرید تھے۔ سیر کرتے ہوئے اس نواح میں وارد ہوئے۔لوگوں سے دریافت کیا۔ اس سرزمین میں کوئی مرد با کمال اہل باطن ہے۔ لوگوں نے حضرت غازی قلندر کا نشان بتلایا۔امام صاحب نے ایک ہمراہی خادم کو حضرت کی خدمت میں بھیج کر یہ امر دریافت کرنا چاہا کہ آپ کو کس سلسلہ میں اور کس مرد سے تعلق مریدی ہے۔ خادم آیا لیکن بسبب ہیبت قلندرانہ قریب حضرت کے جاکر کلام کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ دور سے کھڑا ہو کر دریافت کیا۔ حضرت قلندر سر بزانو مراقبہ میں تھے جواب نہ دیا۔ خادم واپس گیا۔ امام صاحب نے دوسرے خادم کو بھیجا وہ بھی اسی طرح واپس آ گیا۔ آخرالامر خود امام صاحب تشریف لائے دیکھا تو حضرت غازی قلندر سر بزانو مراقبہ میں ہیں۔ نزدیک آ کر آواز دی لیکن حضرت نے زانو سے سر نہ اٹھایا۔ امام صاحب نے آپ کے دوش مبارک پر ہاتھ رکھا۔ غازی قلندر نے سر مبارک کو اٹھا کر امام صاحب کی طرف دیکھ کر فرمایا جس کا کھیوا اسی کا پیر قدس سرہ تب امام صاحب نے معلوم کیا کہ آپ ہمارے پیر بھائی ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت صاجبزادہ محمد سعید فرزند نوشہ حاجی گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ بقصد سیر اس طرف تشریف لائے بہت سوار اور پیادہ آپ کے ہمراہ تھے۔غرض بڑی شان وشوکت سے انکی آمد تھی جب اس نواح میں وارد ہوئے لوگوں سے دریافت کیا۔ یہاں کوئی صاحب کمال اہل باطن مرد بھی ہے سب نے حضرت غازی قلندر کا نشان بتلایا۔ صاجبزادہ صاحب حضرت کے اوصاف سنکر با ادب خلوص دل سے پیادہ چل کر نہایت تعظیم سے روبرو آ کر دست بستہ کھڑے ہوگئے۔ حضرت کو

صاحبزادہ صاحب کا انکسار پسند آیا۔ جوش سے فرمایا اے سعید کیا چاہتا ہے۔ عرض کیا شوق اس مختصر عرض پر خوشنود ہوکر فرمایا۔ شوق کا لفظ تیری زبان پر آیا اور تیری زبان کیوں نہ جل گئی۔ فرمایا دیکھ ہم نے دریائے شوق میں غوطہ زنی کی اور اس کا سیلاب سر سے گذر گیا۔ اس کلام کی تاثیر سے آتش شوق سے صاحبزادہ کی حالت میں تغیر آ گیا۔ ماسوائے اللہ کا نقش دل سے محو ہوگیا۔ وہ سامان عیش تمام وہ سواری عماری یک لخت چھوڑ کر لباس فاخرہ اتار صرف ایک چادر بدن پر لے کر واپس چلے گئے۔ گوشہ تنہائی میں یاد حق میں مشغول ہوکر شب و روز عبادت اور ریاضت شاقہ میں بسر کرتے۔ قائم للیل صائم الدھر بن گئے۔ زرد رنگ ضعیف البدن سراسر درد اور شوق کی تصویر غازی قلندر کی ایک نگاہ سے واصل ہو گئے۔ شعر

زہے رہبر رہبران خوشخرام ۔۔۔ کہ شاہان عالم بہ پیشش غلام

جب نادر شاہ بادشاہ ایران نے ہندوستان پر فوج کشی کر کے دہلی کو فتح کر لیا۔ شہر میں داخل ہو کر شمشیر برہنہ ہاتھ میں لے کر محمد شاہ بادشاہ کے قتل کا ارادہ کیا۔ اس وقت حضرت غازی قلندر علاقہ میر پور متصل موضع ملوٹ میں ایک چوٹی پہاڑ پر جو آپ کی نشست گاہ مشہور ہے، تشریف رکھتے تھے۔ حضرت کو از راہ کشف یہ واقعہ پیش نظر تھا ناگاہ اٹھ کر بڑے جوش سے فرمایا۔ خبردار خلیفہ کو مت مارنا۔ مگر فرما کر اپنے مقام پر بیٹھ گئے۔ حاضرین تعجب میں تھے کہ یہ کیا اسرار ہے۔ لیکن کسی کو دریافت کرنے کی جرأت نہ تھی۔ جب محمد شاہ کی جان بچ گئی اور واقعہ دہلی کی خبر اطراف عالم میں مشہور ہوگئی۔ اس وقت حاضرین مجلس جو اس حال سے واقف تھے اور ان کو وہ فرمان حضرت کا اور وہ روز اور وقت یاد تھا۔ تب ان کو معلوم ہوا کہ حضرت کا فرمان محمد شاہ کی حفاظت کے واسطے تھا۔ محمد شاہ کو بھی اس وقت حضرت غازی قلندر کی صورت مبارک نظر آئی کہ ایک فقیر اس شکل اور وضع کا حاضر ہوا جس نے میری جان کو بچایا۔ لوگوں سے دریافت کرتا کہ ایسی

صورت کا کوئی مرد اس ملک میں ہو تو اس کا پتہ دیں۔ آخر کار جب نشان ملا تو بڑے شوق سے بارادہ زیارت آیا۔ لیکن حضرت کوہستان میں تنہا نکل گئے اور ملاقات کرنا منظور نہ کیا۔

شہر میر پور میں ایک درزی حضرت قلندر کا محب تھا۔ ہر سال بروز عید پارچات تیار کر کے آپ کو پہنایا کرتا۔ ایک سال عید کے موقعہ پر وہ دہلی میں تھا۔ لیکن حسب معمول پارچات تیار کر کے اپنے گھر میں عورت کو دے گیا تھا کہ بروز عید حضرت کی نذر کرے۔ عید گاہ دہلی میں بروز عید جب لوگ نماز میں مشغول تھے وہ درزی بھی وہاں موجود تھا۔ اس نے حضرت کو بھی نماز عید میں شامل دیکھا بعد فراغت نماز اس نے آپ کی قدمبوسی کی اور کچھ خدمت کرنی چاہی لیکن اس کی نظر سے غائب ہو گئے۔ جب واپس میر پور گھر میں آیا وہ پارچات عورت سے طلب کئے۔ چاہا کہ خود پیش کرے عورت نے جواب دیا کہ حسب دستور بروز عید اس نے حضرت کو وہ پوشاک نذر کر دی تھی۔ درزی نے اس کی بات کو غلط سمجھا۔ چونکہ آپ کی وہ بروز عید دہلی میں زیارت کر چکا تھا۔ سمجھا کہ کسی دوسرے آدمی کو غلطی سے پارچات پہنائے گئے ہیں۔ دونوں میاں بیوی کا باہم تکرار ہو رہا تھا کہ حضرت معاً تشریف لے آئے آپ نے دونوں کو سچا قرار دیکر نزاع کا فیصلہ کر دیا۔

ایک روز آں حضرت اس درزی کے مکان کی چھت پر تشریف رکھتے تھے۔ آپ کی زیارت کے واسطے مردمان جوق در جوق آتے گئے اور چھت پر ہجوم مردمان جمع ہو گیا۔ میاں درزی کی زوجہ اندر مکان کے کھانا پکانے کا انتظام کر رہی تھی۔ اس نے دل میں خیال کیا یا آہستہ زبان سے کہا ہو۔ آج یہ چھت بوجہ گرانی مجمع کثیر گر جائے گا۔ آں حضرت نے اس کے خیال سے مطلع ہو کر بآواز بلند اس کو فرمایا تسلی رکھ یہ چھت ہرگز اس طرح نہیں گریگا۔ جب تک خود بخود اس کو نہ گرایا جاویگا۔ چنانچہ تادم تحریر ہذا وہ چھت بدستور قائم ہے۔ خود مالک اگر اپنی خوشی

سے گرا کر کوئی جدید طرز تعمیر کر لیوے تو اور بات ہے۔

ایک رات کنارہ دریا پر سیر کر رہے تھے۔ گذر گٹالیاں پر ایک ملاح کا نام لے کر آواز دی اور فرمایا کشتی لاؤ۔ ملاح حضرت کی آواز کو پہچان کر جلد بہ تعمیل ارشاد کشتی تیار کر کنارہ دریا پر لے آیا۔ لیکن آپ کو وہاں موجود نہ پا کر حیرت میں تھا کہ اچانک دوسرے کنارہ سے وہی آواز پہنچی کہ جلدی کشتی لاؤ اُسی وقت سرعت سے وہ دوسرے کنارہ پر کشتی لے آیا آ کر ادھر ادھر سراسیمہ آپ کو تلاش کرنے لگا کہ سہ بارہ دریا پار سے آواز آئی۔ ارے جلد کشتی لا۔ اس عقیدتمند ملاح نے سہ بارہ کشتی کو پار لیجا کر کنارہ دریا پر کھڑا کیا اور آنحضرت کو وہاں موجود پر کر قدم بوس ہوا اور عرض کیا کشتی حاضر ہے۔ حضرت نے کشی پر کھڑے ہو کر فرمایا فقیر کو کشتی کی ضرورت نہ تھی۔ صرف تمہاری آزمائش منظور تھی۔ یاد رکھ جب تک تیری اولاد فقرائی اس خاندان کی تعظیم اور ادب ملحوظ رکھے گی اس گذر پر کشتی کبھی غرق نہ ہوگی۔ تادم حال ایسا ہی ظہور میں آیا۔ تاہنوز ملاحاں گذر گٹالیاں جب کوئی جدید کشتی تیار کرتے ہیں تو کسی خلیفہ دربار قلندری کو لے جا کر اس کشتی پر تبرکاً سوار کرتے ہیں اور اس سے دعا کراتے ہیں اور حتی المقدور دربار شریف کی خدمت کرتے ہیں۔

آپ کی نشستگاہیں

متعدد مقامات پر حضرت کی نشستگاہیں مشہور ہیں۔ مریدان و معتقدان سلسلہ انکی تعظیم کرتے ہیں۔ میر پور شہر سے شمال کی طرف قریباً چار میل دامن پہاڑ میں متصل موضع ملوٹ آپ کی نشستگاہ ہے۔ یہاں عرصہ دراز تک قیام فرما کر ریاضت اور مجاہدہ کیا اور روحانی مدارج کو طے کرتے ہوئے انتہائی مراتب تک پہنچے۔ اس وجہ سے اس جگہ کے ساتھ آپ کو خاص تعلق تھا۔ چنانچہ آپ کا ارشاد

ہے کہ کوئی محبّ معتقد فقیر مشکل کے وقت یہاں آ کر امداد کے واسطے فقیر کو طلب کریگا تو ہم اسکی اعانت کریں گے۔ آنخضرت کی وفات کے بعد اس سرزمین کو خدا نے برکت ویمن آپ کے بڑے بڑے اہل اللہ کا مسکن بنایا۔ اس نواح میں متعدد مزارات اہل اللہ سے وہ خطہ انوار تجلیات روحانی کا مورد بن گیا زائرین کو ہر قسم کا فیض ملتا ہے۔

دوسری نشستگاہ دربار شریف سے شمال کی طرف بقدر ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر چوٹی پہاڑ مشہور ہے۔ ایک روز اس طرف آپکا گزر ہوا۔ وہاں ایک پڑی کلاں صاف دراز دیکھی ایک سرا اس کا بشکل محراب تھا۔ اس پتھر کو خطاب کیا اور فرمایا کھڑا ہو جا۔ بمجرد فرمان آپ کے اس کا نصف حصہ استادہ ہوگیا جس سے تکیہ لگا لیا اور عرصہ دراز تک اس جگہ آپ نے نشست اختیار کی۔ تا ہنوز وہ نصف حصہ پڑی استادہ اور نصف حصہ دوسرا زمین پر موجود ہے۔ حضرت کی پشت مبارک اور دیگر اعضا کے نشانات پائے جاتے ہیں۔ مؤلف کتاب ہذا نے اس کے اطراف میں پختہ چار دیواری تعمیر کرا دی ہے۔

تیسری نشستگاہ احاطہ خاص دربار کھڑی میں زیر درخت شیشم تھی۔ درخت جب خشک ہوگیا تو میاں بہاول بخش صاحب سجادہ نشین دربار نے اس کو کٹوا کر مسجد کی تعمیر میں لگا لیا۔

چہارم نشستگاہ حدود رہتاس میں موضع ملدی کے قریب مشہور ہے اس نواح کے باشندگان اس کی تعظیم کرتے اور چراغ جلاتے ہیں۔ ایک روز آپ وہاں بیٹھے تھے ایک عورت موضع ملدی کی آپ کے واسطے دودھ گرم لائی۔ وہ عورت اپنے مکان کی دیواروں کو لیپ رہی تھی۔ آتے ہی دودھ دیکر کہنے لگی جلدی دودھ نوش فرمادیں اس کو خیال تھا کہ جلدی جا کر اپنا کام کرے۔ اس کے اصرار پر جب آپ نے دودھ پینا شروع کیا جو بہت گرم تھا۔ لب مبارک کو سوزش

محسوس ہوئی۔ دودھ پینا چھوڑ دیا۔ اور فرمایا ۔

ملدی کہندیں نہ ٹھیری لی بیہلیاں رہن کواریاں مرن مسوہی

جیسا آں حضرت کی زبان مبارک سے نکلا اسی طرح ہوا اس موضع کی دیواروں سے پلستر جلد گر جاتا ہے اور جوان مرگی بھی ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ سیر کشمیر سے واپس آتے ہوئے میر پور شہر کے قریب موضع جبوٹ کی حد میں زیر سایہ درخت آرام فرمایا۔ ایک مرد راجپوت باشندہ موضع مذکور خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اجازت ہو تو طعام حاضر کروں۔ فرمایا نان باجرہ اور ساگ لادے بہ تعمیل ارشاد اس نے کھانے کا انتظام کیا۔ اسی آبادی میں ایک آدمی اس کا ہم قوم مالدار تھا۔ وہ یہ سنکر آپ کے واسطے مکلّف طعام تیار کروا کر لے آیا۔ دیکھا تو آنحضرت اس غریب میزبان کی نان باجرہ اور ساگ کو تناول فرما رہے ہیں اور دوسرے مرد کے گوناگوں کھانے کی طرف رغبت نہیں کرتے۔ اس نے عرض کیا حضور یہ کھانا حضرت کے واسطے لایا ہوں اس کو تناول فرمائیں۔ یہ سنکر آپ نے نان باجرہ اور ساگ جس کو تناول فرما رہے تھے ایک ہاتھ میں لیا اور دوسرے ہاتھ میں اس دوسرے مرد کا مکلّف کھانا لے کر دونوں ہاتھوں سے دبایا۔ کھانے اول سے دودھ اور دوسرے سے خون جاری ہوگیا۔ یہ دیکھ کر اس مالدار مرد کو فرمایا ہم کو خون خلق اللہ کھلانا چاہتا ہے وہ شرمندہ ہو کر چلا گیا اس غریب مرد کو خدا نے حضرت کی توجہ سے بڑا مالدار اور صاحب اولاد کیا۔ چنانچہ موضع مذکور میں تا حال اسی کی اولاد آباد ہے اور تقریباً سب خوشحال ہیں اور سب معتقد اور خادمانِ دربار ہیں۔ دوسرے مالدار کا نام ونشان باقی نہیں رہا۔

ایک روز کنارہ آب گنگ پر حجام سے حجامت بنوا رہے تھے۔ ابھی حجامت ناتمام تھی کہ حجام کی نظر سے غائب ہوگئے۔ وہ ایک ساعت تک متحیر رہا تو معاً اسی جگہ آپ کو موجود پایا۔ لیکن آپ کے پارچات معہ جسم مبارک پانی سے

تر تھے۔ حجام کو فرمایا حجامت باقی ختم کر۔ حجام نے جب حجامت سے فراغت پائی اس وقت نہایت عاجزانہ التماس کرکے اس راز کا انکشاف چاہا۔ فرمایا کہ ایک سوداگر مال و اسباب لے کر جہاز پر جا رہا تھا۔ سمندر کے تلاطم سے اس کا جہاز قریب تھا کہ غرق ہو۔ اس نے فقیر کو اپنی امداد کے واسطے بلایا اور دمڑیاں نیاز نذر مانی اس کے جہاز کو خدا کے حکم سے بچالیا گیا اور ساحل پر پہنچا کر آئے۔ یہ فرما کر اس کی نظر سے غائب ہوگئے حجام اس زبردست کرامت کو دیکھ کر آپ کی حجامت کے بال مبارک اور ناخن ایک جگہ دفن کرکے تمام تعلقات دنیاوی کو چھوڑ کر وہاں بیٹھ گیا۔ اور وہ مقام زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

سردی کا موسم تھا۔ ایک روز ایک زمیندار کو فرمایا خربوزہ لاؤ اس نے عرض کیا موسم زمستان میں خربوزہ کہاں۔ فرمایا کسی زمین میں تلاش کرو۔ وہ بموجب ارشاد کھیت میں گشت کرنے لگا۔ دیکھا ایک زمین میں خوش رنگ خوشبودار خربوزے بکثرت موجود ہیں۔ جس قدر اس سے ممکن تھا اٹھا لایا اور حضرت کے پیش نظر رکھے۔

دیگر: راجپوت خاندان کے ایک شخص مرزا نام سکنہ ملوٹ گردش زمانہ سے نہایت مفلس ناداری کی وجہ سے گداگری کیا کرتا تھا۔ ایک روز حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور ارادت سے قدم بوسی کی۔ آپ اس کے خاندان سے واقف تھے اس کی خستہ حالی پر رحم آ گیا فرمایا مرزا ادھر آؤ ہمراہ لے کر ایک زمین کی طرف لے گئے اور فرمایا اس جگہ اصطبل بنانا اور دوسری جگہ انبار ہائے غلہ۔ ایک جگہ خزانہ ایک جگہ حرم سرائے دوسری جگہ دیوان خانہ غرض علیحدہ علیحدہ جگہ ہر ایک ضرورت کے واسطے فرماتے جاتے۔ مرزا حضرت کے فرمان کو سنتا اور دل میں تعجب کرتا تھا کہ میرے جیسے نادار کو یہ سامان کہاں سے میسر آ سکتا ہے۔ چند روز بعد بادشاہ وقت نے اس کو ملازمت بخشی اور خاندانی لحاظ سے معزز عہدہ پر ممتاز کیا۔ چند

عرصہ میں بیشمار مال و زر اس کے پاس جمع اور ہر ایک سامان امیری مہیا ہو گیا۔ غرض جس جس جگہ پر حضرت نے فرمان کیا اور نشان بتلایا تھا۔ اسی طرح زمین میں ظہور پذیر ہوا۔

ایک مرتبہ جب مرزا مذکور بعد حصول رخصت اپنے گھر پر آیا یہ مزار دیوان حاجی عبداللہ صاحب بشندور والی کے خاندان کا مرید تھا۔ اس کے پیر صاحب بھی مرزا کے گھر پر تشریف لائے خاندان صاحبزادگان بشندور والہ کا لقب صاحب ہے ان میں سے ایک صاحب جب تشریف لائے تو ہمراہیوں کی ان کے ساتھ بڑی جمعیت تھی۔ مرزا ان کی خدمت میں مشغول تھا۔ ناگاہ حضرت غازی پیر دمڑیوالہ صاحب بھی بطور سیر اس طرف تشریف لائے۔ آبادی کے باہر ایک مقام پر ٹھہر کر ایک ملازم کو بھیج کر مرزا کو طلب فرمایا۔ ملازم نے جب اُس کو آنحضرت کا ارشاد طلبی سنایا تو مرزا نے عرض کیا جا کر عرض کرو طعام تیار ہے صاحبان کو کھانا کھلا کر حاضر ہوتا ہوں۔ ملازم نے آ کر جب مرزا کا جواب حضرت کو سنایا یہ سن کر آپ کو جلال آ گیا۔ فرمایا طعام پیرا کا اور کھائیں مرزا صاحبان۔ کس طرح کھا سکتے ہیں واپس لیا جاوے گا یہ فرما کر آپ رخصت ہو گئے۔ چند ہی عرصہ میں مرزا خستہ حال ملازمت سے برطرف ہو گیا۔ غرض جیسا پہلے اس کا حال تھا ویسا ہی ہو گیا۔

دیگر: موضع سموال علاقہ کھڑی ابتداء میں بڑا بارونق قصبہ تھا۔ جس کے آثار قدیمہ کے علاوہ ایک مسجد شاہی اب تک موجود ہے۔ راجہ سرخرو خان قوم چب راجپوت اس نواح کا حکمران تھا۔ نہایت نیکدل فرمانروا تھا۔ حافظ برخوردار صاحب باغانوالہ کا معتقد اور مرید تھا۔ ایک روز راجہ سرخرو خان نے اپنے پیر حافظ صاحب سے عرض کیا مجھ کو حج بیت اللہ کا شوق دامن گیر ہے۔ اگر اجازت ہو امسال فریضہ حج ادا کروں فرمایا تیری عدم موجودگی میں رعایا کا نگراں حال کوئی

نہیں۔ تیری مرضی ہو تو اسی جگہ سے تم کو زیارت بیت اللہ کرا دی جائے۔ عرض کیا
حضرت لوازمات سفر سیر جہاز اور نظارہ ہائے دلکش بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔ بروز حج
فرمایا راجہ ہمارے رو برو آ کر جس پتھر پر ہم نے وضو کیا ہے اس کو اٹھا کر دیکھ۔
جب راجہ نے دیکھا تو خود کو دوش بدوش حاجیاں حرم بیت اللہ میں شامل پا کر
ارکان حج بجا لایا اور جہاز میں بیٹھ کر سمندر کے تلاطم کا نظارہ کر رہا ہے۔ فرمایا
سب دیکھ لیا۔ اب پتھر ہاتھ سے رکھ دو۔ اس نے پتھر کو زمین پر رکھ دیا تو اسی وقت
اپنے اصلی مقام پر حضرت پیر کی خدمت میں خود کو حاضر پا کر محو حیرت ہو گیا۔ قدم
بوسی کی۔ شکرانہ بجا لایا۔ پیر صاحب کی کرامت پر یقین واثق ہو گیا۔ راجہ کا کوئی
فرزند نرینہ نہ تھا۔ اس کی یہ دلی آرزو تھی کہ کوئی وارث میرا پیدا ہو۔ اپنے مرشد
صاحب سے بھی اس کی یہی آرزو رہتی۔ بلکہ اور باخدا لوگوں سے بھی ہر جگہ طالب
دعا ہوتا۔ ہزاروں نذر و نیاز مانتا۔ لیکن تقدیر ایزدی سے اس کی وہ مراد بر نہ آتی۔
ایک روز حضرت غازی قلندر کے حضور میں حاضر ہو کر اپنی عرضداشت کی اور
نہایت عجز سے طالب دعا ہوا۔ فرمایا کیا تیرا مرشد تیری امداد سے قاصر ہے۔ اگر
فی الواقعہ ایسا ہی ہے تو اس کی مریدی ترک کر کے ہمارے خادموں میں داخل ہو
جا اور دیکھ کہ تیرے دل کی مراد ملتی ہے یا نہیں۔ یہ فرما کر راجہ کا ہاتھ پکڑا اور کنار
آب پر لا کر فرمایا اس میں بغور دیکھ۔ راجہ نے جب نظر کی دیکھا بہت خورد سال
طفلاں وہاں اچھلتے کودتے بازی کناں دکھائی دئے۔ فرمایا راجہ ان بچوں سے جس
کو تو پسند کرے وہی تیرا فرزند ہو۔ راجہ دیکھ کر حیران اور خاموش ہو گیا اور دل میں
خیال پیدا ہوا کہ شاید تقدیر الٰہی سے میری اولاد میں پیدا ہوں گے۔ اگر ایسا ہے تو
مجھ کو نا امید نہ ہونا چاہیے بعد تامل عرض کیا یا حضرت اگر تقدیر ایزدی نے کوئی لڑکا
میرے واسطے لکھا ہے تو مجھ کو دلایا جائے۔ اگر کوئی نہیں تو آپ سے بھی ملنا مشکل
ہے اور پیرو مرشد سے روگردانی موجب خسر الدنیا و آخرۃ ہے۔ یہ جواب راجہ کا

سن کر حضرت غازی قلندر کو جوش اور جلال آ گیا فرمایا اگر تیرے مقسوم میں لکھا بھی ہوا تو فقیر اس کو محو کرا سکتا ہے۔ اور نہ لکھا ہو تو لکھ سکتا ہے۔ جو تحریر کنندہ اس وقت تھا۔ اب بھی وہی ہے۔ اس کلام میں نہایت دقیق رمز ہے کہ اس کی خوشبو سے دماغ اہل معنی معطر ہیں اور اہل ظاہر کو اس سے انکار:

مثنوی محمدیؐ

از لب منصور انا الحق بداں　　من خدائم گفت عطار آں زماں
بشنوید از بایزید ایں خوش سخن　　کہ منم سبحان و اعظم شان من
قم باذنی گفت شاہ شمسِ دین　　شیخ سرمد نیز رفتہ ہمبرین
پیر مارا بود حالے ہچو شان　　ایں ہمہ گفتن از ایشاں حق بداں

اور فرمایا "بالن والے جاسیں جل بل بالن ہوسیں"۔ باغانوالہ کو بالن والہ فرمایا۔ حافظ برخوردار راجہ سرخروخاں کے پیر صاحب کا مسکن باغانوالہ ضلع گجرات میں ہے۔ حضرت قلندر صاحب نے غضب سے اس کو بالن والا فرمایا اور دو سنگریزہ زمین سے اٹھا کر ایک دائیں دوسرا بائیں طرف پھینکا۔ اور فرمایا ایک عرصہ دراز تک سموال کی بیخ اڑا دی گئی۔ یہ فرمانا تھا کہ سموال کی آبادی کو آگ لگ گئی۔ شعلہ ہائے آتشیں ہر طرف سے بلند ہو گئے۔ چند عرصہ میں تمام آبادی جل کر راکھ ہو گئی۔ چنانچہ راجہ کے جسم میں بھی ایک سوزش اور تپش پیدا ہو گئی۔ ہر وقت بے چین بیقرار تھا۔ اپنے پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر ماجرا بیان کیا۔ حافظ صاحب نے حضرت شاہ دولہ صاحب سے استمداد اور حمایت طلب کی۔ شاہ دولہ صاحب اور حافظ صاحب نے عالم ارواح میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر بھی راجہ کی سفارش کی۔ لیکن حضرت غازی قلندر کا قرب وصال منتہائے مقام تک تھا برخلاف ان کے کچھ شنوائی نہ ہو سکی۔ ارشاد ہوا کہ

راجہ نہایت انکساری سے غازی قلندر کے حضور میں حاضر ہو کر طلب گار معافی ہو۔ آخر ایسا ہی ہوا۔ حضرت نے اس کی عاجزانہ التجا پر معافی دیکر فرمایا جاؤ تیری سوزش بدن اور تیرے شہر کو امان بخشا۔ جب تک راجہ سرخرو رہے گا۔ سموال میں امن ہوگا۔ ''فرمایا سموال سرخرو نال'' بعد اس کے اینٹ سے اینٹ جدا ہوگئی۔ تمہاری قبر بھی سموال میں نہ ہوگی۔ چنانچہ جب راجہ سرخرو خان نے انتقال کیا تو قبر ان کی اور ان کی اہلیہ کی موضع اورنگ آباد متصل مسجد بطرف جنوب مشرقی ہوئی۔

روایت ہے بعد وفات راجہ کے ہر سال سموال میں آگ لگ جاتی اور آبادی کو نقصان پہنچتا۔ چند مدت یہی حال رہا۔ جب راجہ بندو خاں نے عنان حکومت کو ہاتھ میں لی۔ یہ راجہ خدا ترس، رعایا پرور، محب فقرا تھا۔ حضرت غازی قلندر پیر دمڑیوالہ صاحب کے دربار کی خدمت بجالاتا۔ حضرت کے مزار مبارک پر سلام کو حاضر ہوتا۔ ہر سال دو مرتبہ حضرت غازی کا عرس کیا کرتا۔ دو نقارہ ہائے مسے موجودہ جو بروز جمعرات دربار شریف پر بجائے جاتے ہیں یہ بھی راجہ بندو خاں کی یادگار ہیں۔ راجہ مذکور اس امر کا خواہشمند تھا کہ موضع سموال جو میرے آباد اجداد کا مسکن ہے از سرنو آباد ہو اور غضب مردان خدا کے اثر سے محفوظ۔ اتفاقاً حضرت حافظ محمد مقیم صاحب اپنے وطن سے کسی طرح آوارہ ہو کر علاقہ سموال میں تشریف لائے۔ جب حافظ صاحب کو معلوم ہوا کہ موضع پر غازی قلندر کے غضب کا اثر ہے حافظ صاحب دربار شریف تشریف لائے اور حضرت کے مزار مقدس پر مراقبہ کیا۔ سموال میں سکونت کرنے کی اجازت طلب کی۔ ارشاد ہوا کہ تمہارے سوا اور شخص کوئی وہاں سکونت نہ رکھے گا۔ دوبارہ حافظ صاحب نے عرض کیا کہ میں تنہا رہ کر وہاں کس طرح بسر کر سکوں گا۔ ہر قسم کے آدمی جب تک آباد نہ ہوں گے مشکل ہوگی۔ اس پر حکم ہوا جس شخص کو تم چاہو آباد کرو تمہاری خاطر سے اجازت عام ہے مگر سرخرو خان کی قوم وہاں آباد نہ ہو

سکے گی اور عالم رویا میں سجادہ نشین دربار کو غازی قلندر کا ارشاد ہوا کہ ہر ہفتہ میں ایک بار شیر وغیرہ حافظ صاحب کو پہنچا دیا کرو۔ چنانچہ یہ معمول مدت تک جاری رہا۔ جب حافظ صاحب کے خاندان میں مال بکثرت ہوگیا اور ہر طرح سے خیرو برکت جاری ہوگئی اس وقت سے وہ دستور بند کیا گیا۔ ایک روز ایک چرواہا بکریاں چراتا چلا جاتا تھا۔ حضرت نے اس کو دیکھ کر فرمایا چرواہے دودھ لاؤ۔ عرض کیا حضرت گھر سے دودھ دوہ کر بکریاں لایا ہوں۔ اب دودھ کچھ نہیں ہے یہ جواب دے کر بے پرواہ چلا گیا۔ اس وقت معہ مال وہ چرواہا گم ہوگیا۔ ہر چند اس کے متعلقین نے اس کی تلاش کی پتہ نہ ملا ہر طرف تگ و دو کیا۔ اہل اللہ سے دعائیں کراتے کسی جگہ سراغ نہ پایا۔ حیران تھے جب ۶ ماہ بقولے ۹ ماہ گذر گئے بالکل مایوس ہوگئے۔ ایک روز چند مرد حضرت مونگا صاحب ولی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طلب استمداد کیا۔ حضرت مونگا صاحب نے حضرت قلندر کے حضور میں سفارش کی۔ آپ نے ان کی فرمائش پر فرمایا۔ آج بوقت شام چرواہا معہ مال گھر واپس آجائے گا۔ یہ سنکر تمام اہل دہ منتظر تھے۔ قریب شام جب چرواہا معہ مال دور سے آتا ہوا نظر آیا لوگ خوشی سے دوڑ کر اس کے استقبال کو آئے ہر ایک آدمی سراسیمہ اس سے اس کا حال دریافت کرتا کہ تم کہاں تھے اور یہ کیا معاملہ تھا۔ چرواہا ان کی باتیں سن کر حیران اور متعجب ہوتا اور کہتا تم کو کیا ہوگیا۔ میں تو حسب معمول ٹھیک اپنے وقت پر پہنچا کسی قسم کا توقف تاخیر نہیں کیا۔ باہم ایک دوسرے کی گفتگو سے حیران تھے۔ آخر کسی نے اس کو کہا کہ تم اپنے بال اور ناخن کو دیکھو چھ یا نو ماہ بعد تم آج آئے یہ بتلاؤ کہ کہاں تھے اس نے سب کو یک زبان ایسا کہتے سنا اور اپنے بال اور ناخن کو دیکھا ان کی بات کا یقین آگیا۔ چند مردان کو ہمراہ لے کر حضرت پیرا غازی قلندر کے حضور میں حاضر ہو کر طلبگار معافی ہوا۔ اس کرامت کا شہرہ دور دراز اطراف میں پھیل گیا۔ اس کے مرنے کے بعد

اس کی اولاد اور ورثا ایک بکرا ہر سال خادمان حضرت کو نذر دیا کرتے۔ یہ کرامت حضرت کی اس کرامت کا مشابہ ہے جب حضرت غوث الاعظم محی الدین گیلانی قدس سرہ نے ایک بادشاہ کو معہ افواج سرنگون پیالہ کے نیچے پوشیدہ کر دیا تھا۔ اور بحکم روحانیت حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رہائی بخشی۔

از مؤلف

ایں چنیں کارے زمرداں سہل داں — در قیاس تو اگرچہ مشکل است
در شب معراج حضرت دل دہد — آنکہ اہل دیدہ و اہل دل است
ہمچو مرد طفل زایا بد سزائے — ہرکہ زیں حالات منکر غافل است

روایت ہے حضرت قلندر غازی حقہ تمباکو پیا کرتے تھے۔ حقہ کا دھواں ایک طرف سے نکالا کرتے جس سے ایک موچھ شریف کی رنگت برنگ حنا مشابہ ہوگئی تھی۔

از مؤلف

دود تمباکو بنود آنکہ بر آمد از و — از جگر سوختہ آہ چو دود آمدی
از پئے روپوش عام کردہ تماکوش نام — ورنہ ازاں دود او بوئ چو عود آمدی

ایک روز ایک شخص نے حضرت قلندر سے سوال کیا کہ میں نے سنا ہے کوئی حقہ نوش پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں نہیں جا سکتا۔ یہ سنکر آپ پر حالت وجد طاری ہوگئی اپنا نام مبارک لے کر فرمایا میں حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو حقہ پیا کرتا ہوں۔ کبھی آپ نے روگردانی نہیں فرمائی۔ سائل سے فرمایا اگر تو دیکھنا چاہتا ہے تو دکھا دوں۔ اس پر آپ کی ہیبت نے غلبہ کیا اور خاموش رہا اور امتحان سے باز آیا۔ مردان خدا کا امتحان کرنا ترک ادب اور موجب حرمان ہے۔

شوق شہادت میں عرصہ دراز تک لشکر اسلام میں شامل ہوکر کفار کے مقابلہ میں حرب کرتے رہے۔ بائیں بازو اور ران مبارک پر نشان زخم نمایاں

تھے۔ اسوجہ سے آپ کو غازی کہا گیا ہے۔ حضرت غازی قلندر کسی وقت جوش قلب اور وجد کی حالت میں بڑے زور سے نعرہ مارتے اور اللہ کا نام لے کر تکبیر کہتے شیر کی مانند آواز میں غرش ہوتی ایک مرتبہ علاقہ رہتاس میں موضع بوڑہ جنگل اور ملدی کے قریب رات کے وقت گشت کرتے ہوئے زور سے بآواز بلند پکارا کہ "مارو مارو مت جانے دو" چوروں کا قافلہ جو کسی طرف سے آ رہا تھا۔ آپ کی آواز سن کر ایک طرف سے حملہ آور ہوا اور آنحضرت کے تن اطہر کو مجروح کیا۔ صبح کو لوگوں نے جب آپ کو دیکھا نہایت تاسف سے اٹھا کر آبادی میں لے آئے۔ علاج معالجہ کیا۔ بدن کے زخموں کو ٹانکے لگائے۔ لیکن آپ بدستور جوش قلبی سے نعرہ اللہ اکبر پکارتے تو زخموں کے ٹانکے ٹوٹ جاتے۔ الغرض جب کوئی علاج کارگر نہ ہو سکا۔ روز بروز حالت نازک ہوتی گئی شوق لقائے محبوب ازلی نے غلبہ کیا علاج معالجہ کرنے والوں کو بھی آپ نے علاج کرنے سے روکدیا۔ مریدان و محبان کا مجمع کثیر اطراف سے یہ سن کر حاضر خدمت ہو گیا۔ بالاتفاق سب نے آں حضرت کے خلیفہ ارشد بابا دین محمد صاحب سے اس امر کی درخواست کی کہ حضرت کا مزار مقدس علاقہ کھڑی میں بنایا جاوے۔ بابا دین محمد صاحب آپ کے نہایت عزیز مقرب خلیفہ تھے۔ آپ ان کو اپنا فرزند فرمایا کرتے تھے۔ بابا دین محمد صاحب کی درخواست پر فرمایا۔ فقیر کو مقام بوڑہ جنگل پسند ہے۔ لیکن تمہاری خوشی کو اپنی رضا پر مقدم کرتے ہیں۔ یاد رکھو اگر بوڑہ جنگل میں ہمارا مزار ہوگا تو شاہان دہلی اور کابل تمہارے سلام کو حاضر ہوں گے اور پلاؤ کلچہ کھاؤ گے۔ زری بادلا ہنڈاؤ گے جرعہ باز اڑاؤ گے۔ اگر کھڑی چک ٹھا کرہ رکھو گے دال روٹی کھاؤ گے کدی مہمان رجاؤ گے کدی نہ رجاؤ گے۔ یہ دوہرہ دھندہ منافقین کا ہے۔ یہ فقیر کبھی یہاں رہے گا کبھی نہ رہیگا۔ بابا دین محمد صاحب تارک الدنیا زاہد عابد تھے۔ اسباب دنیوی کی آپ کی نگاہ میں کچھ قدر نہ تھی۔ مزار کیواسطے یہی

مقام پسند کیا۔ جس جگہ آپ کا روضہ منور ہے۔ اس سرزمین میں ایک پرفضا باغ تھا۔ ہرقسم کے شجر سرسبز تھے۔ بحالت حیات آنحضرت کو پالکی میں اٹھا کر یہاں لے آئے۔ بعد چند روز انتقال فرمایا۔ مریدان و محبان کی نظروں سے وہ آفتاب عالمتاب پوشیدہ ہوگیا۔ لیلۃ القدر کی رات کو آپ کا وصال ہوا۔

اناللہ و انا الیہ راجعون۔

تاریخ ترحیل حضرت پیر پیرا شاہ غازی قلندر قدس سرہ العزیز

یگانہ ز اقطابِ عالم پناہ　　سر سرِّ شناساں و سرباز راہ
امینی امان یاب زو جان و تن　　مکیں و مکاں و زمیں و زمن
زہے شاہ مستانِ جام الست　　کزو آمدہ مست بر مست مست
کسے کو شد از جام او جرعہ یاب　　چو شمسِ است تاباں چو روشن شہاب
بخشش ہر آنکس کہ منظور شد　　بعالم علم دار منصور شد
جمالیکہ او را مثالے نبود　　کمالیکہ او راز والے نبود
دلش چوں گرفت از چنیں تنگنا　　نمود انتقالے بدار البقا
ازاں سال دیرینہ بے نشاں　　خبر جستے گاہ بگاہ از کساں
دل من بمن گفت برگو بآہ　　زہے پیر مرداں حق پیر شاہ
جیوں جیوں روز قیامت نیڑے　　میرے رونق ہوگ او تیرے

باب در ذکر بعض مریداں وخلفائے حضرت غازی قلندر پیر دمڑیوالہ قدس سرہ

نہ ہو بادخزاں کا ڈر تیرے گلشن کے پھولوں کو
رہے شاداب یا رب بوستان غازی قلندر کا

در ذکر خلیفہ اول حضرت بابا دین محمد صاحب قدس سرہ

حضرت بابا دین محمد صاحب جبکہ طفل شیر خوار تھے ان کو حضرت غازی قلندر نے والدین سے پرورش کیواسطے لے لیا تھا۔ نہایت شفقت سے دوش مبارک پر اٹھا کر لے جاتے اور بٹیا ہی فرمایا کرتے۔ ایک روز کسی آبادی میں گزر ہوا۔ ایک جگہ تنور گرم تھا عورات کا مجمع تھا نان پکا رہی تھیں۔ جاتے ہی بچہ کو تنور میں ڈال دیا۔ حاضرین نے شور کیا۔ گھر والی عورت زور سے پکاری ہائے بچہ جل گیا۔ فرمایا ''جلے تیرا تنور میرا لڑکا لال گلال'' یہ فرما کر تنور میں ہاتھ ڈال کر بچہ کو بسلامت باہر لائے۔ فرمایا مجازی آگ سے پختہ کرتے ہیں۔ تب آتش حقیقی کو برداشت کریگا۔ حضرت قلندر کا خاصا تھا۔ آپ کے جسم مبارک میں غیر معمولی تپش رہتی جس سے قریب تر جانے والا حرارت محسوس کرتا۔ بابا صاحب جب سن بلوغ کو پہنچے حضرت کی توجہ سے کامل اکمل ہوگئے۔ بعد انتقال آنحضرت عہدہ خلافت کے واسطے بھی آپ ہی کا موزوں انتخاب عمل میں آیا۔ آپ کا عہد بڑا بابرکت تھا۔ صدہا کرامات خارق عادت کا آپ سے ظہور ہوا ہزارہا طالبانِ خدا کو صراط مستقیم دکھایا۔ آپ کے فیض صحبت سے مردہ دلوں کو حیات ابدی ملی۔ آپ کی توجہ باطنی سے مریدوں نے اعلیٰ مدارج روحانی کو طے کیا۔ اطراف سے صدہا زائرین

قدمبوسی کے واسطے حاضر ہوا کرتے۔ آنحضرت کی دعا سے ان کی مشکلیں خدا آسان کرتا۔ آپ کا کمال روحانی ہم عصروں سے فائق تھا۔

موضع بڑجن علاقہ میر پور کے باشندے قدیم سے حضرت غازی قلندر کے خادم تھے بعد انتقال آنحضرت انہوں نے کسی اور بزرگ سے تعلق مریدی پیدا کر لیا۔ وہ بزرگ حضرت قطب الدین صاحب پنڈی والا کی اولاد سے تھے۔ ایک مرتبہ وہ بزرگ جب موضع بڑجن میں موجود تھے۔ اور مردمان آبادی ان کی خدمت میں مصروف ناگاہ حضرت بابا دین محمد صاحب قدس سرہ وہاں تشریف لے آئے۔ آتے ہی اس بزرگ سے فرمایا۔ باشندگان موضع بڑجن قدیم سے ہمارے خادم ہیں۔ ان لوگوں نے تم کو کامل اور ہم کو ناقص سمجھ کر تمہاری طرف رجوع کیا ہے۔ اس امر کا فیصلہ اس طرح کرتے ہیں کہ کل باشندگان کو معہ ان کے مال مویشی کے سنگ جماد کر دوں۔ تم ان کو اصلی حالت پر لا کر حلقہ مریدی میں رکھو ورنہ تم سب کو پتھر بنا دو اور یہ فقیر ان کو اصلی صورت میں لاتا ہے۔ اگر ایسا مقابلہ کرنا منظور ہے تو کرو۔ ورنہ جلدی یہاں سے جان سلامت لے کر نکل جاؤ چنانچہ وہ بزرگ اٹھ کر نہایت انکساری سے تعظیم بجالا کر رخصت ہوا۔ باشندگان موضع نے حضرت کے قدموں پر گر کر معافی طلب کی۔ آج تک تمام باشندگان نہایت مخلص خادمان دربار میں سرگرم خدمت رہتے ہیں۔ بابا دین محمد صاحب مؤلف کتاب ہذا کے جد امجد تھے۔ آپ کی کرامات خوارق عادات کا مفصل بیان کرنا مشکل ہے۔ بعد انتقال آپ کی مزار مبارک متصل مرقد حضرت غازی قلندر قدس سرہ پالکی مسقف گنبد نما جانب شرق کے گئے۔ زائرین دربار آپ کو آتے جاتے دوبارہ سلام کرتے ہیں۔ بعد وفات حضرت بابا دین محمد صاحب آپ کے برادر خورد حضرت میاں شہباز قدس سرہ سجادہ نشین دربار قرار پائے۔ آپ کا لقب میاں ڈھیرو صاحب مشہور ہے۔

در ذکر خلیفہ دوم حضرت میاں ڈھیرو قدس سرہٗ

ایک روز آپ کو حضرت بابا دین محمد صاحب کے متصل مزار مبارک غازی کے بٹھلا کر باستمداد روحانیت غازی قلندر بیعت سے سرفراز کیا اور توجہ دی جس سے ڈھیرو لقب مشہور ہو گیا بعد میں اس کے ان کی حالت متغیر ہو گئی۔ دن رات استغراق بیخودی طاری رہتی پابرہنہ چلا کرتے ایک مرتبہ پاپوش پہن لیا۔ راستہ میں چلتے ہوئے بیخود ہو کر ایک چاہ میں گر گئے۔ خیال پیدا ہوا کہ بے اجازت مرشد پاپوش استعمال کرنے کی سزا ہے۔ توبہ کی اور خود بخود بسلامت باہر نکل آئے۔ آپ کی قبر اندرون چار دیواری بیرون روضہ حضرت قلندر تعمیر کی گئی ہے۔ دوسری قبر حضرت میاں صوبہ صاحب ولی کے متصل اُس کے بنائی گئی۔

در ذکر حضرت میاں جیون صاحب سجادہ نشین سوم

آپ ابتداء عمر میں ہی عابد و زاہد صاحب ورد اور شوق تھے۔ شب و روز عبادت اور یاد الٰہی میں مستغرق رہتے ریاضت اور چلہ کشی میں اوقات بسر کرتے باوجود صدہا خدام کے بذاتِ خود زمین میں ہل چلایا کرتے ایک مفلس غریب زمیندار نے آپ سے ہل چلانے کا ایک آلہ طلب کیا۔ آپ نے دیدیا۔ تھوڑی دور جب گیا تو واپس بلا کر تمام اسباب ہل معہ جوڑا بیل اس کو بخش دیا۔ وہ شخص خوشی خوشی لے کر چلا گیا۔

آپ کے چار فرزند تھے۔ ایک حرم سے تین اور دوسرے سے صرف ایک صاجبزدہ تھا آخری صاجبزادہ نے اڑھائی سال کی عمر میں رحلت کی۔ ان کی قبر حضرت غازی قلندر کے روضہ سے باہر نزدیک دروازہ کے ہے۔ صاجبزادگان کے نام حسب ذیل تھے۔

میاں قادر بخش کرم بخش ،الٰہی بخش، شمس الدین، حضرت کرم بخش صاحب مست مجذوب تھے۔آپ کی زبان سے جو نکلتا خدا وہی کرتا۔آپ کو حقہ پینے کی عادت تھی۔اور یہی تحفہ پسند تھا۔اکثر اہل حاجات تمبا کو کا تحفہ لے کر حاضر خدمت ہوتے۔آپ خوش ہو کر جو فرماتے خداوند تعالیٰ اسی طرح کر دیتا۔راجہ عمر خان نے ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا آپ دعا کریں قلعہ منگل میرے تحت تصرف میں ہو۔فرمایا تمبا کو لاؤ راجہ نے جلد خادم کو دوڑا کر تمبا کو منگا کر پیش کیا۔فرمایا چلا جا۔قلعہ منگل پر تیرا تصرف ہوگا۔اور قیامت تک تیری میخ قلعہ میں گاڑ دی گئی۔چنانچہ سالہا سال قلعہ مذکور پر راجہ عمر خان کا تصرف رہا بعد انتقال اس کی قبر بھی اسی قلعہ میں بنائی گئی۔

ایک مرتبہ راجہ اکبر علی خان نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ سکھوں کی فوج قریب آ رہی ہے اور میں ان کے مقابلہ کو نکلتا ہوں۔آپ دعا کریں میری فوج کو فتح حاصل ہو فرمایا لڑو۔تیری فوج فتحیاب ہوگی اور تو کشتہ ہوگا۔چنانچہ راجہ نے حملہ کیا خود ضرب بندوق سے مارا گیا اور سپاہیان فوج کو فتح ملی۔فرمایا جس محب یا خادم کو مشکل در پیش ہو نان شیریں مرغن پکا کر ہماری فاتحہ پڑھیگا اس کی مشکل خداوند آسان کر دیگا۔آپ کی قبر چار دیوار اندر والی کے باہر ہے آپ نے کوئی شادی نہیں کی۔اس واسطے مجرد لاولد تھے۔صاجزادہ حضرت میاں شمس الدین صاحب کو منصب سجادگی کے واسطے آپ نے منتخب فرمایا تھا۔لیکن اس وقت آپ کی عمر صرف اڑھائی سال کی تھی۔مختلف بزرگان اپنے اپنے وقت میں دربار کی خدمت کرتے رہے اور نذر و نیاز وصول کیا کرتے۔

در ذکر حضرت قبلہ عارفین جناب میاں شمس الدین قدس سرہٗ

والد بزرگوار مؤلف کتاب ہذا

آپ فرزند و جانشین حضرت جناب میاں جیون ولی سجادہ نشین دربار کے تھے۔ کامل اکمل مجیب الدعوات اکثر بزرگان خاندان قلندریہ سے آپ کو روحانی نسبت تھی۔ ہر ایک سے فیوضات باطنی کا حصہ لیا۔ حضرت غازی قلندر کی روحانیت سے بلا واسطہ فیوض حاصل کیے۔ عہد طفولیت بحالت یتیمی گذرا۔ خاندان میں کوئی ایسا بزرگ نہ زندہ رہا جس کے زیر سایہ بسہولت آپ کی پرورش ہوتی۔ لیکن ارواح مقدسہ خاندان نے زیر سایہ دامن عاطفت میں لیا۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے کسی سبب سے تپانچہ مارا عہد طفولیت تھا۔ روتے ہوئے والدہ محترمہ کے پاس آئے۔ والدہ نے فرمایا بیٹا میں بیوہ ہوں پردہ نشین بیچاری اس بیکسی میں تیری کیا غم گساری کر سکتی ہوں۔ جا کر غازی قلندر دمڑیوالہ پیر کے مزار پر فریاد کر۔ آپ والدہ کا ارشاد سن کر اسی حالت میں گریاں گریاں آ کر مزار مبارک کے قریب قدموں کی طرف رو رو کر سو گئے۔ بحالت خواب دیکھا کہ ایک مرد بہادر سپاہانہ لباس میں آیا اس کے چہرہ سے ہیبت اور جلال ٹپکتا تھا۔ شجاعت کے آثار عیاں تھے۔ ہاتھ میں دو نالی بندوق تھی۔ بلند آواز سے فرمایا میں بگا شیر برق انداز ہوں۔ مجھ کو حضرت غازی قلندر نے تیری امداد کے واسطے بھیجا ہے۔ اس بندوق میں دو گولی ہیں۔ اس کا رخ مخالف کی طرف کرو۔ لیکن ان کے گھر پر مت جانا اور نہ کچھ نذر و نیاز قبول کرنا۔ جب خواب سے بیدار ہوئے کان میں شور گریہ کی آواز آئی۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ اسی شخص کے گھر سے رونے کی آواز آ رہی ہے۔

ایک ساعت کے بعد چند آدمی آپ کو تلاش کرتے ہوئے آئے۔ آپ کو منت سے خوشامد سے تعظیم سے اٹھا کر اس کے گھر لے گئے۔ لیکن وہ شخص پہلے مر چکا تھا۔ اس کا پسر قریب المرگ درد سے ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔ آپ کے جانے سے لڑکا بچ گیا۔ باپ بیٹا دونوں درد شکم سے بیتاب تھے۔ اس نے کہدیا کہ میں نے صاحبزادہ کی بے ادبی کی۔ اسی کی یہ سزا ہے۔ غرض سب مل کر آپ سے نہایت عجز و انکساری سے درخواستگار معافی ہوئے۔ اس کے پسر کو درد سے نجات ملی۔

ایک مرتبہ گھر سے آوارہ ہو کر گجرات میں بغرض تعلیم علم دین ایک درسگاہ میں مقیم تھے دل میں خیال آیا کہ حضرت دمڑیوالہ صاحب کے سلسلہ مریدان میں زمانہ حال میں چند کس اہل کمال، صاحب باطن موجود ہیں۔ مبادا میں علم ظاہری کے حصول میں مشغول رہوں اور وہ صاحب دنیا سے رحلت کر جاویں اور ان کی نورانی شعاع اور فیضان باطنی سے محروم رہ جاؤں۔ بدیں خیال درسگاہ سے رخصت ہو کر چل پڑے۔ راستہ میں ناگاہ بابا بدوح صاحب ابدال سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے ارشاد کیا۔ صاحبزادہ علم اعلیٰ ہنر ہے اس کو حاصل کرو۔ ہم تمہاری خبر گیری کے واسطے تمہارے پاس ہیں۔ تمہارا حصہ جو امانت رکھا ہے وہ تجھ کو وقت پر مل رہیگا۔ یہ فرمان سن کر واپس آ کر تعلیم علم دین کا شغل اختیار کیا۔

آپ پوست پیا کرتے تھے۔ جب حضرت والدہ محترمہ کو خبر ہوئی بہت خفا ہو کر آپ کو زجر و عتاب کیا۔ حضرت والدہ ماجدہ کی ناراضگی سے ملول خاطر ہو کر حضرت پیر غازی قلندر کے مزار مقدس پر آ کر رونا شروع کیا۔ اسی حالت میں نیند آ گئی۔ بحالت خواب حضرت قلندر تشریف لائے اور نہایت شفقت سے فرمایا۔ ''پوستی اللہ نال دوستی'' تمہارے دونوں[1] بازو میرے ہاتھ میں ہیں۔

ایک مرتبہ آپ شہر میر پور کی طرف جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک خادم

نے کچھ روغن زرد بطور ہدیہ پیش کیا۔ پیر پہاون شاہ صاحب میر پوری جو اپنے عہد میں بڑے باکمال ولی تھے ان کی ملاقات کو گئے وہی روغن زرد نذر کیا۔ اتفاقاً اس روز شاہ صاحب کے لنگر میں روغن زرد نہ تھا۔ بہت خوش ہوکر فرمایا بیٹا تم آج یہ روغن زرد بروقت لائے ہو۔ اس کا بدلہ یہ ہے کہ ہم نے تم کو روغنی کر دیا۔ یعنی تمہارا زہد، ریاضت، خشک، عبادت نہ ہوگی بلکہ درد وسوز اور عشق کی چاشنی ہوا کرے گی۔

ایک مرتبہ حضرت جناب میاں فیض بخش صاحب ساکن کنہیارہ کی زیارت کو تشریف لے گئے۔ جب رخصت واپسی طلب کی تو حضرت میاں صاحب نے اٹھ کر آپ کے دونوں بازو پکڑے اور بلند آواز سے چند مرتبہ فرمایا۔ اے والئے بغداد محبوب سبحانی اس فقیر کے دونوں بازو پکڑ لو۔ میں اس کو آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ یہ کلمات بہ تکرار فرما کر ارشاد کیا کہ جاؤ تمہارے دونوں بازو غوث پاک کے ہاتھ میں دیدئے گئے۔ آیندہ جو تیرے مقابل دعوئی ہمسری کریگا، سرنگوں کریگا، تمہار فرمان لاہور کشمیر وغیرہ مقامات کی اقوام پر نافذ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ ہر ایک اعلیٰ ادنےٰ آپ کے ارشاد کی دلی ارادت سے تعمیل کیا کرتا تھا۔

ایک روز میر پور کی طرف جارہے تھے۔ راستہ میں موضع کہت میں قیام فرمایا۔ وہاں آپ کا ایک خادم تھا جو اپنا مکان تعمیر کرارہا تھا۔ بہت آدمی اس کی مدد کے واسطے کام کر رہے تھے چند ساعت تک وہاں ٹھہرے لیکن سواری کے واسطے چارہ اور آپ کے کھانے کا انتظام نہ ہوا۔ خادم ہمراہی نے تنگ آ کر شکایت کی اس نے جواب دیا جو آدمی کام کر رہے ہیں اول ان کو کھلایا جائے گا۔ میاں صاحب کے واسطے بعد ان کے انتظام کروں گا۔ چونکہ یہ سب لوگ کام کر رہے ہیں اور میاں صاحب بیکار آرام سے بیٹھے ہیں۔ خادم ہمراہی نے اس کا

جواب جب حضرت سے عرض کیا۔ آپ کو اس تحقیر آمیز تقریر پر جلال آ گیا فرمایا آپ کا کام تو دیکھ چکا۔ اب ہمارا کام بھی دیکھ لے آپ نے لات زمین پر ماری ناگاہ وہ مکان جس کی تعمیر ہو رہی تھی اس کی دیواریں معہ سقف زمین پر گر پڑیں۔ چند آدمی بھی اس کے نیچے دب گئے۔ باقی مردان آ کر حضرت کے قدموں پر گر پڑے اور عاجزی سے معافی مانگی۔ فرمایا ان کو جلد باہر نکالو سب زندہ بسلامت نکلیں گے۔ جب سب نے یک زبان ہو کر معافی مانگی اور اس حادثہ سے امان پائی تو آپ وہاں سے جلد رخصت ہو کر تشریف لے گئے۔

خدا بخش خاں ساکن موضع سہار علاقہ میر پور اس نواح کا حاکم سردار تھا۔ اس زمانہ میں زبردست زیردست ناتواں کو لوٹ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ خدا بخش خاں زمینداران موضع بڑجن کا مال مویشی لوٹ کر لے گئے۔ ایک زمیندار بنام سواری نے خدمت میں حاضر ہو کر فریاد کی۔ اس کی حالت زار پر آپ کو رحم آیا۔ آپ بسواری اسپ ہمراہ سواری موضع سہار میں تشریف لائے۔ باشندگان سہار نے حاضر ہو کر قدمبوسی کی۔ خدا بخش خاں بھی بہ تعظیم پیش آیا اور خاطر تواضع کرنی چاہی۔ فرمایا ہماری خاطر کی ضرورت نہیں۔ سواری کا مال و مویشی جو غارت کیا گیا ہے اس کو واپس دیا جائے۔ آپ کا فرمان سن کر ادھر ادھر کی فضول باتیں کرنے لگ گیا۔ آپ کو اس کی متکبرانہ طرز دیکھ کر جلال آ گیا۔ زور سے فرمایا سواری کو مال مویشی جلد واپس کر دیا جائے۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ فقیر کے فرمان کی تعمیل کرے۔ اس نے آپ کا ارشاد سن کر کچھ پرواہ نہ کی اور جواب دیا وہ مال دور چلا گیا ہے اس کی واپسی مشکل ہے۔ آپ اگر اس قدر زور ولایت رکھتے ہیں۔ لو میرا بازو توڑ دو۔ یہ کہہ کر اپنا داہنا بازو بلند کیا اور کہا کہ آپ سواری کی ضمانت کو آئے ہیں۔ کیا وہ مجھ سے بہتر ہے۔ آپ نے یہ جواب اس کا سن کر فرمایا ہاں ہم سواری کی ضمانت کو آئے ہیں۔ یاد رکھ تیری ضمانت کوئی شخص نہ دیگا۔

یہ فرما کر چوبدستی جو ہاتھ میں تھی دو مرتبہ غضبناک ہو کر زمین پر ماری اور فرمایا اگر تیرا بازو ایک توڑ دیا گیا۔ کل دوسرا بازو کھڑا کر دیگا۔ فقیر کی تلوار تیز تیرا سر کاٹے گی۔ یہ فرما کر بسرعت گھوڑے پر سوار ہو کر واپس تشریف لے گئے۔ ان ایام میں قلعہ برجن کا کوتوال لالہ بھاگ مل تھا کسی نے اس کو کہہ دیا خدا بخش خاں سہار یہ تمہارے قتل کا ارادہ رکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ قلعہ برجن اس کے تحت تصرف میں ہو یہ سنکر وہ بیتاب ہو گیا اور اس کے دفعیہ کی فکر کرنے لگا۔ آخر ایک رات معہ جمعیت سپاہیان سلاح پوش موضع سہار میں خدا بخش کے گھر پر پہنچا اور بحالت خواب اس کو معہ اس کے بڑے لڑکے کے دست و پا باندھ کر قلعہ برجن پر لایا باپ بیٹے کو پیشتر صبح کے بیرون قلعہ ایک نہایت بلند پہاڑ پر قتل کر کے دونوں کی لاشوں کو نیچے پھینک دیا۔ جانوراں صحراوی نے ان کا گوشت پوست کھا لیا۔ دفن کفن بھی نہ ہو سکا۔ خدا بخش خاں کے ساتھ جو قتل کیا گیا تھا وہ اس کا بڑا بیٹا تھا۔ دوسرا چھوٹا لڑکا اس کا مہندا خاں بحالت طفلی یتیم رہ گیا تھا۔ جب باپ کا سایہ سر سے اٹھا۔ بیکسی کی حالت میں آوارہ ہو کر مبتلائے فاقہ کشی ہو گیا۔ جنگل سے لکڑیاں جمع کرتا اور بازار میرپور میں گٹھ سر پر اٹھا کر فروخت کیا کرتا۔ اس کی حالت جو کوئی دیکھتا اس پر رحم کرتا۔ ایک روز اتفاقیہ آنحضرت موسم گرما میں پہاڑ کی طرف جا رہے تھے۔ گھوڑی پر سوار تھے۔ چند خادمان پیدل ہمراہ تھے۔ دیکھا کہ ایک آدمی گٹھا لکڑی کا سر پر اٹھائے ہوئے چلا جاتا ہے۔ جب قریب آیا تو ایک مرد ہمراہی نے اس کو شناخت کیا اور حضرت سے عرض کی یہ آدمی لکڑی والا خدا بخش خاں سہار والے کا بیٹا ہے جو بعد قتل باپ بحالت طفلی رہ گیا تھا۔ یہ سن کر مہندا خاں نے لکڑیوں کا بوجھ سر سے پھینک دیا اور حضرت کے قدموں پر گر کر زار زار رونا شروع کیا۔ وہ مصیبت زدہ ایسا درد سے چلایا کہ حضرت کے دل کو ہلا دیا اس کی حالت زار کو دیکھ دریائے شفقت نے جوش مارا۔ فرمایا چل ہم تمہارے گھر چلتے

ہیں۔ وہ حضرت کے رکاب کے ساتھ دوڑتا ہوا چل پڑا۔ آپ سیدھے بمقام سہار اس کے گھر پر تشریف لے گئے۔ اندر جا کر فرمایا تمہارے گھر میں کچھ غلہ آرد وغیرہ جو موجود ہے ہمارے روبرو لا کر رکھو۔ ایک چھوٹا سا برتن جس میں قریباً تین چار سیر غلہ ہوگا لا کر روبرو رکھ دیا اور عرض کیا یہی ہے۔ بس اور کچھ نہیں۔ اس میں سے حضرت نے ایک مٹھی دانہ لے کر مکان کے اندر ایک طرف پھینکا دوسری مٹھی لے کر دوسری طرف اور فرمایا تسلی رکھ تیرے گھر میں کمی رزق کی نہ ہوگی۔ یہ فرما کر اس کو زر نقدی اور غلہ انعام دیا۔ چنانچہ تھوڑی مدت میں مہندا خاں بڑا آسودہ حال مالدار ہوگیا۔ حضرت کی نظر توجہ سے خدا نے اس کے گھر میں برکت دی اور کسی چیز کی کمی نہ رہی۔ اس علاقہ کی نمبرداری بھی اسی کو مل گئی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا اللہ دتہ خاں نمبرداری سے ذیلدار ہوگیا۔

موضع برکٹ میں جو چاہ ہے اس کا پانی ایک مرتبہ بالکل خشک ہوگیا تھا۔ لوگوں نے جمع ہوکر بہت کوشش کی اس کی مٹی کھودی۔ لیکن قطرہ پانی نہ نکلا۔ ایک روز اتفاقیہ اس طرف آپ کا گذر ہوا۔ لوگوں نے جب آپ کو دیکھا قدم بوسی کی اور دعا کے واسطے التجا کی۔ زن و مرد آ کر آپ کے گرد جمع ہوگئے۔ عرض کیا ہماری آسائش زندگی کا مدار اس پانی پر تھا۔ یہ خشک ہوگیا ہے حضرت دعا فرمائیں کہ آپ کے چشمہ فیض سے تشنگان مراد سیراب ہوں۔ فرمایا اسی وقت سب آدمی چاہ سے باہر نکلو اور کام چھوڑ کر چلے جاؤ۔ صبح آکے دیکھو۔ بموجب فرمان آپ کے سب لوگ چلے گئے۔ رات کو ہر ایک کے دل میں خیالات تھے۔ صبح جب لوگوں نے آ کر دیکھا چاہ پانی سے لبریز تھا۔ خدا کا شکر بجا لائے اور حضرت کی کرامت کے معتقد ہوگئے۔ ایک سائل کے واسطے چرواہے سے بکرا طلب کیا اس نے انکار کیا اور لاپرواہ چلا گیا۔ اسی رات ایک شیر جنگل سے آیا چھت پھاڑ کر مکان میں داخل ہوکر اس کی تمام بکریوں کو چیر پھاڑ گیا۔ شبان نے جب

آنحضرت کی نافرمانی کا نتیجہ دیکھا۔ صبح خدمت میں آ کر معافی طلب کی۔

سید محمد شاہ رئیس جاگیر دار موضع سیداں متصل میر پور بڑے معزز تھے جبکہ ان کی کوئی اولاد نہ تھی ان کی اہلیہ محترمہ بغرض دعا آپ کی خدمت میں آیا کرتیں۔ ایک روز ایک شخص نے دستہ گل آپ کے پیش کیا۔ اتفاقاً اہلیہ محمد شاہ صاحب بھی اس وقت موجود تھیں۔ گلدستہ سے تین پھول لے کر بے بے صاحبہ کی طرف پھینک کر فرمایا۔ یہ پھول لینا دیکھنا زمین پر نہ گریں۔ جب بے بے صاحبہ نے دامن پھیلا کر پھولوں کو لے لیا۔ آپ نے فرمایا جاؤ خدا تمکو بامراد کرے گا۔ حق تعالیٰ نے آپ کی دعا سے تین فرزند عطا کیے سب سے اول سید حیات علی شاہ تولد ہوئے۔ بعد ان کے بے بے فتح بیگم دختر نیک اختر تیسرا سید باقر علی شاہ جس کی شجاعت اور مروت اور فتوحات کے فسانے زبان زد خاص و عام ہیں۔

ایک مرتبہ دریا میں طغیانی کی وجہ سے بیشمار طوفان آیا۔ کنارہ دریا پر خلقت کا ہجوم تھا بڑی بڑی چوب ہائے دیودار وغیرہ کو دریا بہا لیے جاتا تھا۔ صدہا لوگ تعمیر مکانوں کے واسطے دریا سے تیر کر لکڑیوں کو پکڑ تے اس زمانہ میں جو لکڑی کوئی دریا سے پکڑتا وہ اسی کا مال تھا۔ آپ بھی اوس روز کنارہ دریا پر تشریف لائے۔ فرمایا ایک بڑی لکڑی کی ضرورت ہے ایک شخص چوہدری شمشیر خاں نامی نے کہا۔ حضرت جو لکڑیاں کنارہ دریار پر لگائی گئی ہیں۔ یہ لوگوں نے اپنی ضرورت کے واسطے پکڑی ہیں۔ آپ اپنی ضرورت کے واسطے دریا سے طلب کریں یہ چوہدری آپ کا صادق محب تھا۔ اس نے بطور ظرافت اس طرح عرض کیا۔ فرمایا بہت اچھا دیکھا تو درمیان آب دریا ایک بڑی لکڑی دیودار بہتی چلی جا رہی ہے۔ باآواز بلند لکڑی کی طرف خطاب فرمایا۔ اس طرف چلے آ۔ چنانچہ لکڑی نے آنحضرت کی طرف رخ کیا اور سیدھی رو برو آپ کی طرف آ کر ٹھہر گئی۔ یہ کرامت دیکھ کر لوگ حیرت زدہ ہو گئے لکڑی کو حسب ضرورت تعمیر مسجد وغیرہ میں

خرچ کیا۔ چنانچہ اس کے اجزا تا حال موجود ہیں۔

دیگر: جب فضل خاں قوم مردیال نے اپنے وطن پہاڑ سے آوارہ ہوکر معہ اہل وعیال مال مویشی لے کر درمیان دریا مقام بیلہ چچیاں میں سکونت اختیار کی۔ گاہ بگاہ آپ کی سلام اور زیارت دربار کو آیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ دربار شریف آیا تو سلسلہ باران شروع ہوکر دریا میں طغیانی آ گئی۔ لوگوں کی آمد و رفت رک گئی۔ بیشمار طوفان آیا۔ جس سے اطراف کی آبادیوں کو سخت نقصان پہنچا درختان بیلہ کے سر سے پانی گزر گیا۔ یہ سہناک حالت دیکھ کر فضل خان نے حضرت کی خدمت میں آ کر اہل وعیال کے غم میں بیقراری کا اظہار کرتے ہوئے زار وزار رونا شروع کیا۔

آنحضرت کو اس کی حالت پر رحم آیا اور فرمایا فضل خاں تسلی رکھ۔ اگرچہ طوفان نے آفت برپا کی ہے مگر خدا کے فضل سے تیرا مال وعیال بمعہ اسباب بحمایت ایزدی بسلامت رہیگا۔ پس جب دریا اتر گیا فضل خاں اپنے مقام سکونت پر آیا تو دیکھا تو ہر ایک چیز کو صحیح وسالم پاکر درگاہ ایزدی میں سجدہ شکر کیا اور حضرت کے حلقہ مریداں میں شامل رہا۔

راجہ فضلداد خاں آپ کا محب تھا۔ اس نے ایک زمیندار فضل نام کو کسی سبب سے قید کر لیا۔ اس کے لواحقین آپ کے پاس آئے اور فضل کی رہائی کے واسطے امداد چاہی آپ خود راجہ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اے فضل خان اپنے ہمنام کو بند سے رہا کردے۔ اس نے جواب دیا کہ مبلغ پانصد روپیہ لے کر اس کو چھوڑ دونگا یہ بھی آپ کی خاطر سے ورنہ اور زیادہ رقم وصول کرتا۔ بس سوائے اس کے رہائی مشکل ہے۔ فرمایا بہتر۔ اپنے پاسبانوں کو بخوبی تاکید کردو کہ اس کی حفاظت اچھی طرح کریں یہ فرار نہ ہو جائے۔ یاد رکھو فقیر کی امداد سے یہ ضرور یہاں سے نکل جائے گا۔ یہ ارشاد فرما کر واپس تشریف لے گئے۔ رات کو اس

نگہبانی پر سنگین پہرہ مقررہ کیا گیا۔ جب نصف رات گزر گئی فضل قیدی نے بحالت خواب دیکھا کہ آنحضرت اس کے سر پر کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں اٹھ کھڑا ہو اور بھاگ جا۔ وہ اٹھا دیکھا تو زنجیروں سے دست و پا کشادہ ہیں۔ لیکن نکل جانے کی جرأت نہ ہوئی۔ اسی تحیر میں پھر سو گیا۔ دوبارہ فرمایا مت ڈر جلد یہاں سے نکل اور بے خطر چلا جا تمہارے دست و پا سے بند کشادہ ہیں۔ اس وقت دلیری سے اٹھ کر چپ چاپ نکل کر فرار ہو گیا۔ پاسبانوں کو اس وقت ہوش آیا جبکہ وہ اچھی مسافت طے کر چکا تھا۔ چند سواروں نے اس کا ادھر اُدھر تعاقب کیا۔ لیکن ہاتھ نہ آیا راجہ فضل داد خاں نے منفعل ہو کر آپ سے معافی طلب کی۔

قوم ہنود سے ایک لڑکا دھنو نام بَیس مفلس نادار لوگوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا یہی اس کی وجہ معاش تھی۔ اکثر حضرت کے سلام کو آیا کرتا۔ ایک روز اس کی حالت پر آپ کو رحم آیا۔ چوبدستی باریک جو آپ کے ہاتھ میں تھی اس کو دیدی اور فرمایا دھنپت رائے یہ لے کر چلا جا اور ملک پر حکومت کر چند مدت بعد وہ لڑکا مہاراجہ گلاب سنگھ والی جموں کا ملازم ہو گیا۔ ترقی کرتا ہوا اعلیٰ عہدہ دار اور مصاحب دربار بن گیا اور ریاست میں بنام لالہ دھنپت رائے مشہور ہو گیا۔ اب تک اس کی اولاد خاندان سے متعدد اشخاص عہدہ تحصیلداری وغیرہ معزز عہدوں پر ممتاز ہیں۔

ایک مرد تپ چہارم میں مدت سے مبتلا تھا جس سے کمزور اور ناتواں ہو گیا۔ ایک مرتبہ نوبت بخار کے زور حضرت سائیں لدھا شاہ ولی کے مزار پر آ کر لیٹ گیا حضرت غازی قلندر پیر دمڑیوالہ نے بحالت خواب اس کو ارشاد فرمایا۔ خشک لکڑی جمع کر اور دربار میں جا کر آگ جلا کر میرے پوتی کو گرم کر کہ تجھ کو بھی بخار سے نجات ہو۔ بموجب فرمان اس نے وہی عمل کیا اور بخار سے شفا کلی حاصل ہوئی۔

ایک مرتبہ وبائے جانوراں جس کو بوہڑی کہتے ہیں۔ پھیلی جس سے لوگوں کے مال مویشی وغیرہ کا سخت نقصان ہوا اور اس وقت موضع جبوٹ متصل میر پور آپ کا ڈیرا تھا۔ زمینداروں نے اس تکلیف کا آپ کے پاس اظہار کیا۔ اور طلب دعا کی آپ نے چند سنگریزے لے کر ان کے مویشی وغیرہ کی طرف پھینک کر فرمایا بوہڑی چلی جا۔ پھر فرمایا اس جگہ کبھی نہ آنا اس وقت سے آج تک وبائی بوہڑی کا اس موضع میں کبھی اثر نہیں ہوا۔

ایک مرتبہ علاقہ رہتاس میں آپ کا گزر ہوا۔ چند خادمان کے علاوہ سید رکن عالم شاہ بھی آپ کے ہمراہ تھے ایک موضع میں قیام فرمایا وہاں ایک زمیندار کی عورت درد زہ میں مبتلا ہو کر قریب المرگ تھی مردمان دیہہ اس کی طرف مصروف تھے۔ وہ لوگ آپ سے ناواقف بھی تھے۔ کسی نے آپ کی ضروریات کا انتظام نہ کیا۔ یہ حال معلوم کر کے سید رکن عالم شاہ صاحب کو فرمایا۔ آپ سید ہیں۔ اس بیمار عورت کو توجہ سے شفا دلوائے یا یہ فقیر اس کے شکم سے بچہ باہر لاتا ہے۔ شاہ صاحب نے جواب دیا۔ آپ ولی اللہ ہیں۔ آپ کی روحانی قوت سے میرا مقابلہ نہیں ہوسکتا۔ آپ نے اسی وقت پانی میں دم کیا اور عورت بیمار کو پلانے کا ارشاد فرمایا پانی پیتے ہی اس کے شکم سے بچہ بسلامت پیدا ہوا۔ سب لوگ خوش ہوگئے اور بڑی ارادت سے خدمت میں مصروف ہوگئے۔

ایک ساربان جو حاکم وقت کا ملازم تھا اس نے ایک سایہ دار سرسبز درخت پر چڑھ کر کاٹنا شروع کیا۔ آپ نے اس کو منع کیا لیکن وہ باز نہ آیا۔ غضب سے فرمایا خبردار رہو تو اس کو کاٹنے نہیں پائے گا۔ یہ فرما کر تشریف لے گئے۔ چند منٹ بعد ناگہاں درخت سے گرا اور اس کی ایک ران کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ زور زور سے فریاد اور نالہ کرنے لگا۔ روتا چلاتا تھا اور معافی مانگتا۔ آپ یہ سنکر واپس تشریف لائے۔ اس کی ران کا معالجہ کرایا چند روز بعد وہ قدمبوسی کرکے رخصت

ہو گیا۔ اور ہمیشہ سلام کے واسطے حاضر ہوتا رہا۔ اس کا نام شاہنواز تھا۔

دیگر: چوہدری شمشیر خان آپ کا محب تھا۔ اکثر اوقات حاضر خدمت رہا کرتا اور مجلس میں بیٹھا کرتا۔ زیادہ ہم جلیسی کی وجہ سے بے تکلف ہو گیا تھا۔ ایک روز اس کی کسی گستاخانہ حرکت پر غضب آلود نگاہ ڈالکر فرمایا او جذامی چند روز کے اندر مرض جذام میں مبتلا ہو گیا۔ جب مرض کے تمام آثار نمایاں ہو گئے۔ ہر ایک شخص اور متعلقین ولواحقین نے اس کے ساتھ کھانا پینا بند کر دیا۔ آخر نہایت لاچار ہو کر انکساری اور عاجزی سے حاضر ہو کر طالب معافی ہوا۔ آنحضرت کی فطرت میں رحم غالب تھا۔ بڑی شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا ہر روز جمعرات کو حضرت غازی قلندر پیر دمڑیوالہ کے مزار اقدس پر حاضر ہو کر خاک آستان بند کو ملا کر اس نے تعمیل ارشاد کیا اور شفا کامل حاصل کی۔

دیگر: جس روز راجہ ہیرا سنگھ لاہور میں قتل کیا گیا تھا۔ وقت دوپہر زوال تھا آپ اس وقت دربار شریف کھڑی پر ایک بڑے مجمع میں تشریف رکھتے تھے۔ اکثر محبان خادمان خدمت میں حاضر تھے۔ ناگاہ فرمایا راجہ ہیرا سنگھ قتل کیا گیا ہے۔ یہ کہ کر آپ خاموش ہو گئے۔ چند روز بعد معلوم ہوا جس وقت دربار شریف مجمع عام میں راجہ کے قتل کی انہیں خبر دی تھی۔ اسی ساعت اسی روز لاہور میں قتل ہو گیا۔ از راہ کشف باطنی ارشاد تھا۔

فرمایا غازی قلندر کا فرمان ہے۔ ہمارے سلسلہ فقرا کے خاندان میں جو داخل ہوا اس پر لازم ہے کہ نماز پنجگانہ کا پابند رہے اور زنا نہ کرے اور عمل بے ریا کرے اس فرمان پر جو کار بند ہوگا اس کی زبان سے جو نکلے گا خدا اس کو ایسا ہی کر دیگا۔ دربار شریف کے احاطہ میں جو کنواں ہے اس سے دربار اور اطراف دربار کے لوگ سیراب ہوتے ہیں۔ آپ نے اس پر جوڑہ چڑھا کر جاری کرنیکا ارادہ کیا۔ حضرت قلندر نے بحالت خواب ایسا کرنے سے منع فرمایا کہ ہم کو یہ شور وغوغا

پسند نہیں۔ پس بعد اس کے آپ نے اس ارادہ کو ترک کر دیا۔

ایک شخص سواری نام نمبردار خادم دربار تھا۔ تاجدار خاں اپنے ملازم کو اس کے پاس بھیج کر ایک بکرا طلب کیا۔ نمبردار نے انکار کیا۔ اور گستاخی سے جواب دیکر کہا کہ میں نے بہت ایسے فقرا کو دیکھا ہے۔ تاجدار خاں جب واپس آیا چاہا کہ اس کی زبان سے جو کلمات سن چکا تھا بیان کرے۔ فرمایا بس خاموش رہو۔ ہم کو معلوم ہے اسی رات کو جبکہ وہ گستاخ نمبردار خواب راحت میں تھا۔ ایک مرد نے سوتے کو چار پائی سے اٹھا کر زمین پر پٹکا اور اس کے سینہ پر بیٹھ کر فرمایا۔ تو نے بہت مردوں کو جب دیکھا ہے تو اب ہمکو بھی دیکھ۔ صبح کو اٹھ کر معہ زن و فرزند تین شاخ بکری ہمراہ لے کر حاضر آیا اور نہایت عاجزی سے قدموں پر گر کر معافی طلب کی۔ آپ نے معاف کیا۔ لیکن بکرا وغیرہ سب کچھ واپس کر دیا۔

دیگر: ایک مرتبہ رات کا وقت تھا دربار شریف سے اٹھکر دولت سرا کی طرف جا رہے تھے۔ درختوں کے جھنڈ سے ناگاہ ایک شیر نکل آیا۔ آپ کے ہاتھ میں اس وقت ایک برتن خالی تھا زور سے شیر کو مارا اور فرمایا دور ہو جا۔ شیر اسی وقت چلا گیا اور آپ سے کچھ مزاحمت نہ کی۔ میاں علم دین صاحب عموماً بوقت شب غازی قلندر کے مزار پر زیارت کو جایا کرتے۔ آپ نے ان کو رات کے وقت جانے سے منع کیا۔ لیکن وہ بدستور چلے جایا کرتے۔ حضرت کے ارشاد کی تعمیل نہ کی ایک رات جبکہ مرقد مبارک کے پاس کھڑے ہو کر فاتحہ درود پڑھ رہے تھے۔ ناگاہ ایک طرف سے سہمناک آواز اٹھی۔ میاں علم دین صاحب نے دہشت زدہ ہو کر اس طرف دیکھا تو خیل خیل جینیاں چلے آتے ہیں۔ ان کی مہیب شکلوں کو دیکھ کر بے اختیار بھاگے۔ افتاں و خیزاں جب گھر کو پہنچے۔ آتے ہی بیہوش زمین پر گر پڑے۔ سب نے مل کر ہاتھ پاؤں کو دبایا اور دریافت حال کیا۔ جب آنکھ کھلتی کہتے وہ کھڑے ہیں اور مجھ کو مارتے ہیں۔ جب آنحضرت کو اطلاع پہنچی خود

تشریف لا کر تسلی دلاسا دیا اور فرمایا اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔ اب چلے گئے ہیں مت ڈرو۔ اور آئندہ رات کے وقت کبھی مت جانا۔

مثنوی محمدیؒ

جن و انسان است در فرمان شیخ　　جان جانِ انس و جان شد جان شیخ

سنگ و آہن ہرچہ در فرمان او　　باد جنباں ابرھم گریان او

آتشے سوزندہ از وے سوز یاب　　ہم شب بختم ازیشان روزیاب

ہرکہ او در سایہ ایشان رسید　　شد گناہش طاعت و دشمن مرید

ایک روز آپ دربار شریف تشریف رکھتے تھے ایک جوان احمد نامی خدمت میں آیا اور عرض کیا میں دیوان ہری چند کا بازو دار ملازم ہوں ان کی ایک قیمتی بے نظیر شاہین میرے ہاتھ سے غائب ہوگئی ہے۔ دور دور اس کی تلاش میں مضطرب دوڑا ہوں۔ کچھ نشان نہیں پایا۔ وہ حاکم زبردست اور جابر ہے۔ مجھ کو اس سے جان کا خطرہ ہے میری حالت زار پر رحم فرما کر توجہ کریں کہ شاہنی گم شدہ مجھ کو دستیاب ہو۔ ورنہ حضرت کے قدموں میں بیٹھا رہوں گا۔ آپ کو اس کی حالت پر رحم آیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کو فرمایا فلاں زمین میں جا کر دیکھ تو وہ گوبر پر بیٹھی ہے۔ جا کر بے خطر پکڑ لے۔ بموجب فرمان اسی نشان پر دوڑتا ہوا آیا۔ دیکھا تو بدستور اسی جگہ گویا پابستہ بیٹھی ہے۔ جا کر پکڑ لی۔ احمد مذکور بعد اس کے شکرانہ کرتا ہوا آیا۔ تمام عمر آپ کا محب صادق اور خادم رہا۔

موضع زماہ ضلع میرپور ریاست جموں میں ایک شخص کے لڑکے کی شادی تھی سامان شادی مہیا تھا۔ مسمی جمعہ خاں نارمہ ساکن پلابل نے جم غفیر ہمراہیوں کو لے کر ایک رات اس کے مکان پر ڈاکہ مارا۔ مال و اسباب لوٹ کر اس کے پسر کو معہ اس کے دونوں دوست پابستہ کر کے لے گیا۔ اس وقت آنحضرت بھی

کسی قریب موضع میں تشریف رکھتے تھے۔ قیدی کے متعلقین نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر فریاد کی اور داد چاہی ان کی دردانگیز داستان کوسنکر خود جمعہ خاں کے پاس تشریف لے گئے۔ اور ان کی رہائی کے واسطے فرمان کیا۔ لیکن اس مغرور متکبر نے آپ کے ارشاد کی تعمیل نہ کی۔ جب آپ نے بحالت غضب فرمایا۔ خبردار یہ دونوں قیدی فقیر کی مدد سے جلد رہا ہوں گے۔ یاد رکھ انشاء اللہ تیرے واسطے بھی عنقریب یہی صورت پیش آنے والی ہے۔ دوسری رات کو جب پاسبان خواب غفلت میں تھے دونوں باپ بیٹا وہاں سے نکل گئے۔ صبح خبر پا کر چند آدمیوں نے ان کا تعاقب کیا۔ لیکن ان کی گرد پا کو بھی نہ پایا۔ چند عرصہ کے بعد جمعہ خاں کے پسر کی شادی کا سامان شروع ہوا۔ اس موقعہ پر دور و نزدیک سے برادری وغیرہ کے لوگوں کا کثرت سے ہجوم تھا۔ عین شادی کے موقعہ پر حاکم نے کسی الزام پر جمعہ خاں کو معہ اس کے پسر کے گرفتار کرلیا اور دست و پابزنجیر قید کیا۔ تمام سامان درہم برہم ہوکر خانہ بربادی ظہور میں آئی۔ چند روز بعد رہائی ملی۔ وہ حکومت اور ریاست کا دور یک لخت بدل گیا۔ ہم چشموں کی نظروں میں ذلیل وخوار ہوگیا۔ دنیا میں کوئی وقعت باقی نہ رہی۔ وہ شان وہ شوکت خاک میں مل گئی۔ جمعہ خاں نے بحالت پیری ایک جوان عورت سے شادی کی دلی تمنا تھی کہ کوئی اولاد نیک پیدا ہو۔ جس سے نام ونشان باقی رہ جائے۔ اس کی وہی عورت حسب توفیق نذر و نیاز لے کر آنحضرت کے حضور میں حاضر ہوئے اور حصول فرزند کے واسطے دلی آرزو کا اظہار کیا۔ آپ کا رحم غضب پر غالب تھا۔ جمعہ خان کی تباہی پیش نظر تھی فرمایا لڑکا پیدا ہوگا۔ اس کا فقیر بخش نام رکھنا چنانچہ خداوند تعالیٰ نے اس کے بطن سے لڑکا پیدا کیا۔ جو چوہدری فقیر بخش کے نام سے شہرت رکھتا ہے۔

ایک مرتبہ ماہ رمضان میں بمقام موضع پلاہل آپ کا قیام تھا۔ بہت

آدمی خدمت میں حاضر تھے۔ درمیان میں روزہ کا ذکر آ گیا۔ کوئی کہتا فلاں آدمی روزہ دار ہے اور فلاں بے روز۔ مسمی غریبا بافندہ آپ کے روبرو بیٹھا تھا۔ فرمایا غریبا تو کس سبب سے روزہ نہیں رکھتا۔ اس نے جواب دیا حضرت میں برابر روزہ رکھتا ہوں۔ فرمایا جھوٹ کہتا ہے وہ بباعث شرم اپنی بات کی تائید کیے جاتا تھا۔ کہ میں روزہ دار ہوں۔ فرمایا تیرے بے روزہ ہونے پر ہم شہادت رکھتے ہیں۔ اس نے جواب دیا حضرت یہ آدمی میرے دشمن ہیں۔ اس وجہ سے برخلاف میرے شہادت دیویں گے۔ فرمایا انسان کو تیرے سے عداوت ہے تو حیوانوں کی شہادت منظور ہے۔ عرض کیا ایسی بے لاگ شہادت میں کیا عذر ہوسکتا ہے۔ آپ نے ایک طرف نظر کی تو قریب تر آپ کے ایک بکرا بیٹھا تھا۔ اس کو فرمایا اٹھ کھڑا ہو اور بیان کر کہ غریبا روزہ دار ہے یا نہیں۔ بجرد فرمان آپ کے بکرا اٹھا اور اپنا منہ آسمان کی طرف کر کے کچھ آواز کی سب حیرت زدہ ہو گئے اور غریبا نے اپنے بے روزہ ہونے کا اقرار کیا اور آئندہ کے واسطے عہد کیا کہ مطلق روزہ قضا نہ کروں گا۔

ایک روز دامن پہاڑ میں کنارہ آب رواں پر تشریف رکھتے تھے اور بھی بہت آدمی حاضر خدمت تھے شاہ رفیع الدین صاحب بھی تشریف لائے ان کو بہ تعظیم اپنے پاس بٹھایا۔ باہم گفتگو کرتے ہوئے چوٹی پہاڑ کی طرف نگاہ کی اور فرمایا شاہ صاحب اگر پہاڑ کی چوٹی سے ایک حصہ اس کا گر کر نیچے آئے تو کیا نظارہ ہے یہ فرمانا تھا کہ ایک پارہ کوہ کلاں مرکز سے جدا ہو کر نشیب کی طرف گرتا ہوا آیا۔ اس کی آواز سے وحوش صحرائے بے حواس ہو کر دوڑے۔ حاضرین ایسے تاثیر کلام اور کرامت سے متحیر ہو گئے۔ شاہ صاحب جو مسخرات جنات میں کامل تھے حیرت زدہ رہ گئے اور آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔

مثنوی از حضرت مؤلف

شیخ باشد حاکم کوہ و کواں ۔۔۔ گر بخواند پیش او آیندہ دواں
فہم گفتش میکند ہر ذرہ ۔۔۔ گاؤ میش و میش وگاؤ و برہ
سنگ و ہیزم ہم درخت وکاہ ہا ۔۔۔ زہر حکم اوست رود راہ ہا
گر بگوید کوہ راز یر افگند ۔۔۔ ہیبت اندر قلب شیراں افگند
لنگ میگرد و بخوفِ آں پلنگ ۔۔۔ سنگ ہا گردد بامر آں پسنگ

ایک روز حضرت عارف ربانی سائیں غلام محمد صاحب پیشوائے مؤلف کتاب اور آپ باہم مجلس آرا تھے۔ فرمایا سائیں صاحب عرصہ سہ ماہ گزر چکا ہے کہ سکھوں کا دور حکومت بدلا گیا ہے۔ کیا وجہ کہ اس کا عملی ظہور اب تک نہیں ہوا۔ سائیں صاحب نے فرمایا معلوم ہوتا ہے۔ کسی آپ جیسے مرد نے ان کی باگ حکومت کو پکڑ رکھا ہوگا چند عرصہ بعد انگریزی تسلط ملک پر قائم ہوگیا۔

آپ بڑے رحیم اور نرم دل تھے۔ علاوہ انسانوں کے اگر کسی جاندار کو تکلیف میں دیکھ لیتے اس کا بھی درد دل میں محسوس کرتے۔ ایک مرتبہ ایک گیدڑ زخم کھا کر پکڑا گیا آپ نے اطلاع پا کر گیدڑ کو روبرو منگا کر دیکھا۔ اس کی تیمار داری کرنی شروع کی۔ جراحت پر مرہم لگائی اور مقوی معجون جو گاہ گاہ خود استعمال فرمایا کرتے اس کو بھی کھلانا شروع کیا۔ غرض ہر طرح سے اس کا علاج کرایا۔ چند روز کے بعد وہ گیدڑ تندرست بلکہ چست و چالاک ہوگیا۔ اس کو آپ نے آبادی کے باہر دور لے جا کر رہا کر دیا۔

ایک مرتبہ چند شکاریوں نے جنگل میں شکار گاہ سے ایک جانور کو جس کو پہاڑی زبان میں تھکڑ بولتے ہیں گرفتار کیا۔ وقت گرفتاری اس کے بدن پر جو ضربات لگائی گئی تھیں اس کے سبب اس کا جسم مجروح ہوگیا تھا۔ آپ کو جب

معلوم ہوا جانور کو روبرو منگا کر دیکھا اس کی حالت پر آپ کو رحم آیا۔ چند روز تک اس کی بھی تیمار داری فرمائی اور مناسب خوراک دیتے رہے جب وہ بالکل تندرست ہوگیا ویسے ہی اس کو بھی چھوڑ دیا۔

ایک مرتبہ فرمایا خداوند تعالیٰ نے اپنے محض فضل اور کرم سے فقیر کو دانائی اور اولیائی دونوں منصب عطا فرمائے ہیں۔ لیکن دنیاوی امور میں ہم نے صرف دانائی سے کام لیا ہے۔ ایک مرتبہ فرزند اصغر میاں علی بخش صاحب مرحوم کو فرمایا وہ درخت بیر تم کو دیا گیا ہے اور مؤلف کتاب کو جو آپ کا فرزند اوسطہ ہے فرمایا بیٹا تم کو وہ درخت پلاس دیتے ہیں۔ منجملہ حاضرین اس وقت میاں کاکو صاحب آپ کے داماد بھی حاضر تھے۔ انہوں نے عرض کیا حضرت درخت بیر سے تو پھل ملتا ہے اور پلاس کے درخت سے ان کو کیا حاصل ہوگا۔ فرمایا زیر درخت پلاس بیشمار زرونقد فتوحات حاصل ہوں گے۔ آں حضرت کے بعد میاں علی بخش صاحب نے پانچ چھ سال بعد انتقال فرمایا۔ اسی درخت بیر کے نیچے ان کا مدفن قرار پایا۔ مؤلف کتاب نے بحالت تجرد زیر درخت پلاس چند سال تک سکونت اختیار کی۔ صدہا روپیہ فتوحات بطور نذر آتا رہا اور خرچ ہوتا گیا۔ آخرین ایام بیماری میں ایک رات آپ کی خدمت میں بہت لوگ جمع تھے ایک شخص داروغہ جھنڈا نام آپ کا محبّ تھا۔ علالت کی خبر سن کر آیا گریہ زاری کرتا ہوا آکر قدموں پر گر گیا۔ آپ نے اس کو صبر کی تلقین فرمائی اور ارشاد کیا ہر ایک ذی روح کے واسطے ایک دن اس جہان سے گزرنا مقدر ہے۔ لیکن فقیر کو مردہ نہ سمجھنا اگر بعد اس کے ہمارے پسماندگان سے ایسی ہی عقیدت رکھو گے تو فقیر کے استخوان بھی تمہاری مدد کریں گے۔ علالت نے جب زور پکڑا تو حضرت شاہ چراغ صاحب گیلانی چوہانوی کا یہ شعر پڑھا کرتے۔

دند گھسے سنگ او کھڑے تھولاں تے کن — لاہ لے خصماں ٹلیاں گل ہوری دی بھن

جس سے اپنے انتقال کی طرف اشارہ تھا اور حضرت پیر غازی قلندر دمڑیوالہ کی طرف خطاب تھا کہ ہمارا زمانہ خلافت وسجادگی اب ختم ہوتا ہے۔ اور جس کو چاہیں سرفراز کریں۔ ماہ اسوج ۱۲۶۴ ہجری میں انتقال فرمایا اور وہ شمس آسمان ولایت غروب ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مؤلف کتاب نے بعہد طفولیت طالب علمی کے زمانے میں دو قطعہ تاریخ وفات حضرت ابو یصاحب مرحوم پر لکھی تھی جو ذیل میں درج ہوتی ہیں۔

آں خورِ دنیا و دین سال وفاتش شمار	رفت جو زیر زمیں بعد زہجرت ہزار	در غم آں شاہ دین دو صد و شش و چہار	آہ زنم ہر سحر کرد چوزیں جا سفر
آں شہ سند نشین	گشت چو خلوت گزیں سال وفاتش شنو رفت باوج وصال	گریہ کناں ہر کسے گفت محمد نکو شمس دنیا و دین	در غم آں پاک دین

در ذکر حضرت سائیں بارا صاحب قدس سرّہ العزیز

آپ کا اصلی وطن علاقہ بار ضلع گوجرانوالہ تھا۔ مولد اور مسکن موضع ٹاہلی گہرایاں ملازمت پیشہ تھے۔ حضرت قبلہ جناب میاں شمس الدین صاحب کے کشف وکرامات کا شہرہ سن کر زیارت کے واسطے آئے۔ ارادت سے دربار شریف حاضر ہوکر قدمبوسی کی آنحضرت نے بھی بہ نظر توجہ ان کو دیکھا وہ وقت خاص تھا۔ بمجرد ایک نگاہ کے حالت متغیر ہوگئی۔ ملازمت وغیرہ تعلقات دنیاوی کو ترک کر کے پیر کے قدموں میں رہنا پسند کیا دل میں درد اور شوق وجد طاری ہوگیا شب و روز آنحضرت کی خدمت میں سرگرم رہتے اوراد وظائف عبادت اور ریاضت شاقہ

اختیار کی۔ آنحضرت کے فیوض باطنی سے قلب منور ہو گیا۔ مجیب الدعوات تھے۔
اسی طرح جب چند سال گزر گئے ایک روز بوجہ ناراضگی یا آزمایشاً حضرت نے
فرمایا بارا یہاں سے چلا جا۔ ہماری نظروں سے دور ہو جا۔ جب بہ تکرار اصرار فرمایا
تو سائیں صاحب نے اٹھ کر بستر باندھا اور دست بستہ آنحضرت کے روبرو آکر
استادہ ہو گئے۔ عرض کیا حضرت جس طرف ارشاد کریں اس طرف چلا جاؤں۔
میری نظر میں ہر طرف مرشد کا ملک ہے۔ کوئی جگہ غیر نہیں دیکھتا۔ یہ سنکر آپ نے
تبسم کیا اور بیٹھ جانے کا ارشاد فرمایا۔ آپ کی زبان سے جو نکلتا وہی ہوتا۔ چنانچہ
ایک روز چند آدمی چوپٹ سے بازی کر رہے تھے اور کوڑیوں کو پھینکتے تھے قریب
تر ان کے سائیں بارا صاحب اپنے خیال میں بیٹھے تھے۔ ان میں سے ایک آدمی
گاماں نامی کو فرمایا حقہ لاؤ۔ مکرر سہ کرر ارشاد کیا مگر گاماں نے تعمیل ارشاد نہ کیا۔
فرمایا گاماں بیشک کھیلتا جا تم کو تین کانے ہی پڑیں گے۔ قدرت الٰہی گاماں جب
بازی کھیلتا اس کو سوائے تین کانے کے اور کچھ نہ پڑتا عام و خاص کی زبان پر گاماں
تین کانے اس کا نام مشہور ہو گیا۔ آپ صاحب حلم متقی، زاہد، شب بیدار، عابد و
عاشق الٰہی تھے۔ ۱۲۶۸ ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔ مزار مبارک موضع کوٹلہ
تحصیل جہلم میں زیارت گاہ مشہور ہے۔

مرید دوم: سائیں حضوری صاحب تھے۔ حالت جذب اور استغراق طاری
تھی۔ پیر کی محبت میں چشم نم رہتے۔ تمام عمر ارادت قلبی سے خدمت دربار کو انجام
دیا۔ انتظام لنگر ا، جاروب کشی دربار ان کے اہتمام میں تھا۔ مجیب الدعوات
صاحب کرامات بزرگ تھے۔ ۱۲۸۸ ہجری میں رحلت کی۔ قبر آپ کی بیرون چار
دیوار مقبرہ حضرت پیر جانب مغرب متصل دروازہ تعمیر گئی ہے۔

در ذکر فرزندان آنحضرت

بعد انتقال قبلہ مرحوم آپ کے فرزند کلاں حضرت میاں بہاول بخش صاحب نے مسند خلافت کو زیب دیا۔ گو کاروبار دنیاوی انتظام معافیات اراضیات وغیرہ کا شغل تھا لیکن باطن میں ایک ساعت اصلی مقصود سے الگ نہ تھے۔ دل میں یاد الٰہی اور ذوق وشوق غالب تھا۔ مشغول فارغ تھے۔ بعد تلاوت قرآن شریف مثنوی مولانا روم کا شوق تھا۔ جب اس کے مطالب بیان فرماتے سامعین کو حیرت ہوتی۔ آپ کی صحبت سردونوں کو گرما دیتی تھی۔ قائم اللیل، صائم الدہر، حلیم الطبع اور بلند حوصلہ تھے۔ علم تصوف میں کامل دستگاہ تھی۔ خوبصورت خوش وضع جوان تھے۔ آغاز عہد شباب میں ایک معزز خاندان کی ایک عورت آپ کی فریفتہ ہوگئی۔ آپ کو بوجہ اتقا اور بخیال پاس آبرو منصب سجادگی دربار اس کی طرف کچھ توجہ نہ تھی۔ لیکن اس عورت کے دل میں ذرہ چین نہ تھا۔ دیوانہ وار اس سے حرکات سرزد ہونے لگیں۔ خاندان کے لوگوں میں چرچا ہوا۔ ایک روز سخت گھبراہٹ سے وہ عورت رات کو گھر سے نکل کر فرار ہوگئی۔ تلاش کرتے ہوئے علاقہ جہلم سے گرفتار کر کے لائی گئی۔ اس کے ورثا نے عدالت میں حضرت میاں بہاول بخش صاحب پر استغاثہ اغوائے عورت مذکور دائر کر دیا۔ حاکم نے آپ کو طلب کیا۔ ایک شخص معصوم خان نامی جو حاکم وقت کا بڑا مقرب اور با رسوخ تھا۔ اس کو آپ نے فرمایا عورت کی فراری ہماری صلاح سے نہیں ہوئی تم حاکم کو یہ ذہن نشین کرادو کہ ہم اس میں بے قصور ہیں۔ اس نے آپ کو ترش روئی سے جواب دیا اور کوئی امداد نہ کی۔ آپ نے فرمایا اس الزام میں ہم بے قصور ہیں۔ حاکم انصاف سے فیصلہ کرے گا۔ لیکن تم یاد رکھو آج سے آٹھ روز کے اندر مجرمانہ حیثیت میں تم خود گرفتار ہو کر اسی حاکم کے حضور میں لائے جاؤ گے۔ اگر

ایسا نہ ہوا تو مجھ کو فقیر نہ سمجھنا۔ جو کچھ آپ نے فرمایا وہی ہوا۔ وہ متکبر معصوم خاں پابزنجیر گرفتار ہو کر حاکم کے حضور لایا گیا اور ضمانت پر رہا ہو کر براہ راست دربار شریف کھڑی آ کر حضرت کے قدموں پر گر کر معافی طلب کی۔ آپ کی دعا اور توجہ باطنی سے خلاصی پائی۔

موضع بڑجن تحصیل میرپور میں ایک عورت مسماۃ حیاتو آپ کی خادمہ تھی جو نہایت ناداری اور مفلسی میں گزر اوقات کیا کرتی۔ ایک رات نماز تہجد کے واسطے آپ نے وضو کیا مسماۃ حیاتو کو آواز دیکر فرمایا اٹھ کھڑی ہو نماز ادا کر۔ تیرے واسطے حق تعالیٰ کی بارگاہ سے فراخی رزق کا حکم صادر ہوا ہے۔ عورت مذکور نے آپ کا فرمان صدق دل سے سنا اور اٹھ کر جناب باری کی عبادت میں مشغول ہوئی۔ بموجب ارشاد آنحضرت تاحیات حیاتو کو اس کے گھر میں ہر طرح سے فراخی نعمت رہی۔

مسمی نعمت اللہ نمبردار موضع بڑجن ایک مرتبہ کسی سنگین الزام میں وقت کی عدالت سے ماخوذ ہوا۔ اس کی زوجہ نے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کے واسطے التجا کی۔ بعد دعا فرمایا دو روز کے بعد تیرا شوہر معہ چند دیگر ملزمان کے رہا کیا جائے گا۔ چنانچہ تیسرے روز بخریت معہ دیگر کساں بند سے رہا ہو کر واپس آ گیا مسجد کلاں جو موضع خانقاہ کے متصل ہے اس کو آپ نے تعمیر کرایا تھا۔

باب دوم

در ذکر حضرت مستان شاہ صاحب قدس سرہ العزیز

آغاز شباب میں آپ کو شوق الٰہی دامن گیر ہوا۔ حضرت غازی قلندر کے حضور میں حاضر ہو کر اظہار ارادت کیا۔ آنحضرت نے توجہ فرما کر بیعت سے سرفرازی بخشی خلوص دلی سے چند سال تک اداب خدمت بجا لاتے رہے اور زہد وریاضت اختیار کی۔ غازی قلندر کے فیض روحانی سے قلب منور ہو گیا۔ حالت جذب اور استغراق طاری ہوگئی۔ کئی کئی روز تک غلبہ سکر میں بیخود و خواب گذر جاتا اسی وجہ سے آپ کا نام مستان شاہ مشہور ہو گیا۔ اصلی نام معلوم نہیں حرم سرائے راجگان میر پور سے ایک بی بی آپ کی معتقد خادمہ تھی نہایت ارادت سے آپ کی خدمت کیا کرتی۔ آپ کے واسطے پارچات معہ دیگر اشیاء تحفہ ہدیہ بھیجا کرتی۔ اس بی بی کو آپ کی دعا سے فرزند عطا ہوا۔ منصور علی نام رکھا گیا۔ ایک مرتبہ وہ لڑکا بیمار ہو کر قریب المرگ ہو گیا۔ اس کی والدہ آنحضرت کی خدمت میں آئی اور فرزند کی شفا کے واسطے طلب دعا کی۔ آپ پر حالت سکر طاری تھی۔ اس وجہ سے کوئی توجہ نہ کی۔ مراقبہ سے سر نہ اٹھایا وہ بی بی نا امید ہو کر واپس چلی آئی دیکھا تو فرزند اس کا نہایت نازک حالت تک پہنچ گیا ہے۔ گویا ایک دم باقی رہ گیا۔ بی بی فرزند کو حالت نزع میں دیکھ کر سراسیمہ واپس آنحضرت کی خدمت میں آئی اور رو رو کر فریاد کی۔ کہ تیرے جیسے کامل مرد کی خدمت کرتی رہی ہوں۔ آج جو مصیبت اور

درد میری جان پر گذرنے والا ہے اس سے زیادہ کوئی اور صدمہ نہ ہوگا۔ میرا ایک ہی فرزند ہے جس کے وجود سے خاندان کی امیدیں وابستہ ہیں وہ ہاتھ سے جاتا ہے اس وقت آنحضرت نے اس کی زاری سن کر مراقبہ سے سر اٹھایا۔ بی بی کی عرض نے دل پر اثر کیا جناب باری میں سربسجود ہو کر دعا کی۔ الٰہی اس بی بی کے فرزند کو شفا بخش اور اس کی عمر دراز کر میرے فقر کی شرم رکھ۔ یہ فرما کر بی بی کو رخصت کیا۔ فرمایا چلی جا تیرا فرزند زندہ بسلامت ہے۔ واپس آ کر فرزند کو بصحت پا کر شکر بجالائی۔ تادم حیات آنحضرت کی خدمت بصدق دل کرتی رہی۔ آپ کی نشستگاہ شہر میہ [illegible] جدکلاں کے شمال کی طرف ہے۔

رت میاں فیض بخش صاحب ساکن کنیارہ فرمایا کرتے ہم کو مدت تک تپ چہارم آتا رہا بہت علاج معالجہ کیا لیکن شفا نہ ہوئی۔ ارادہ کیا حضرت مستان شاہ صاحب سے دعا کرائیں۔ لیکن خیال تھا کہ وہ نشہ بھنگ پیا کرتے ہیں شاید ہم کو بھی اس کے پینے کا ارشاد کریں اور انکار سے ناراضگی کا ڈر تھا اور اس کے استعمال سے اعتراض شرعی آخر ایک روز جانا پڑا جا کر خاموش روبرو بیٹھ گیا۔ کوئی بات بھی نہ کی۔ آپ ڈنڈا کونڈہ لے کر سبز بھنگ کو رگڑتے رہے اور چھان کر ایک دو پیالہ نوش کیا اور فرمایا چلے جاؤ تمہارا تپ چہارم ہم نے رگڑ کر نوش کر لیا۔ آئندہ تم کو تپ نہ ہوگا۔ تب سے ہم کو تپ چہارم سے نجات ملی۔ ان کی توجہ سے خداتعالیٰ نے شفا بخشی اور کبھی تپ چہارم نے دورہ نہ کیا۔

در ذکر حضرت حاجی صاحب بگا شیر قدس سرہ العزیز درکالی والا

آپ کا اصلی نام مرید خاں تھا۔ قوم گکھڑ میں ممتاز بزرگ تھے۔ محمد شاہ بادشاہ دہلی کے دربار کے اعلیٰ رکن تھے۔ چار ہزار سوار آپ کی زیر کمان تھا۔ دہلی میں ایک صاحب ولایت اہل باطن کا ظہور ہوا۔ ان کے کشف و کرامات کا شہرہ سن

کر صد ہا تشنگان شربت وصال محبوب ازلی ان کی خدمت میں حاضر ہوتے حاجی صاحب نے جب یہ خبر سنی تو رات کو ارادہ کر لیا کہ صبح حاضر ہو کر ان سے تعلق مریدی پیدا کریں گے۔ اسی خیال میں جب بستر پر سو گئے۔ رات کو بحالت خواب حضرت پیر غازی قلندر نے ارشاد فرمایا تم کسی کے پاس مت جاؤ۔ تمہارا مرشد میں ہوں۔ صبح جب بیدار ہوئے وہاں جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ لیکن رات کو دل میں وسوسہ اٹھا شاید میرے خواب میں وساوس شیطانی کا دخل ہو۔ جس سے ایک کامل مرد کے فیض روحانی سے محروم نہ رہ جاؤں یہ سوچکر دوبارہ ان بزرگ کی خدمت میں حاضری کا مصمم ارادہ کر لیا۔ دوسری رات بھی غازی قلندر نے بڑے جوش کی آواز سے فرمایا۔ خبردار اپنے ارادہ کو بدل دو کسی کے پاس مت جانا۔ میں بھی تیرا پیر ہوں۔ صبح جب ہوش آیا حیران تھے الٰہی یہ کیا اسرار ہے نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ نہ نام معلوم نہ مکان کیا کریں؟

مثنوی

یارب ایں حرمان چہ بود از بہر من ۔۔۔ کہ ندیدم روئے آں اہل سخن
نے بداں سو رفتنم را پائے ماند ۔۔۔ نے دریں جا ماندنم را جائے ماند
من زلیخا دار حیران ماندہ ۔۔۔ نے بمغرب نے بکنعاں خواندہ
نہ از مقام و نام خود آگاہ کرد ۔۔۔ دست من از دیگراں کوتاہ کرد
ایں صدائے اوست یا غول من است ۔۔۔ راہبر است ایں خواب یا خود راہزن است

تیسری رات بعد نماز تہجد بڑی عاجزی سے عرض کیا۔ اگر آپ کوئی حقیقی راستباز مرد ہیں تو اپنا نام اور پتہ مجھ کو بتلا دیں کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں ورنہ صبح جا کر اسی بزرگ سے بیعت کر لونگا۔ اس کے بعد جب نیند آ گئی بحالت خواب حضرت پیر غازی نے اپنا نام مبارک بتلایا کہ متصل موضع ملوٹ

میر پور سے شمال کی طرف دامن پہاڑ میں ہم سے ملاقات کرو۔

مثنوی

گر امر خواہی بیا بران جمال	کہ بجانانت دہم قرب وصال
غیر مارا قوت ایں کار کو	یار چوں من صاحب اسرار کو
چوں مرا باشی ترا باشیم ما	چوں فنا درمن شوی باشی بقا
ایں بقائے تو فنا را لائق است	آں بقا از ماسوا ہا فائق است
گر بقا خواہی مجو دورے زما	ہاں و ہاں کاہل مشین پیشم بیا

جب خواب سے بیدار ہوئے دنیا و مافیہا سے بیزار ہو کر تمام اسباب مال ومتاع خدا کی راہ میں لٹا کر پا پیادہ دہلی سے چل پڑے۔ رفقاء اور محبان کو آپ کی جدائی کا بے حد صدمہ ہوا۔ چند منزل تک آپ کے ہمراہ آئے آخر دوستوں ماتحتوں کو تسلی دے کر بمشکل رخصت کیا۔ تنہا مستانہ وا۔ پاپیادہ جب علاقہ میر پور میں پہنچے تو غازی قلندر کا نشان ملا ادھر چلے۔ آنحضرت آپ کے منتظر تھے۔ خادم نے غازی قلندر کی خدمت میں عرض کیا کھانا تیار ہے۔ فرمایا ٹھہرو ایک مہمان آتا ہے۔ جب ایک ساعت گزر چکی دوبارہ عرض کیا تو فرمایا صبر کرو مہمان کا انتظار ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت حاجی صاحب دور سے آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ فرمایا وہ بگا شیر آیا۔ حاجی صاحب کی ریش مبارک سفید تھی۔ اس وجہ سے آپ نے ان کو بگا شیر فرمایا۔ آتے ہی قدموں پر گر پڑے شوق دل سے زار وزار رونا شروع کیا۔ آنحضرت نے آپ کا سر اٹھا کہ سینہ سے لگا لیا اور نہایت شفقت سے محبت آمیز کلمات سرفرازی بخشی اور حلقہ مریدان میں منسلک فرمایا۔ ارشاد فرمایا تم کو ایک ہزار اہل ولایت پر افسر مقرر کیا گیا۔ آپ دست بستہ سرنگوں رو برو کھڑے تھے۔ اس انکساری پر دوبارہ سہ بارہ فرمایا چار ہزار ولی کی سرداری کا تم کو

منصب دلایا گیا اور اس فقیر کو بارہ ہزار اہل ولایت کی سرداری کا منصب حاصل ہے۔ چند روز حضرت غازی قلندر نے آپ کو خلوت میں رکھا۔ فیوضات روحانی سے بہرہ ور فرمایا اور طریق مجاہدہ اور ریاضت وظائف اوراد بتلا کر چلہ کشی کا ارشاد فرمایا اور چند مدت خلوت اور تنہائی میں رہنے کا حکم صادر کیا۔ بموجب ارشاد مرشد پہاڑوں میں تنہا تشریف لے گئے ہر طرف گشت کرتے لیکن جگہ تسکین نہ تھی آخر ایک گوشہ پہاڑ میں پہنچے تو دل میں شگفتگی آ گئی۔ وہاں بیٹھ کر مراقبہ کیا۔ ایسی بیخودی طاری ہوئی کہ چند سال وہاں ہی گزر گئے۔ جانوران وحشی نے گود میں آشیانہ بنا کر بیضے دیئے بدن میں ذرہ حرکت نہ تھی جس سے وحوش اور پرند کو آپ سے وحشت ہوتی۔ اسی اثنا میں حضرت پیر غازی نے دار فانی سے رحلت فرمائی۔ حضرت نے روحانی توجہ سے آپ کو اس واقعہ سے مطلع فرمایا کہ ہم نے دنیا سے انتقال کیا اور تم یہاں بیٹھے رہو گے۔ آپ حالت سکر سے صحو میں آئے اٹھ کر آہستہ آہستہ آبادی میں آئے وہاں سے حضرت پیر کے انتقال کی مفصل اطلاع پا کر دربار شریف کھڑی پہنچے۔ آتے ہی قبر مبارک سے لپٹ کر رو رو کر فرط غم سے بیہوش ہو گئے بحالت غشی غازی قلندری نے ارشاد فرمایا کہ لمبے سفر جاویں۔

جب خواب سے بیدار ہوئے سوچا لمبے سفر سے کیا مراد ہے۔ مختلف خیالات پیدا ہوئے۔ آخر بغرض انکشاف ایک اہل باطن کی خدمت میں گئے۔ اس بزرگ نے بلا دریافت ہی ارشاد فرمایا کہ میاں لمبے سفر سے حج بیت اللہ کا اشارہ ہے۔ اس سے دل کو تسکین ہوئی۔ حج بیت اللہ کا مصمم ارادہ کر لیا دولت خانہ پر آ کر متعلقین سے زاد راہ طلب کیا۔ لیکن کسی نے امداد نہ کی۔ آخر محض توکل پر بے زاد رحلہ بپائے شوق بیابان نوردی اختیار کی۔ ایک دو منزل تنہا چلے۔ اتفاق سے ایک قافلہ حجاج مل گیا ان کی ہمراہی کو غنیمت جانا قافلہ جب نواح ملتان میں بیابان ریگستان جس کو تھل کہتے ہیں وہاں پہنچا تو ناگہاں باد مخالف کا طوفان اٹھا۔

یہ حالت خطرناک تھی۔ ہلاکت جان کا اندیشہ تھا۔ اکثر ایسے واقعات ہوتے جب زور سے آندھی کی ہوا چلتی اکثر آدمی ریگ میں دب کر رہ جاتے ایسے اضطراب کے وقت بعض لوگ حضرت شیخ بہاء الحق ملتانی کا نام بآواز بلند پکارتے اور آپ سے روحانی استمداد طلب کرتے۔ جب اہل قافلہ نے حضرت شیخ کا نام مبارک پکارنا شروع کیا۔ سب کی موافقت میں ہمزبان ہوکر آپ نے بھی حضرت بہاء الحق کا نام پکارا۔ ہمراہیان قافلہ تو بسلامت نکل گئے لیکن آنخضرت ایک تودہ ریگ میں دب کر رہ گئے۔ راستہ مسدود ہوگیا۔ لیکن جسم کو کچھ درد یا ضرر محسوس نہ تھا۔ تودہ ریگ نے گنبد کی شکل بن کر آپ کو پوشیدہ کرلیا۔ ایک دن اور رات اسی طرح گزر گیا نہایت مضطرب ہوکر حضرت پیر غازی قلندر پیر دمڑیوالا سے استمداد طلب کی حضرت غازی قلندر کی روحانیت متشکل ہوکر روبرو آئی۔ فرمایا مرید میرا ہے اور پکارتا بہاء الحق کو۔ حضرت نے نہایت درد اور عاجزی سے استغفار کیا اور صورت متصور نے آپ کو بازو سے پکڑ کر تودہ ریگ سے باہر کردیا۔ بدن میں چستی اور روح میں شوق تازہ پیدا ہوگیا۔ نہایت سرعت سے ہمراہیان قافلہ سے جا کر مل گئے منزل مقصود پر پہنچ کر نہایت اطمینان سے ارکان حج بجا لاکر زیارت روضہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مشرف ہوکر بخریت واپس تشریف لائے اور حضرت پیر غازی قلندر کے آستان مبارک پر ناصیہ فرسائی کی اور شکرانہ ادا کیا اسی رات دوبارہ وہی ارشاد ہوا کہ ''جاؤ لمبے سفر'' بغرض تعمیل ارشاد مرشد کمر ہمت کو چست کیا اسی طرح پا پیادہ چل کر حج بیت الحرام اور زیارت روضہ مطہر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مستفیض ہوکر معاودت فرمائی جب مرشد کے حضور میں حاضر ہوئے تو رات کو بحالت خواب سہ بار وہی ارشاد ہوا۔ ''جاؤ لمبے سفر'' بعض روایات میں تین سے زیادہ مرتبہ بھی حج کرنا آپ کا پایا جاتا ہے۔ لیکن تین کی روایت اصح ہے غازی قلندر کی روحانیت سے آپ کو ارشاد ہوا کہ تمہاری قبر پر جو ارادتمند صدق دل سے

تین جمعرات متواتر زیارت اور فاتحہ خوانی کے واسطے حاضر ہوگا اس کو جناب باری سے ایک حج کا ثواب حاصل ہوگا۔ علی الخصوص جس مرید کو استطاعت حج بیت اللہ نہ ہوگی اس کے واسطے یہ انعام مقرر ہے۔ فرمایا ارشاد مریدان کرو اور گم گشتگان بادیہ ضلالت کو صراط مستقیم دکھلاؤ۔ دیگر ارشاد ہوا بموجب فرمان ہمارے چار ہزار سوار کی افسری کا منصب شاہی جو تم نے ترک کیا ہے اس کے عوض بارگاہ ایزدی سے تم کو چار ہزار اہل ولایت پر افسر مقرر کرایا گیا اور فرمایا شہر چوموکھ میں سکونت اختیار کرو۔ وہاں سے ایک عفیفہ عابدہ جو تمہاری زوجیت کے واسطے مقدر ہے اس سے برغبت نکاح کرو۔ وہ پارسا بی بی جماعت اہل اللہ میں داخل ہے۔ چوموکھ کے راستہ میں حضرت لدھا شاہ جو غوث روزگار ہے۔ ان سے ملاقات کرو تمہارا حصہ فیض باطنی وہاں بھی امانت ہے۔ اس سے حاصل کرو۔

حضرت کو یہ ارشادات بحالت خواب یا بذریعہ الہام جب القا ہوئے دربار شریف کھڑی سے رخصت ہوکر چوموکھ کی طرف چلے۔ راستہ میں حضرت لدہا شاہ صاحب سے نیاز حاصل کیا۔ شاہ صاحب کے روبرو آ کر دست بستہ کھڑے ہوگئے۔ شاہ صاحب نے جب آپ کو دیکھا فرمایا ہمارے واسطے کھانا لاؤ۔ یہ سن کر بازار کی طرف چلے لیکن کچھ پاس نہ تھا متفکر ہوکر بازار کے گوشہ میں منتظر کشود کار کھڑے ہوگئے۔ ناگاہ ایک مرد نے نان و کباب گرم لاکر پیش کیا۔ آپ نے وہ لاکر شاہ صاحب کے نذر کیا شاہ صاحب نے وہ کھانا تناول فرمایا اور ایک استخوان لے کر حضرت حاجی صاحب کی طرف پھینک کر فرمایا پکڑ لو زمین پر گرنے نہ پائے۔ آپ نے نہایت چستی سے استخوان کو پکڑ لیا۔ شاہ صاحب نے خوش ہوکر وہ حصہ فیض روحانی کا بہرہ وافر عنایت فرمایا ارشاد کیا ہر شب جمعہ کو برنج پختہ اور شیر پر ہمارے نام کی فاتحہ پڑھ کر للہ تقسیم کیا کرنا۔ جب چوموکھ میں سکونت اختیار کی۔ صدہا زائرین اہل حاجات حاضر خدمت ہوتے۔ آپ کی دعا

اور توجہ سے تبرک حاصل کرتے کشف کرامات اور خرق عادات جو آنحضرت سے ظاہر ہوئیں دور دراز اطراف میں ان کی شہرت ہوگئی خلق خدا جوق در جوق زیارت کے واسطے آتے اور فیوضات باطنی اور فتوحات ظاہری کا سلسلہ شروع ہوگیا جو کوئی آپ سے بیعت کرتا اس کی حالت میں تبدیلی واقعہ ہو جاتی اور یاد حق میں دنیا سے دل سرد ہو جاتا۔

ایک روز ایک آدمی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اس نے خوشرنگ خربوزہ آپ کی نذر کیا۔ وہ خاص وقت تھا۔ اس مرد کو سینہ مبارک سے لگایا معاً اس کے دل میں شوق الٰہی کا شعلہ اٹھا۔ حالت متغیر ہوگئی دوڑ کر دریا میں غوطہ لگایا۔ چند مرد اس کو وہاں سے باہر نکالنے کے واسطے دوڑے فرمایا چھوڑ دو ابھی اس کو رہنے دو اگر جلدی باہر نکالا تو جل کر خاکستر ہو جائے گا۔ لوگ چھوڑ کر ہٹ گئے جو پانی اس کے بدن سے لگ کر آتا گرم ہو جاتا۔ چند ساعت اسی حالت میں گزری وہ جوش کم ہوا۔ فرمایا اب اس کو باہر نکالا جائے روبرو بٹھا کر تلقین اور بیعت سے سرفراز فرما کر رخصت کیا اور فرمایا۔ دوبارہ ہمارے پاس مت آنا۔ اس کا نام ونشان کسی کو معلوم نہیں ہوا۔ واللہ اعلم وہ کون تھا اور کہاں چلا گیا۔

ایک روز ایک بی بی صاحبہ نے عرض کیا کھانا تیار ہے آپ نے کچھ جواب نہ دیا چند مرتبہ تکرار کیا۔ آپ خاموش تھے آخر بی بی صاحبہ نے دامن کو پکڑ کر ہلایا۔ ناگاہ غیب سے ایک طمانچہ بی بی صاحبہ کی پیشانی پر لگا۔ جس سے درد محسوس ہوا چند ساعت کے بعد جب آپ سے دریافت کیا گیا فرمایا اس وقت خیل جنیاں سلام کے واسطے حاضر تھے وہ ہم سے مسائل اسلام دریافت کر رہے تھے۔ تمہارے بیوقت دخل سے اس میں ہرج واقعہ ہوا۔

بعض اوقات ظہر اور عصر کے درمیان آنحضرت پر حالت محویت طاری ہو جاتی ایک روز خادم وضو کرا رہا تھا۔ معاً تغیر آگیا۔ حالت جذب اور استغراق

میں بیخودی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ خادم بدستور وضو کا پانی ہاتھ مبارک پر ڈالتا تھا۔ لیکن پانی ڈالتے ہی خشک ہو جاتا جس قدر پانی کوزہ میں تھا اس نے یک لخت الٹ دیا لیکن ایک قطرہ پانی کا زمین پر نہ گرتا۔ اس نے دوسرے خادم کو مدد کے واسطے بلایا سب کو تشویش ہوگئی۔ باری باری سب نے مل کر پانی لا کر سر اور ہاتھ مبارک پر ڈالا جس جگہ بدن پر پانی ڈالتے اسی جگہ جذب ہو جاتا۔ ریش مبارک کے بال اور ہاتھ پاؤں بالکل خشک تھے۔ اسی حالت میں آپ اولیا ہائے متقدمین کے نام لے کر بآواز بلند فرماتے جاتے کہ فلاں ولی حاضر ہے۔ فلاں ابدال حاضر ہے چند ساعت کے بعد اصلی حالت نے عود کیا۔ طبیعت میں سکون پیدا ہوا محبان خادمان نے آنحضرت کی سلامتی پر شکرانہ ادا کیا۔ آپ کا وجود مظہر عجائبات ربانی تھا۔ خدا معلوم یہ کیا اسرار تھا۔ اکثر اوقات وجد کی حالت میں ذیل کا شعر پڑھا کرتے۔

اوپر نفس و شیطاں غالب ہوا　　کہ جب پیر شاہ جیو کا طالب ہوا

آپ فرمایا کرتے میرے پیر غازی قلندر نے میرا ہاتھ پکڑ کر سات دریائے عشق الٰہی ناپیدا کنار سے یک لخت پار کر دیا مقام فنا سے بقا باللہ تک پہنچا دیا۔

از مؤلف

پیر کامل یا فتم گشتم مرید　　از کرم برمن بچشم دل بدید
ذرہ را خورشد و معنی کرد حرف　　قطرہ از مہر او شد بحر ژرف
گر زا برم قطرہ بیروں چکد　　صدیی از وے بکشفِ جان رسد
من بچشم دل خدا را بنگرم　　باد جودِ اوٗ برستم از عدم
من زصہبائے محبت ساقیم　　چوں فنا در او شدم من باقیم

ایک روز دروازہ مسجد پر کھڑے تھے اور بآواز بلند نام لے کر پکارتے

جاتے کہ فلاں صاحب حاضر ہیں اور فلاں ولی بھی حاضر ہیں اسی طرح چند اہل اللہ کا نام لیا۔ ناگاہ جوش سے فرمایا اے سوار کھڑا رہو۔ آگے مت جانا۔ اگر بے اجازت بڑھا تو تمہارے گھوڑے کے سم کاٹ دوں گا۔ یہ فرمانا تھا کہ بدن میں لرزہ ہوا اور چہرہ مبارک زرد ہوگیا ایک طرف جھک گئے کچھ دیر کے بعد وہی شغل اختیار کیا ایک مرد گھسیٹا صاحب جو حضرت جناب صاحبزادہ عبدالحکیم صاحب غوث وقت کے مرید تھے انہوں نے صاحبزادہ صاحب سے اس امر کا انکشاف چاہا فرمایا آج حضرت غوث اعظم قدس سرہ پیر بغداد کا روحانی دربار تھا ہر ایک ولی سلام کے واسطے حاضر ہوتا اور حضرت حاجی صاحب بگا شیر دربانی کر رہے تھے ہر ایک صاحب آپ کی اجازت سے آگے جا سکتا تھا اسی اثنا میں حضرت سید شاہ چراغ صاحب جن کا مزار شہر راولپنڈی میں ہے تشریف لائے۔ لیکن بلا اجازت آگے چلے نقرہ گھوڑے پر سوار تھے۔ حضرت حاجی صاحب نے ان کو پکار کر روکا اور فرمایا اگر بلا اجازت آگے بڑھے تو گھوڑے کے سم کاٹ دونگا۔ شاہ صاحب نے کمان ہاتھ میں لے کر آپ کی طرف تیر چلانا چاہا جس سے آپ ایک طرف جھک گئے۔ حضرت غوث پاک نے مطلع ہو کر فرمایا۔ اس سوار کو نہ روکو یہ ہماری جد مرتضےٰ علیؓ کا ہمراہی سوار ہے فرمایا جس شخص نے ہماری یا ہمارے فقراء میں سے کسی کی ادنیٰ خدمت بھی کی ہوگی اس کا عوض دنیا میں ہی اس کو ادا کروں گا۔ آخرت پر اس کا بار گراں نہ رکھوں گا۔ آپ کی توجہ اور فیض روحانی سے بڑے بڑے اہل ولایت عارف ربانی پیدا ہوئے۔ آپ کا فیض آفتاب نصف النہار کی طرح تاباں درخشاں تھا۔ جو کوئی ارادت سے حاضر خدمت ہوا ہر ایک کو بقدر حوصلہ اس کے برکات حاصل ہوئے۔ آپ کی ظاہری باطنی سخاوت کا شہرہ ہر ایک طرف میں پہنچ گیا تھا ایک آدمی مدت دراز تک تپ ربع میں مبتلا رہا صدہا علاج کیا فقرا سے دم درود کرایا کوئی مفید نہ پڑا۔ ایک روز ایک رئیس زادہ دنیا دار جو

آپ کا محب تھا کسی طرف سے آ نکلا بیمار کو دیکھ کر اس کا حال دریافت کیا۔ علالت کی وجہ معلوم کر کے ایک تعویذ پر صرف حضرت حاجی صاحب کا بگا شیر اسم گرامی لکھ کر مریض کے دست راست سے باندھا دیا اور بزور دعویٰ کہا کہ آئندہ اس پر تپ ربع عود نہ کرے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حکایت بسبیل تمثیل ایک روز مجنوں نے صورت اپنی اور لیلیٰ کی کاغذ پر نقش دیکھی کاغذ لے کر لیلیٰ کی صورت کو مٹا دیا اور اپنی تصویر کو برقرار رکھا۔ ایک دوست نے مجنوں سے سوال کیا۔ صورت معشوق کو محو کرنا اور اپنی صورت کو برقرار رکھنا اس میں کیا حکمت تھی۔ فرمایا تفریق یعنی غیریت کو درمیان سے اٹھا دیا گیا اس نے پوچھا اسی طرح اگر اپنی صورت محو کر دی جاتی تو جب بھی وہی مطلب نکل آتا۔ فرمایا یہ اسرار عوام کے ادراک سے بعید ہیں۔ فرمایا لیلیٰ میرے دل میں ہے وہ معنی ہے اور میں حرف ہوں حرف کی موجودگی میں معنی اس سے جدا نہیں ہوتا۔

دوسرا راز یہ ہے کہ: مصرعہ

رشکم آید کہ کسے صورت یارم بنید

در ذکر اولاد آنحضرت

پہلے حرم سے آپ کے تین فرزند تھے۔ اور دوسرے سے دو فرزند نرینہ اور تین یا چار دختران ایک روز دوسری اہلیہ محترمہ نے عرض کیا کہ آپ کے فرزند اولین جوان ہیں اور کاروبار دنیاوی میں ہوشیار اور یہ دوسرے صاحبزادگان خورد سال، نادان مجھ کو یہ اندیشہ لاحق رہتا ہے کہ آپ کے بعد دوسرے برادراں ان کے حقوق وراثت میں دست اندازی کر کے جائداد پدری سے محروم نہ کر دیں ان کی والدہ چونکہ آپ کی قومی خاندان سے ہیں اور میرا خاندان علیحدہ ہے۔ بدیں وجہ ان کے طرف دار بھی لوگ زیادہ ہوں گے۔ آنحضرت نے حضرت بی بی

صاحبہ کی عرض کو معقول پا کر یہ فیصلہ فرمایا کہ جو جائداد منقولہ یا غیر منقولہ بحالت دنیا داری کی پیداوار ہے اس پر فرزندان اولین مالک و قابض ہوں گے اور بحالت فقر جو جائیداد ہر قسم از راہ ہدیہ و نذر خادمان محبان سے پہنچی ہے اس پر آخرین حرم کی اولاد بحصص شرعی مالک و قابض ہوگی۔ اولین حرم سے جو اولاد ہے اس کو دولت فقر سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ وہ خاص تحریر بدستخطی آنحضرت کی جناب میاں بہاول بخش صاحب سجادہ نشین حضرت غازی قلندر پیر دمڑی والا کے پاس موجود ہے۔ ذیل میں اس کی نقل مطابق اصل تحریر کی جاتی ہے۔

”منکہ میاں حاجی فقیر میاں پیر اشاہ ام قادریہ ام چوں ہرچہ وراثت درحالہ دنیا داری داشتہ بودیم فرزندان خود ابو یوسف خاں و بلندا خاں و رعایت خاں را بخشیدہ ایم و ہرچہ وراثت درحالہ فقیری ہمگی تمامی بی بی خیر بانو کہ زوجہ حقیقی است بدو تفویض ساختیم۔ از خویشاں و اقربا کسے را بد و مداخلت نیست۔ ایں چند کلمہ بطریق لا دعویٰ نوشتہ دادہ کہ ثانی الحال سند باشد تحریر بتاریخ ماہ جیٹھ ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۷۵ء اقرار واعراف صحیح شرعی نمودیم“

العبد یا اللہ میاں حاجی ، گواہ میاں عبدالحکیم ، گواہ شمس خاں ، گواہ میاں فیض بخش ، گواہ بخش خاں ، گواہ الہداد ، گواہ مہتہ بدہو، گواہ و دستخط میاں نتھو سہام چوہان والا

حضرت حاجی صاحب بگا شیر قدس سرہ کے صدہا مریدان باکمال صاحب کشف و کرامات گزرے۔ ہر ایک صاحب کا ذکر اور حالات کا پتہ نہ ملا۔ چند حضرات جن کے کشف کرامات اور کمالات باطنی کی ملک میں عام شہرت تھی ان کا مختصر ذکر ذیل میں لکھا جاتا ہے۔

ذکر اول۔ حضرت بابا فیض بخش صاحب سجادہ نشین کھدیارہ شریف

ایام طفولیت میں والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا محض بیکس اور یتیم رہ گئے۔ ایک زمیدار جو قوم ڈڈیال سے تھا، نے آپ کی پرورش کا ذمہ لیا۔ فرزندوں کی طرح پرورش کیا کرتا۔ جب آپ کا سن بلوغت کے قریب پہنچا موسم گرما میں جب فصل گندم کی کٹائی شروع تھی تو آبادی کے باہر ایک رات حفاظت کے واسطے ایک بلند پسہ تودہ گندم کے اوپر بستر جمایا بحالت خواب کسی نے اٹھا کر خوابگاہ سے دور تر فاصلہ پر لاکر رکھ دیا۔ آپ کو مطلق خبر نہ ہوئی۔ صبح بیدار ہو کر جب اصلی جگہ سے دور اپنا بستر پایا۔ حیرت زدہ ہو کر دریافت کیا مجھ کو یہاں کس طرح اور کون لایا۔ سب نے لاعلمی ظاہر کی۔ تھوڑی دیر بعد حواس بجا نہ رہے۔ ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگ گئے سب نے یک زبان کہا کہ ضرور اسیب، جن کا اثر ہے۔ ہر ایک سے دم تعویذ کرایا لیکن سود مند نہ ہوا آخر ایک روز حضرت حاجی بگا شیر صاحب کی خدمت میں لاکر حاضر کیا آپ نے جن کا نام پوچھا اس نے نام بتایا فرمایا اس یتیم کو چھوڑ کر چلا جا۔ جواب دیا جاتا ہوں فرمایا جلدی چلا جا۔ پھر کہا چلا جاؤں گا یہ سنکر غضب سے فرمایا ارے میرا حکم اور اس کی تعمیل میں تاخیر چوبدستی جو ہاتھ میں تھی اس سے دو ضرب لگائیں فرمایا وہ جن تو ایک ہی ضرب سے فرار ہو گیا تھا۔ دوسری ضرب سے اپنی توجہ کا جن داخل کیا اس کا اثر اور جوش اس سے قبر میں بھی الگ نہ ہوگا۔

مثنوی از مؤلف

ہاو ہوئے اوست از حق بے قصور　　نو بنو خواہد شدن تا نفخ صور
آہ او بہ از ریاضاتِ دگر　　نعرہ اش بہ از عباداتِ دگر

در ذکر مرید دوم۔ حضرت بابا بدوح شاہ صاحب سجادہ نشین پلیر شریف

وہ مستِ جام وصال وہ افسر اصحاب الکمال حضرت پیر بدوح شاہ ابدال قدس سرہ العزیز بچپن میں ہی حضرت حاجی بگا شیر صاحب کی خدمت میں پرورش پا کر حلقہ مریدان میں شامل ہوئے اور تمام اوقات ریاضت اور مجاہدہ میں صرف کیا کرتے حضرت پیر کی خدمت نہایت ادب سے بجا لا کر والدین کے حقوق کی بجا آوری میں سرمو فرق نہ لاتے مساجد کی صفائی اور ہر قسم کی نگہداشت کا ذمہ لیا۔ ایک روز حاجی بگا شیر مسجد میں تھے۔ بعد نماز خفتن فرمایا مسجد میں سنتھر کی ضرورت ہے۔ چونکہ نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ یہ فرما کر آپ دولت خانہ کو تشریف لے گئے۔ اس فرمان میں کسی خاص آدمی کو مخاطب نہیں فرمایا تھا۔ رات کو جناب حضرت بدوح شاہ صاحب نے کمر ہمت کو چست کیا۔ تاریکی شب اور موسم سرما دریائے چوموکھ سے کاہی اور سر کاٹ کر چند گٹھے بار سر اٹھا کر مسجد میں فرش کافی بچھا دیا۔ صبح صادق سے اول ہی اس کام سے فراغت پا کر بعد وضو نماز فجر کے واسطے اذان دی۔ جب حضرت حاجی بگا شیر نماز کے واسطے تشریف لائے مسجد میں تمام فرش تازہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ ایک دو مرتبہ دریافت فرمایا یہ کام کس نے کیا ہے۔ ایسی سرد اور تاریک رات میں اس قدر مشقت کس نے اٹھائی کسی نے جواب نہ دیا اور حضرت بابا بدوح شاہ صاحب ایک گوشہ مسجد میں خاموش بیٹھے تھے۔ حضرت پیر نے بنور باطن مطلع ہو کر فرمایا یہ کام بدوح کا ہے۔ حضرت کے بحر کرم نے جوش مارا رو برو بلا کر فیض روحانی کا بہرہ وافر عنایت فرمایا۔

در ذکر مرید سوم۔ حضرت جناب صاحبزادہ عبدالحکیم صاحب ساکن چکڑالی شریف

وہ شہسوار میدان ولایت وہ تاجدار تخت ہدایت وسخاوت صاحب توکل و تسلیم حضرت جناب صاحبزادہ عبدالحکیم قدس سرہٗ العزیز ولی کامل اور غوث روزگار تھے۔ آپ کا خاندان آباؤ اجداد سے مرکز علوم ظاہری و باطنی چلا آتا ہے۔ آپ کے بزرگ عرب سے ایران میں آئے تھے۔ سلاطین ایران کے استاد تھے۔ اسی وجہ سے آپ کا خاندان صاحبزادگان کے لقب سے شہرت رکھتا ہے۔ اسی تعلق سے جب وارد ہندوستان ہوئے سیرو سیاحت کے بعد اس ملک کی رہائش کو پسند فرمایا۔ آخر علاقہ پوٹھوار موضع چکڑالی شریف میں سکونت اختیار کی۔ آپ کا خاندان سخاوت اور ایثار نفسی میں شہرت رکھتا رہا تمام مال و اسباب جو تقرب سلاطین سے آپ کو ملا تھا وہ سب خدا کی راہ میں صرف کیا آپ کے دروازے سے کوئی سائل ناامید نہ جاتا وصف سخاوت آپ کی خاندان کی موروثی علامت ہے۔ صاحبزادہ صاحب غوث وقت تھے۔ آپ کا ارشاد ہے مصیبت میں کوئی معتقد خاندان یا مرید اس سلسلہ کا آبادی سے باہر آکر بآواز بلند ہمارا نام لے کر امداد طلب کرے گا تو اس کی مدد کروں گا۔ تین روز متواتر یہ عمل کرنے سے خدا اس کی مشکل کو آسان کردے گا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کی ولایت اور کشف وکرامات کی تمام اطراف میں شہرت ہوگئی۔ نہایت پاکیزہ صورت خوش وضع جوان تھے۔ آپ کے ظاہری حسن و جمال کی دھوم تھی جو کہ کوئی دیکھتا وہ فریفتہ ہو جاتا۔

در وصف حسن و جمال حضرت صاحبزادہ عبدالحکیم قدس سرہ العزیز

چہ میگویم جوانی نے کہ جانے   زخیل دبستانان دلستانے
باوج نیکوئی تابندہ ماہے   بہ تخت دلبری فرخندہ شاہے

بہ برج خوش نمائی مہر انور بدرج خوش ادائے گوہر تر

بہ باغ خوش خرامی سرد آزاد بہ موز ونے کمالِ صنع استاد

آپ کی ہمشیرہ صاحبہ کلاں جو ایک علامہ زمان متقی دوران بزرگ کی اہلیہ تھیں وہ قصبہ چوموکھ میں سکونت رکھتے تھے۔ آپ اکثر ہمشیرہ صاحبہ کی ملاقات کے واسطے وہاں آیا جایا کرتے۔ ایک روز حضرت حاجی بگا شیر نے ان کو دیکھا اور شفقت سے حال دریافت کیا۔ آنحضرت کی نظر عنایت سے متاثر ہوکر ہر روز حضور میں حاضر ہوا کرتے۔ آنحضرت نے بیعت سے سرفراز فرما کر حلقہ مریدان میں داخل کیا طریق زہد و ریاضت اور مجاہدہ کا ارشاد فرمایا اورادِ وظائف کی ترتیب بتلائی۔ آپ بزبان حال یہ اشعار پڑھتے۔

اگر ہر موئے من گردد زمانے ز تو رانم بہر یک داستانے

اگر عمرے کنم خدمتگذاری وگر در ہر نفس نعمت شماری

ہنوز از عہدہ شکرت نتانم کہ بیروں آیم اے محبوب جانم

حضرت پیر کی اجازت سے ایک مقام کنارہ دریا پر عبادت کے واسطے پسند کیا۔ وہاں چلہ کشی کی غرض سے گوشۂ تنہائی میں شغل عبادت اختیار کیا۔ ایک رات اور دن متواتر بارشِ باراں کا برابر نزول ہوتا رہا۔ دریا میں بے شمار طغیانی آئی اطراف کی آبادیوں کو بے حد نقصان پہنچا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب عین لب دریا پر اپنی خلوت گاہ میں مصروف یاد الٰہی تھے۔ آنحضرت کی ہمشیرہ صاحبہ برادر عزیز کی تنہائی اور خطرناک طوفان کے غم سے بیتاب ہوکر حضرت جناب بگا شیر کی خدمت میں آئی اور بھائی کی جان کے غم اور فکر میں زار و زار رونا شروع کیا۔ آنحضرت نے عفیفہ محترمہ کی عرض کو سنکر فرمایا بی بی کچھ غم مت کرو۔ ہمارا عبدالحکیم اس طوفان سے خدا کی حفاظت میں محفوظ ہے بلکہ اس کی سکونت گاہ بھی صحیح سلامت رہے گی۔ جب ابر و باراں تھم گیا دریا کا پانی اتر گیا۔ لوگوں نے جا کر

صاحبزادہ کے مسکن کو دیکھا آنحضرت بدستور عبادت میں مصروف تھے۔ دریا کی طغیانی اور بارش کے پانی کا کوئی اثر نہ تھا۔ حضرت ہمشیرہ صاحبہ نے برادر عزیز کی سلامتی پر شکرانہ ادا کیا حضرت بگا شیر حاجی صاحب ایک رات نماز عشاء سے فارغ ہوکر مسجد سے دولت سرا کو چلے جناب صاحبزادہ عبدالحکیم بھی گھر تک آپ کے ہمراہ آئے در دولت پر پہنچ کر فرمایا عبدالحکیم بس ٹھہرو۔ اتنا فرما کر اندر داخل ہوکر دروازہ بند کر لیا حضرت صاحبزادہ صاحب تمام رات صبح تک پیر کے دروازے پر کھڑے رہے۔ موسم سرما اور شب درازدہ مست جام الست فرمان مرشد کی تعمیل میں سرشار تھا۔ جب آنحضرت صبح کی نماز کی خاطر گھر سے باہر تشریف لائے تو صادق مرید کو دروازہ پر کھڑا ہوا دیکھ کر فرمایا یہاں کس واسطے کھڑے ہو۔ عرض کیا حضور نے ٹھہر جانے کا ارشاد فرمایا تھا۔ نہ چلے جانے کا یہ سنکر حضرت نے جوش مسرت اور شفقت دلی سے فرمایا عبدالحکیم تو میرے جیسا ہوگیا۔ اس روز خاص دلی توجہ سے حبس دم یعنی پاس انفاس کا عمل ارشاد فرمایا۔ بموجب فرمان مرشد آپ نے اس عمل کو درجہ تکمیل تک پہنچایا آپ کے دماغ سے فرق سر میں تین یا پانچ سوراخ تھے ان میں سے آمدورفت انفاس کی رہتی سر مبارک کے بال لمبے رکھا کرتے تھے۔ ان کو سوراخوں پر لپیٹ کر دستار باندھا کرتے۔ بعض وقت موم سے سوراخ بند کردیا کرتے۔ باوجود بیشمار حصول فتوحات روحانی کے آپ کا ظرف اس قدر فراخ تھا۔ ہنوز تشنگان صحرا کی مانند لب خشک رہتے شہباز روحانی آپ کا ایسا بلند پرواز تھا جو انتہائی مقام پر پہنچنے کے سوا کسی منزل میں دم لینے والا نہ تھا۔ حضرت پیر نے طالب صادق کا حوصلہ بلند اور قابلیت مقبول پا کر ارشاد فرمایا۔ فقیر سے تمہارا حصہ فیض باطنی کافی مل چکا۔ تاہنوز تمہاری تشنگی باقی ہے۔ اب تم کو تین حضرات سے حصول نعمت باطنی کے واسطے حاضر ہونا ضروری ہے۔

اول: ایک بی بی صاحبہ جو پنجاب کے ایک قصبہ میں سکونت رکھتی تھیں ان کا پتہ بتلایا۔ وہ عارفہ کاملہ، زاہدہ، عابدہ صورت زناں بمعنی مرد ہر وان قوم خارکش سے فلاں محلہ میں بھٹی لگا کر دانے بھونا کرتی ہے۔

دوم: ایک اور ولی کامل کا نشان دیا جو حضرت رفیع الدین شاہ مدار کے سلسلہ میں غوث زمانہ تھے۔ دونوں آستانوں سے فیضیاب ہو کر حضرت جناب غازی قلندر پیر دمڑیوالہ کی مزار مقدس پر خلوت نشینی اختیار کرو۔ آنحضرت کی جناب سے نعمت فیضان روحانی کا بہرہ وافر حاصل ہوگا جس کے بعد کسی اور آستانہ کی تم کو ضرورت نہ ہوگی۔

مثنوی

تو مگو مارا بداں شاہ بار نیست　　با کریماں کار ہا دشوار نیست

درکرم سنجی است آں شاہ ومبدم　　یاس را درخدمتش نبود قدم

حضرت کا فرمان جب سنا کمر ہمت کو چست کیا دور دراز مسافرت اختیار کی۔

مثنوی

شدہ شاکر برنج و محنت راہ　　شہی مسکین نما میرفت چوں ماہ

پس ازقطع منازل چوں عنادل　　بوئے گلشن دل شد مقابل

زشہر جان نشان جو شدنشان یاب　　رسانید آتش آں تشنہ بر آب

جب نشان دادہ مکان پر تشریف لائے دیکھا کہ وہی عارفہ بی بی بظاہر بھٹھاریوں کی صورت میں بھٹی پر بیٹھ کر دانے بھون رہی ہے اور جس کے انوار باطن کی تجلی سے مہر و ماہ آسمان کو بھی رشک ہے۔ صاحبزادہ صاحب نے ان کے

ظاہری نشانات کو دیکھ کر شناخت کیا۔ دور سے اشارتاً تعظیم تکریم بجا لاکر ارادت سے روبرو نشست فرمائی حضرت بی بی صاحبہ نے بھی نو وارد مہمان کو بہ نظر توجہ دیکھا اور بظاہر کوئی پرواہ نہ کی۔ برابر اپنے کام میں مشغول تھیں۔

مثنوی

زبانش باکساں اندر تکلم — دلش با طالب خود در تعلم
بظاہر بے نیاز از وے نمودے — بباطن رازہا بروئے کشودے
نہ طالب را خبر زیں ماجرا بود — دلش حیراں در خوف و رجا بود
بخوف اندر زبے پروائے او — رجا بر وعدۂ پیر تشان گو
بہ تسکین دادل جان حزینش — شدے گاہے نگاہے بر زمینش
بظاہر شمۂ از حال مسکین — ز پرسید نہ کردش ہیچ تلقین
گذشتے روز در دکان بہانہ — چو شام آمد رواں شد سوئے خانہ
کسان رفتند و جائے ماند خالی — ہمہ اسباب را برداشت حالی
بر اسپہ بے نیازی شد سوارہ — نہ طالب رابدو یارای وچارہ
ولی مشتے زدانہ ہائے پختہ — بسویش برفشاند از رائے پختہ
زبان خاموش اما ہر دو گوشش — بکوشش در بہ پیغام سروشش
دریں حالت شد اندر خانہ خویش — بدکان ماند مہمان وفاکیش
بخاک مسکنت افگندہ بستر — ہمہ شب منتظر ماندہ بروں در
چو آمد روز دکان گرم گر دید — بر آتش دانہ دل نرم گردید
ہماں خاموش و آں شغل سازی — ہماں دو شینہ رسم بے نیازی
بدمشتے دا نہ مہماں را وظیفہ — فشاندی و شدی زانجا عفیفہ
بکاری جمع ہیزم در بیابان — شدے آں طالب صادق شتاباں

بسر بار گراں بروئے بہر روز — آں صاجبزدہ ماہِ دل افروز

چہل روز اندریں بگذشت اورا — غلام ہیزم آور گستت اورا

زہے خادم کہ صاجبزادہ بود — پئے ہیزم کشی آمادہ بود

پس از چل روز وقت کارسازی — رسید و یافت ازوئے سرفرازی

گرفتہِ زاں کریمہ بہرہ مندی — دلش آموخت زاں آتش سپندی

بیک یک مشت دانہ درچہل روز — ازاں خرمن شدہ خروار اندوز

ازاں ہیزم کشی و آتش فروزی — چودانہ یافت یکسر سینہ سوزی

مکمل ساخت آئینِ ادب را — میان بربست ہم راہِ طلب را

خبر پرساں زمسندہ گاہ آنشاہ — کہ از پیر خود ازوئے بود آگاہ

زہے شوق بجان نیک مرداں — نیا سائیند بے دریافت جاناں

زمین گردند پیائید کرد گردوں — کہ درچوں یافتند آں رنگ بیچوں

چو چندی در طلب ملے کرد منزل — رسید اندر جوار حاتمِ دل

بہ تعظیم حریمش بست احرام — بہ تسلیم و رضا برداشتہ گام

چو آمد در مقابل دیدہ با دید — بجوش آں مرد مثل رعد غرید

جب اس بی بی صاحبہ سے فیض روحانی جو آپ کا حصہ مقدور تھا مل چکا رخصت ہوکر بموجب فرمان مرشد صاحب کی طرف چلے۔ بعد قطع منازل جب روبرو گئے وہ پیر قلندر شیر کی مانند غراتا ہوا اپنے مقام سے اٹھا۔ ایک لکڑی ہاتھ میں پکڑ کر حضرت صاجبزادہ صاحب کے سر پر ماری۔ اس کی ضرب سے سر میں زخم شدید ہوگیا۔ اور فرمایا کس واسطے مجھ کو اس قدر منتظر رکھا اسی ضرب میں حصہ امانت انوار تجلی روحانی کا آپ کو دیدیا۔ حضرت صاجبزادہ صاحب نے سرعت سے زخم کو دستار مبارک سے باندھ لیا اور رخصت حاصل کی ایک شاہی افسر نے جو آپ کا ہم وطن تھا۔ آپ کو شناخت کیا۔ بڑے ادب اور تعظیم سے مکان پر لے گیا

اور حق خدمت بجالایا۔ صبح جب زخم سر کھولا تو بالکل کوئی نشان یا درد باقی نہ تھا۔ وہاں سے پا پیادہ چل کر چند روز میں دربار شریف کھڑی شریف غازی قلندر کی مزار مقدس پر حاضر ہوگئے۔ چند روز منتظر امداد روحانی قدم گاہ مرقد منور کی طرف مراقبہ کیا جب شہنشاہ اولیا غازی قلندر سے فیوضات باطنی کا بہرہ وافر پایا شکرانہ بجا لاتے ہوئے رخصت ہوکر حضرت پیر جناب حاجی بگا شیر کے حضور میں حاضر ہوکر قدم بوسی کی اور شکرانہ بجا لائے۔ حضرت پیر نے مرید صادق کو سینہ سے لگایا اور کامیابی سفر کی مبارکباد فرمائی اور مزید شفقت کا اظہار کیا۔

ایام خوردسالی سے والدین کی رائے سے آپکا پیوند نسبت ناطہ عموصاحب کی دختر سے قرار پا چکا تھا۔ چند مدت بعد عمو صاحب نے انتقال فرمایا جب صاحبزادی کی عمر حد بلوغت کو پہنچی لڑکی والوں نے شادی کی تمنا ظاہر کی۔ چونکہ حضرت صاحبزادہ صاحب جام وحدت سے سرشار اور آزادی کے خواہاں شادی سے نفور تھے۔ غرض اُدھر سے اصرار اِدھر سے برابر انکار تھا۔ آخر لاچار ہو کر حضرت کی عمہ صاحبہ نے جناب بگا شیر کے حضور میں آ کر اپنی لاچاری اور مجبوری کو بیان کیا۔ آنحضرت نے سن کر حضرت فیض بخش صاحب کو صاحبزادہ کے حاضر لانے کا ارشاد فرمایا بمجرد فرمان پیر آپ نے چکڑالی شریف پہنچ کر صاحبزادہ صاحب کو حضرت کا پیغام پہنچایا پیر طریقت کا حکم سن کر سرتسلیم خم کیا اور اسی وقت بزرگ پیر بھائی کی ہمراہی میں راہ نوردی اختیار کی۔ جب کنارہ دریا پر پہنچے کشتی کے انتظار میں ایک طرف بیٹھ گئے۔ حضرت صاحبزادہ بارگراں خانہ داری اور مشاغل دنیاوی سے متنفر تھے فرمان پیر سے سرتابی محال تھی اسی فکر میں اٹھ کر دریا کو خطاب کیا اے آب رواں اس وقت ایسا طوفان شور سے پیدا کر جس کے گرداب اور تلاطم سے مرغابی کا گزر بھی محال ہو یہ الفاظ اس پاک زبان سے اس مقبول بارگاہ ایزدی سے نکلتے ہی بے ابروباران ناگہاں بلاخیز طوفان اٹھا۔ دریا کا پانی

کناروں تک پہنچ کر لبریز ہوگیا۔ پار گزرنا راہِ رواں کے واسطے محال ہوگیا۔ حیرت زدہ ہوکر حضرت میاں فیض بخش صاحب نے مرشد کی روحانیت سے استمداد طلب کر کے دریا کو پتھر مارنا شروع کیا۔ اور بلند آواز سے فرماتے کہ اے دریا اپنی اصلی حالت پر جا کر سکون اختیار کر ورنہ ایسا خشک کردوں گا جس سے قیامت تک ایک قطرہ آب پیدا نہ ہو۔ چند مرتبہ ایسا فرما کر خاموش ہوگئے۔ آب دریا آپ کے عتاب کی تاب نہ لایا۔ پانی تیزی سے اترنا شروع ہوکر اصلی اندازہ پر آ گیا۔ دونوں صاحبان بسواری کشتی دریا سے پار اترے۔

مثنوی

ابر دیم با آہ سردان برنتافت   بحر وکان از امر مرداں سرنتافت
ماہ وخور را نور وتاب از بہر شان   سوز و سرعت برق را از قہر شان
لعل در خار از تاب مہر اوست   درصدف گوہر زخوئے چہر اوست
ہرچہ ہست اندر جہاں دیدنے   در حساب ساکن و جنبیدنے
جملہ در حکم ولیِ کامل است   حکمِ حق در حکم ایشاں حامل است

جب دریا سے پار اتر کر چلے ایک طرف سے آسمان پر ابر سیاہ کی گھٹا اٹھی ہر طرف پھیل کر برسنا شروع کیا اپنی آبادی کی طرف رخ کیا تا کہ کسی محفوظ مکان میں تھوڑی دیر کے واسطے ٹھہر جائیں۔ اسی ارادہ سے ایک مکان کی طرف گئے اندر داخل ہونے کے وقت ایک عورت جو مکان والے مرد کی زوجہ تھی اس نے آپ کو دیکھتے ہی شور وغوغا شروع کر دیا۔ حضرت میاں فیض بخش صاحب دراز قامت تھے اس عورت شور کی طرف خیال رہا۔ دروازہ کی چوکھٹ سے سر مبارک ٹکرایا سخت چوٹ آئی فرمایا تو نے میرا سر توڑا ہے۔ تیری لات ٹوٹی اسی وقت وہ بدخو عورت باہر نکل کر بارش کی وجہ سے مویشی کو کھول کر اندر لانے لگی۔ کیچڑ سے

پاؤں اس کا پھسل کر زمین پر گری جس سے ران کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اسی اثنا میں بادل کا برسنا تھم گیا۔ ہر دو صاحب وہاں سے چل پڑے حضرت صاجزادہ صاحب نے جب بڑے بھائی کی شمشیر زبان کا جوہر دیکھا تو آپ کی کمالیت کا دل سے اقرار کیا۔ الغرض جب مسافت طے کر کے حضرت پیر کی خدمت بابرکت میں آئے۔ آنخضرت نے صاجزادہ صاحب سے عمہ صاحبہ کی طرف سے التماس شادی کا اظہار فرمایا۔ حضرت پیر کا ارشاد سن کر دیر تک گرداب اضطراب میں خاموش رہے۔ آخر بعد تامل عرض کیا۔ حضرت قبلہ کی رائے انور پر ہویدا ہے۔ اس عاجز نے دیدہ باطن سے لوح محفوظ پر نظر کی جس سے پایا جاتا ہے کہ میرے مقسوم میں صرف آٹھ دختران پیدا ہوں گی اور کوئی فرزند نرینہ نہیں۔ آنخضرت نے خود بھی بعد مراقبہ مرید صادق کے کشف کی تصدیق فرمائی۔ اسی وقت وضو تازہ کیا۔ پیش کارساز حقیقی جبین نیاز کو زمین پر رکھا آواز بلند دعا اور مناجات شروع کی اور چشمہ چشم سے جوئے اشک رواں کیا۔ جو الفاظ صدف وہاں سے درشہوار کی مثل نکلے مولف کتاب سلک نظم میں ہدیہ محبان خاندان قلندریہ کرتا ہے۔

نظم

ربنا در حال زار من بہ بیں ۔۔۔ بر دو چشمِ اشک بار من بہ بیں
رحم کن بر پیری و مسکینم ۔۔۔ کرم کن بر فقر و خوشہ چینم
سر نہادم بر زمیں بہر نوید ۔۔۔ خستہ خاطر بستہ حبلِ امید
ہدیہ از من جز دل سیپارہ نیست ۔۔۔ گر پذیری در برائی چارہ نیست
بندہ وا با خالق خود کن مکن ۔۔۔ کے روا لیکن بگفتی گو سخن
داد ادعونی ز تو گستا خیم ۔۔۔ بر امید آنکہ استجب لکم
ورنہ مارا طاقت گفتار چیست ۔۔۔ خود تو میدانی بلب اظہار چیست

باکہ گویم حاجتِ خود اے حکیم	تو کریمی تو کریمی تو کریم
راز دان غیبِ من خبر تو کہ ہست	شرم دارِ شیب من جز تو کہ ہست
شرم شیم دار و حاجت در پذیر	و اندریں افتادگی دستم بگیر
نام دختر ہائے ایں عبدالحکیم	محو کن اے حاکمِ ملکِ قدیم
گر نہ بپذیری دعائے من نبرود	مدتے دارم سرِ خود در سجود
از زمین برادرم انگہ روئے را	کہ رسانی مژدہ حاجت جوئی را
پر شود گر دامن امید من	از خوف آید بروں خورشید من
چوں نمود ایں التجا آں نازنین	با نیاز و ناز با نالہ و حنیں
ناگہاں تیر دُعا شد بر ہدف	ایں نویدش داد ہاتف باشرف
مژدہ بادت کہ ازاں ہر ہشت بر	چار را حق کرد حک بردار سر
سر بر آورد و سخن اظہار کرد	سجدۂ شکرانہ دیگر بار کرد
پس بشارت دا و با عبدالحکیم	کہ مباش اندو ہگیں مرد سلیم

پس حضرت حاجی بگا شیر نے بارگاہ ایزدی سے بذریعہ الہام مطلع ہو کر اپنے محبوب مرید کو مخاطب کیا اور فرمایا حق تعالیٰ نے تیری آٹھ دختران میں سے چار کی تعداد کو کم کر کے صرف چار کے نام باقی رکھے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے جب دیدہ باطن میں سے دیکھا تو حضرت پیر کے فرمان کے مطابق درست پایا دوبارہ عرض کیا جو کچھ حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا ہے بجا ہے۔ لیکن آٹھ دختران میں سے اگر چار باقی رہیں جب بھی اولاد نرینہ کے سوا بار گردن ہی ہوگا۔ دامادوں کی ناز برداری اور بیٹیوں کے رنج سے پراگندہ اور پژمردہ خاطر رہنا ہوگا۔ جب تک فرزند نرینہ پیشِ نظر نہ ہو سینہ میں سرور آنکھوں میں ٹھنڈک نہ ہوگی۔ آنحضرت نے جب صاحبزادہ صاحب کی عرض کو معقول پایا۔ دوبارہ سربسجود ہو کر سلسلہ مناجات کا اس طرح شروع کیا۔

نظم

اے کریمی کہ از خزانہ غیب　گبرو ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم　تو کہ با دشمنان نظر داری
بندہ اوفتادہ را از پائے　دست دادہ باوج بر داری
سر نہادم بر آستان کرم　نے چو حلقہ تہی بدر داری
گر مجازاً بصورت مخلوق　نہ دری داری و نہ در داری
فی الحقیقت دری در تو بود　کہ ازاں جملہ بہرہ ور داری
دار دارِ تو است و دیگر دار　دار دار است خود خبر داری
من مسکین و پیر بندہ تو　بری از کبر جاہ و سرداری
ہر دم نو بنو بتو حاجت　ہست شایان روا اگر داری
مشکلے اوفتاد در کارم　کہ از و شد ز دل صبر داری
خادمِ من کہ ہست عبد حکیم　زار زار است زنا پسر داری
ترک تزویج گفت زیں حرمان　مادر دفت در خطر داری
سائلِ بندہ تو با اُمید　گوہرے بخش زاں گہر داری
پسرے نیک دہ بعبد حکیم　کہ بود خوش بزیب سرداری
بر ندارم سرِ نیاز ز خاک　تانیا بم ز تو ظفر داری
شرم پیری و ہم فقیری من　مر ترا ہست ہر قدر داری

جب اس مرد پاکباز نے نہایت سوز و گداز سے سجدہ میں گر کر بجناب باری تعالیٰ تضرع و زاری سے دعا مانگی۔ قبولیت کے آثار ظاہر ہوئے۔ ہاتف غیب نے گوش دل میں ندا دی۔ اے میرے دوست سر سجدہ سے اٹھا تیری خاطر سے عبدالحکیم کو بجائے دو دختران کے دو فرزند نرینہ عطا کریں گے حضرت پیر نے

جناب الٰہی سے یہ الہام پا کر اپنے عزیز ترین مرید صاحبزادہ کو مژدہ جانفزا سنایا آپ نے نہایت فرحت اور سرور سے تقریب شادی کا انتظام کیا۔ مبارک روز اور ساعت سعید میں کار شادی سے فراغت پائی۔ ایک روز حاجی بگا شیر نے فرمایا پہلے صاحبزادہ کا نام سید محمد اور فرزند دوم کا نام شیر محمد رکھنا۔ جب تک صاحبزادگان حد بلوغت کو پہنچیں گے قبل اس کے ہم دنیا سے رحلت کریں گے۔ صاحبزادہ سید محمد جب ایام شعور کو پہنچے ایک روز اس کو آپ ہمراہ لے کر ہماری مرقد کے پاس بٹھا کر اس کی نگرانی کرنا اور تنہا نہ چھوڑ دیں اور قوالاں کو قوالی کا اشارہ کرنا اس وقت اس کا حصہ فیض روحانی جو ہمارے پاس امانت ہے دیا جائے گا۔ یہ صاحبزادہ جامع کمالات صوری اور معنوی ہوگا۔ اس کے حسن اخلاق مشابہ انبیاء ہوں گے وصف حلم اور سخاوت میں یکتائے روزگار مقام ولایت میں اولیائے متقدمین کا ہم پلہ ہوگا۔ ہر مذہب و ملت حکام وقت اور رعایا اس کی کفش برداری کو سعادت دارین سمجھیں گے۔ مومن و کافر اس کی فرمانبرداری پر ناز کریں گے۔ آبادی میں اعلیٰ ادنے انسان جوق در جوق اس کے حضور حاضر ہوں گے۔ ویرانہ اور جنگل میں جنات اور وحوش پابوسی کریں گے۔ ملاء اعلیٰ میں ملائکہ اس کے رفیق ہوں گے۔ آنحضرت نے صاحبزادہ صاحب کو جب یہ وصیت فرمائی چند روز بعد انتقال فرمایا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) جب مولود مسعود حضرت صاحبزادہ سید محمد صاحب کی پیدائش کا روز آیا۔ خاندان میں نعرہ شادی بلند ہوا۔ در و دیوار سے تجلی انوار روحانی کا ظہور ہوا۔ چار طرف سے مبارک باد کی صدا آ رہی تھی۔ آپ کی پرورش کا نہایت احتیاط سے انتظام کیا گیا۔ عہد طفولیت میں باقاعدہ سلسلہ تعلیم شروع ہوا۔ حضرت والد بزرگوار کی ظاہری باطنی توجہ صاحبزادہ کی طرف رہتی۔ جب آپ کا سن قریب بلوغت پہنچا ایک روز والد بزرگوار صاحبزادہ سید محمد صاحب کو ہمراہ لے کر درکالی شریف تشریف لائے اور حضرت حاجی بگا شیر قدس

سرہ کے فرمان کے مطابق بعد غسل پوشاک جدید زیب تن فرما کر خوشبوئے عطر عبیر سے معطر کیا اور مرقد مبارک کے قریب پائیں کی طرف صاحبزادہ کو بٹھا کر قوالی کا ارشاد کیا۔ اور خود بھی حضرت صاحبزادہ کے قریب بیٹھ گئے۔ جب قوالی کا سماں بندھ گیا سماع کی تاثیر سے وجد پیدا ہو گیا۔ بدن مبارک میں حرکت ہوئی۔ اللہ اکبر کا نعرہ مار کر دوسری طرف گر کر مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگے قوالی بند کی گئی۔ آنحضرت نے صاحبزادہ صاحب کو گود میں لے کر منہ مبارک پر پانی چھڑکا جب آپ کو ہوش آیا وہ حصہ امانت برکات روحانی جو حضرت جناب پیر بگا شیر سے ملنا تھا حاصل کیا۔ یہ حضرت جناب صاحبزادہ سید محمد صاحب بن صاحبزادہ حضرت عبدالحکیم قدس سرہ اپنے پدر بزرگوار کی مانند حسن و جمال ظاہری میں لاثانی تھے نہایت خوبصورت تھے دور دراز نواحات سے لوگ آپ کے حسن خدا داد کو آ کر دیکھتے رخ روشن آپ کا ماہتاب چہاردہ کی مانند درخشاں تھا۔ اس شمع نورانی پر زن و مرد پروانوں کی مانند بے تاب ہو کر گرتے۔ الغرض آپ کو اس وقت یوسف ثانی کہا جاتا تھا۔

حضرت جناب صاحبزادہ عبدالحکیم صاحب کا ایک زمیندار ہمسایہ بدظن اور حاسد تھا وہ بھی گاہ گاہ حضرت جناب بگا شیر کے سلام کو آیا کرتا تھا اور خود کو آنحضرت کا مرید ظاہر کیا کرتا۔ جب کوئی موقع پاتا تو حضرت صاحبزادہ صاحب کی شکایت کیا کرتا۔ چونکہ وہ بھی چکڑالی شریف کا باشندہ تھا۔ جب حضرت کی خدمت میں جاتا آپ حضرت صاحبزادہ صاحب کا حال اس سے دریافت فرمایا کرتے۔ ایک روز درمیان سخن ذکر آیا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے پاس نہایت عمدہ عمدہ گراں قیمت اعلیٰ نسل اسپ اور اسپ مادیاں موجود ہیں۔ اس بدبخت زمیندار نے موقعہ پا کر یہ کہا کہ جب صاحبزادہ صاحب حضرت کی خدمت میں تشریف لاتے ہیں معمولی کم قیمت اسپ مادی پر سوار ہو کر آیا کرتے ہیں۔ اس

کی وجہ یہ ہے کہ شاید عمدہ اسپ مادی آنجناب کو پسند آجائے اور شاید طلب کرلیں۔ جب آنحضرت نے یہ سنا فرمایا جو کچھ عبدالحکیم کے پاس ہے وہ فقیر کی بخشش سے ملا ہے۔ چاہوں تو واپس لے سکتا ہوں۔ حاسد زمیندار نے گویا آگ پر تیل ڈالا اور کہا کہ صاحبزادہ صاحب فرمایا کرتے ہیں۔ اگرچہ حضرت پیر سے بھی فتوحات ظاہری اور فیوضات باطنی ہم کو حاصل ہوئی ہیں۔ لیکن ہمارے آباؤ اجداد کی توجہ روحانی جو برابر ہماری طرف مبذول رہتی ہے اس کا شکریہ ادا نہیں کرسکتے۔ حضرت بگا شیر نے یہ سنکر غضب سے فرمایا فقیر کا بخشا ہوا واپس ہوگا۔ آباؤ اجداد سے جو ان کو حاصل ہوا ہے وہ رہ جائے گا۔ بمجرد فرمان آں حضرت حضرت صاحبزادہ صاحب کی حالت سلب ہوگئی دل بے قرار ہوگیا۔ پاپیادہ بے سروسامان گھر سے نکل کر آستان کی راہ اختیار کی بحالت زار چشم پرنم غم سے بے تاب بے خورد و خواب تنہا چلے جارہے تھے۔ راستہ میں ایک مرد آشنا مل گیا جو حضرت حاجی صاحب کی زیارت کرکے واپس آرہا تھا۔ اس کی موجودگی میں وہ ماجرا گزرا تھا۔ اس نے وہ سب آپ سے بیان کیا الغرض صاحبزادہ صاحب نہایت بیقراری سے زاری کرتے ہوئے اشکباری کی صورت میں حضرت پیر مرشد کے قدموں پر گر کر خواہاں معافی ہوکر بار بار استغفار کرتے ہوئے اور اپنی صفائی کا اظہار فرماتے ہرچند معذرت کرتے رہے لیکن کچھ آثار مقبولیت ظاہر نہ ہوئے۔ حضرت صاحبزادہ نے جب معلوم کیا کہ بجز وسیلہ کوئی حیلہ کارگر نہ ہوگا سوائے امداد مرد آشنا کے گرداب اضطراب سے نجات محال ہے اسی خیال میں حضرت میاں فیض بخش صاحب سجادہ نشین کنہیارہ شریف جو ناز پروردہ اور عزیز خلیفہ حضرت حاجی بگا شیر کے تھے ان کے پاس تشریف لائے آتے ہی درد دل سے اپنا حال زار بیان کیا۔ دربار مرشد کے واسطے آپ کو وکیل اور شفیع قرار دیا۔ چونکہ دونوں حضرات باہم پیر بھائی تھی اسی وجہ سے آپ میں یگانگت اور اتحاد کامل تھا۔

گویا دو قالب یک جان تھے۔ عزیز برادر کی درد انگیز داستان نے میاں صاحب کے دل پر سخت اثر کیا۔ اور بیتاب ہوکر صاحبزادہ کے ہمراہ چلے۔ جب حضرت مرشد کے حضور میں حاضر آئے نہایت عاجزانہ طریق سے صاحبزادہ صاحب کی صفائی اور سفارش کا اظہار کیا۔ لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ چونکہ حضرت پیر کو میاں فیض بخش صاحب سے فرزندانہ شفقت تھی۔ ان کی نازبرداری کیا کرتے جب آپ کی سفارش کا کچھ اثر نہ ہوا تو ناامید ہوکر مجلس سے اٹھ کر بازار کی طرف چلے راستہ میں کلاہ مبارک سر سے اتار لیا اور بآواز بلند منادی کرتے۔ ''سنو لوگو میں آج سے حضرت حاجی صاحب کا مرید نہیں رہا۔ وہ میری سفارش منظور نہیں فرماتے۔ لوگوں نے یہ ماجرا آنحضرت سے بیان کیا۔ سن کر آپ نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا ان کو معہ صاحبزادہ کے واپس لایا جائے۔ جب طالبان صادق کو حضور مرشد سے شفقت آمیز پیغام پہنچا واپس آئے اور آنحضرت کے نورانی چہرہ مبارک کو بشاش دیکھ کر صاحبزادہ پر وجد کی حالت طاری ہوگئی۔ حضرت قبلہ نے اول میاں فیض بخش صاحب کو گلے سے لگا کر دوبارہ حضرت صاحبزادہ صاحب کو دیر تک سینہ سے لگائے رکھا اور نعمت باطن کا وافر حصہ عنایت فرمایا تمام مجلس میں رقت طاری ہوکر حاضرین کے دلوں پر عجیب اثر طاری ہوا۔ نہایت دلی شفقت سے آنحضرت نے دونوں عزیزوں کو رخصت کیا۔ آئندہ روز بروز اتحادی رنگ میں ترقی ہوتی گئی جب اس حاسد زمیندار کا خبث باطن ظاہر ہوا خدا کے دوست کی عداوت سے انجام کار وہ تباہ اور خستہ حال ہوکر نامرادی کی موت مرا۔

از مترجم

ہر آنکس باوئی حق ستیزد چناں افتد کہ ہر گز برنخیزد

اولیاء اللہ پر مختلف اوقات میں مختلف حالات طاری ہوتے ہیں۔ بعض

وقت کشف دلی سے ہر چیز کی اصلیت دیکھ سکتے ہیں اور کبھی عوام الناس کی صورت بے خبری رہتی ہے۔ ذیل کی نظم اس مضمون کی تشریح کرلی ہے۔

نظم از مؤلف

کسے راگ دریں اشکال باشد — کہ ناخواندہ ز علم حال باشد
بگوئد آنکہ عامہ باز گوئند — کہ اہل کشف ہر یک راز جوئید
کسے کش چشم باطن درکشاد است — چرا بر گفت غیرش اعتماد است
وہم چنداں جواب اشکال اورا — بحاضر گر نیوشم قالِ اورا
ولی با حاسد انم گفتگو نیست — بشورہ در ز گلشن جستجو نیست
بگوئیم رمز کے با ہوشمندان — کہ باشد اولیا را حال چنداں
ہم از کشف وکرامت چند قسم است — کہ ہریک راجدارسم است واسم است
یکے باشد بکشف وکرامت چند قسم است — کہ ہریک راجداوسم است واسم است
یکے اہل رضا و دور زینہا — بوصل دائمی مہجور رینہا
یکے مامور نیود در چنیں کار — یکے را باشد اندر کار ناچار
یکے را خود دریں دستور نبود — یکے تاند ولی مامور نبود
یکے را بعض کشف وبعض راکل — یکے بابود شان ہم بے تامل
تامل گاہے شاں باشد گہے نی — گہے نائی شوند و گاہے خودنی
اگر میخ شکت زیں نیست پارہ — جواب نیزہ وار آرم سوارہ
گہے شنوند ظاہر گفتگوئے — گہ از ظاہر نمے بوئند بوئے
گراز من غنچہ فہم تو نشگفت — بخواں اندر گلستان شیخ چونگفت
یکے پرسید زاں گم گشتہ فرزند — کہ اے روشن گہر پیر خرد مند
زمصرش بوئے پیراہن شمیدی — چرا در چا و کنعانش ندیدی

بگفت احوال ما برق جہانست دمے پیدا و دیگر دم نہانست
گہے بر طارم اعلیٰ نشینم گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

ایک نوجوان سید زادہ آپکا محبّ تھا۔ گاہ گاہ سلام کو آیا کرتا۔ آپ بھی شفقت کا اظہار فرماتے۔ اتفاقاً اس کو کسی تقریب پر پشاور کی طرف سفر اختیار کرنا پڑا وہاں ایک مرد افغان نے اس کو خوبصورت اور سادہ لوح پا کر اختلاط اور تلطف کا اظہار کیا۔ دراصل وہ کور باطن شریف زادہ کو فاسقانہ نظر سے دیکھتا تھا۔ اسی روش سے مدارات اور آمیزش کرتے ہوئے بطور مہمان اپنے مسکن کو لے گیا۔ سید زادہ اس کی بدنظری سے مطلق بے خبر تھا۔ رات کو بعد تناول طعام بے تکلفی سے دست درازی آغاز کی جب اس شیطان سیرت نے اس فرشتہ خصلت کو بغل میں لے کر شکم اور پشت پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا بوسہ بازی کرنے لگ گیا ہاتھ پشت پر پھیر کر کہا کہ یہ دانہ دانہ کیا ہے۔ عموماً نوجوانوں کا آغاز عمر میں خونی حرارت کی وجہ سے چہرہ اور بدن پر پھنسیاں نکلتی ہیں ان کو دیکھ کر پوچھا کہ یہ دانہ دانہ کیا ہے۔ اس وقت سید زادہ نے اس کی اصلیت کو معلوم کر کے جناب غوث وقت حضرت صاحبزادہ صاحب سے زیر لب استمداد طلب کی ناگہاں اس بدظن کے شکم میں درد شروع ہوگیا اور اس زور سے درد اٹھا کہ ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا۔ افغان نے جب درد سے بیتاب ہو کر فغان بلند کی۔ ناگہان دست غیب سے اس کے منہ پر طمانچہ لگا۔ بستر گاہ سے زمین پر جا گرا۔ سید زادہ نے فرصت کو غنیمت جان کر وہاں سے نکل بسلامت راہ گریز اختیار کی۔ وطن میں پہنچ کر بدستور آنحضرت کی خدمت میں آیا جایا کرتے رہے۔ لیکن وہ ماجرا کسی بشر سے ظاہر نہ کیا۔ چند مدت بعد وہ سید زادہ کسی مطلب کے واسطے آپ سے طالب دعا ہوا۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اور لوگوں کے واسطے امداد فرماتے ہیں اور میری طرف توجہ نہیں ہوتی۔ یہ سن کر آنحضرت نے تبسم آمیز لہجہ میں فرمایا شریف زادہ ہو کر

احسان فراموشی کرتا ہے۔ کیا تم کو وہ پشاور والا دانہ دانہ یاد نہیں رہا۔ یہ سن کر سید زادہ عرق شرم میں غرق ہوگیا۔ مارے ندامت کے سر کو زمین کی طرف جھکا لیا۔ حیرت زدہ ہو کر حضرت کی امداد کا قائل ہوا۔ یہ نہایت خفیہ ماجرا تھا جو اور کسی بشر کو معلوم نہ تھا۔

میاں گھسیٹا نے ایام طفولیت سے آنحضرت کی خدمت میں پرورش پائی تھی۔ آپ کی شفقت ان کی طرف مبذول رہتی۔ ایک مرتبہ میاں گھسیٹا کو اتفاقاً کسی دور سرزمین کی طرف سفر درپیش آیا۔ کچھ عرصہ اس طرف رہائش اختیار کی۔ چونکہ آنحضرت کی صحبت سے صوم وصلوٰۃ اور درود وظائف کی پابندی کرتے اس وجہ سے اکثر آدمی ان کے معتقد ہوگئے۔ چند کس کو حلقہ مریدان میں لے کر بلا اجازت مرشد اپنی بیعت میں داخل کرلیا۔ یہاں تک حوصلہ دیا۔ اگر کوئی ناگہاں مشکل تم کو پیش آجائے تو ہماری طرف رجوع لا کر استمداد طلب کرنا۔ خدا اس مشکل کو آسان کردیگا۔ میاں گھسیٹا صاحب نے جب وطن کی طرف معاودت کی ایک روز حضرت جناب صاحبزادہ صاحب ایک جگہ مجلس آراء تھے۔ حاضرین کا مجمع کثیر خدمت میں موجود تھا۔ ناگہاں آپ اٹھ کر ایک دیوار کی آڑ میں چلے گئے ایک لحہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہ کر واپس اپنی نشستگاہ پر تشریف لے آئے حاضرین نے دیکھا کہ دونو بازو مبارک خراشیدہ ہیں اور ان سے خون ٹپک رہا ہے۔ ایک نے حضار مجلس میں سے آپ سے استفسار کیا۔ تو فرمایا یہ میاں گھسیٹا صاحب کی مہربانی ہے۔ چند جہلا کو حلقہ مریدی میں داخل کرکے ان سے ہر ایک مشکل کے وقت امداد کا وعدہ کیا۔ ایک شخص نے خار دار جھاڑیوں کو جنگل سے کاٹ کر گدھے پر لادنے کو بار باندھا دیر تک کسی دوسرے راہگذر آدمی کا منتظر رہا تاکہ اس کی مدد سے گدھے کی پیٹھ پر لادا جائے۔ جب کوئی مدد کرنے والا آدمی نہ آیا تو لاچار ہو کر اس نے ایسے مشکل وقت میں میاں گھسیٹا صاحب کو

امداد کے واسطے پکارا۔ میاں صاحب تو کسی شغل میں ہوں گے ہم کو شرم آ گئی اس کا بار گراں گدھے پر جا کر لدوا دیا۔ اسی کے نشان بازوؤں پر عیاں ہیں۔ فرمایا اکثر پیر فرائض پیری سے اور مرید آداب مریدی سے بے خبر ہوتے ہیں جس قدر پیر کامل کا ملنا مشکل ہے اس سے مرید صادق کا ملنا مشکل تر ہے۔ انسان کا ظرف اور حوصلہ متفاوت ہوتا ہے۔ ظرف قابل ہو تو پیر کی تجلی روحانی کی برداشت ہو سکتی ہے ہر چیز کے واسطے اس کے مطابق ظرف ہوتا ہے کوئی مشک اذفر کو غلہ کے مٹکے یا پانی کے برتن میں نہیں ڈالتا۔ پیر کامل مرید کی قابلیت اور حوصلہ کے مطابق فیض عطا کرتا ہے۔ اگر ظرف قابل نہ ہو تو کامل اکمل مرد بھی کچھ نہیں دے سکتا۔ اکثر لوگ جہالت کی وجہ سے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ کی خدمت میں اس قدر عرصہ گزارا اور کچھ حاصل نہ ہوا۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ ان کا ظرف اس قابل نہ تھا۔ دوسرا ارادت دلی کا اظہار بھی ضروری امر ہے ورنہ بے نیاز سے ناز کیسا۔

ایک روز باہر سے حرم سرائے میں تشریف لائے۔ صحن خانہ میں حضرت صاحبزادہ سید محمد صاحب قدس سرہ جو اس وقت طفل شیر خوار تھے کھیل رہے تھے۔ حضرت والد بزرگوار کو دیکھتے ہی دوڑ کر لپٹ گئے۔ آنحضرت نے آتے ہی نازک رخسار پر ایک طمانچہ مارا۔ صاحبزادہ گریاں گریاں والدہ صاحبہ کے پاس چلے گئے۔ حضرت والدہ صاحبہ نے عرض کیا لخت جگر پر یہ ستم آپ کے دل نے کس طرح گوارا کیا۔ آپ نے فرمایا یہ حرکت ستم میں داخل نہیں بلکہ سراسر رحم ہے۔ طمانچہ کی تلخی سے اس کے روحانی امراض کا ازالہ منظور تھا۔ ایک ہی ضرب طمانچہ سے اخلاق ذمیمہ کا مادہ اس کے وجود سے خارج ہو کر صفات حسنہ کا مخزن بن گیا۔

نظم از مؤلف

زیں تپانچہ مبیں تو ذلت او　　خشم را رفتم از جبلّت او
خاطرش راز گرد کردم پاک　　سیرت ماشد است ملّت او
تلخی از بادہ اش بدر کر دم　　صاف گر دید جام خلّت او
غم مخوز زیں جفائ مہر افروز　　رخ بصحت کشید علّت او
زیں جفا رنگ رحم بے پایاں　　بر فزونی فزود قلّت او

چنانچہ آنحضرت ... ساد لفظ بلفظ صادق آیا۔ آنحضرت کے ذکر میں اسی اجمال کی تفصیل کو ملاحظہ کریں۔

ایک مرتبہ موقعہ عرس پر حضرت شاہ لطیف بری قدس سرہ کے روضہ مبارک پر تشریف لے گئے۔ چند خادم بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ میلہ لگا ہوا تھا۔ ہزارہا زائرین امصار و دیہات سے آکر شامل عرس تھے۔ آپ نے ہجوم خلقت سے الگ ہوکر ایک جگہ نشست فرمائی۔ وہاں سے تمام نظارہ آپ کے پیش نظر تھا۔ ایک خادم نے عرض کیا۔ مردمان جوق در جوق روضہ منورہ میں داخل ہوکر زیارت سے مستفیض ہو رہے ہیں اور ہم ایک طرف الگ بیٹھے ہیں۔ التجا ہے کہ حضرت کے ہمراہ ہوکر ہم خادمان بھی زیارت سے بہرہ مند ہوں۔ یہ سن کر فرمایا ہم حضرت شاہ صاحب کی زیارت کے واسطے یہاں آئے ہیں۔ نہ صرف روضہ مبارک کو دیکھنا مقصود ہے۔ شاہ صاحب تاہنوز یہاں تشریف نہیں لائے۔ جس وقت وہ موقعہ ہوگا اس وقت زیارت کریں گے ایک دو مرتبہ حاضرین کی عرض پر یہی جواب دیا اور روضہ مبارک کی طرف توجہ مبذول تھی کہ ناگاہ نشست گاہ سے اٹھ کر فرمایا۔ وہ شاہ صاحب درخت چنار پر تشریف لے آئے ہیں۔ پھر فرمایا اب روضہ مبارک میں آپ کی روحانیت داخل ہے۔ چلو اب زیارت کریں گے ایک

خادم میاں گھسیٹا نامی نے عرض کی کیا عجب کہ بطفیل حضرت یہ خاکسار بھی جمال آرا کے انوار سے بہرمندی حاصل کرے فرمایا یہ امر بعید نہیں لیکن تو اس کا متحمل نہ ہوسکے گا جب آپ نے روضہ مبارک میں داخل ہوکر شاہ صاحب کو سلام کیا وہ خادم بھی ہمراہ تھا اس نے بچشم خود دیکھا کہ حضرت شاہ صاحب نورانی لباس میں تشریف لائے چہرہ مبارک مثل ماہتاب روشن تھا۔ سروقد استادہ ہوکر جناب حضرت صاحبزادہ صاحب کو گلے سے لگا لیا۔ یہ دیکھ کر وہ مرد تجلی انوار اور تاب حسن سے بے تاب ہوکر دروازہ سے باہر بیہوش زمین پر گرا جب آنحضرت زیارت سے فارغ ہوکر باہر تشریف لائے۔ خادمان نے اس افتادہ کو اٹھا کر حضرت کے پیش نظر لا رکھا آپ نے توجہ کی چند ساعت بعد اس کو ہوش آیا لیکن خاموشی طاری رہتی۔ تمام عمر وہ نظارہ پیش نظر رہا کبھی کبھی کسی محرم سے اس کا اظہار کیا کرتا۔

ایک روز ایک جگہ نشست فرماتے تھے حاضرین کا مجمع کثیر خدمت میں حاضر تھا۔ ایک نوجوان لڑکا قوم ہنود سے نہایت موزوں اندام خوبصورت لیکن بوجہ افلاس اس کا لباس کہنہ تھا۔ دانہ ہائے نخود جوشاندہ کا برتن سر پر اٹھا کر ہر کوچہ آبادی میں فروخت کیا کرتا۔ آنحضرت کے قریب آکر قدم بوس ہوا۔ اس کی تواضع اور انکساری پر رحم آگیا فرمایا اپنا وجہ معاش نخود فروشی ترک کردے تو سرداری اور تحصیلداری کے قابل ہے۔ یہ حالت تیری جلد تبدیل ہوگی۔ موقعہ شناس ہندو نے آنحضرت کے روبرو وہ سب دانہ نخود لٹا دیا اور جناب صاحبزادہ صاحب کے حضور میں رہنا اختیار کر لیا۔ آنحضرت کی ظاہری اور باطنی توجہ سے اس کو حکام وقت کے دربار میں معقول روزگار ملے گا۔ چند عرصہ میں وہ علاقہ بیول کا تحصیلدار ہوگیا۔ نہایت ارادت سے آنحضرت کی خدمت میں اسلام کے واسطے حاضر ہوا کرتا۔ اور انکساری جاں نثاری سے آپ کے فرمان کی تعمیل کیا کرتا عرصہ

دراز تک اس کی حکومت کا مستقل دور رہا۔ بیشمار مال و منال جمع ہو گیا۔ امیر کبیر بن گیا۔ کسی چیز کی پرواہ نہ رہی آخر دور حکومت کے نشہ میں بدمست ہو کر ابتدائی حالت کا نقشہ اس کی آنکھوں سے محو ہو گیا۔ آغاز عہد حکومت میں جب کبھی کوئی آدمی آنحضرت کی طرف سے اس کے پاس جاتا اس کی تعظیم کے واسطے سروقد کھڑا ہو جایا کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ وہ دستور ادب کم کرتا گیا ایک روز ایک آپ کا معتبر آدمی کسی وجہ سے اس کے پاس گیا اس مغرور نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور نہ ہی اپنی نشستگاہ سے تعظیم کے واسطے اٹھا فرستادہ خلیفہ نے واپس آ کر اسی طرح بیان کیا۔ یہ سن کر آنحضرت کو جلال آ گیا۔ فرمایا ایسے ناسپاس کو اس کے جرم کے مطابق سزا ملنی چاہیئے۔ چنانچہ حکام بالا نے اس کے کاغذات دفتر کی پڑتال کے واسطے محاسب مقرر کئے بعد ملاحظہ حساب کتاب ہزار ہا روپیہ سرکاری خورد برد کیا ہوا اس کے ذمہ برآمد ہوا۔ چنانچہ حاکم کے حکم سے اس کے مقعد میں ڈنڈہ چوبیں دیا گیا۔ اسی کے صدمہ سے ہلاک ہو گیا۔ مردان خدا کے غضب سے خدا کی پناہ جس مقعد کو خلیفہ کی تعظیم کی خاطر زمین سے اٹھانا اس کو گراں گذرا تھا اس میں وہ ضرررساں حرکت اس کی سزا کے واسطے تجویز ہوئی۔

ایک روز قلعہ سنکھنی جس میں آپ کا مزار مقدس ہے تشریف رکھتے تھے اور بھی محبان خادمان کا مجمع حاضر تھا۔ یہ قلعہ موضع چکڑالی شریف آنحضرت کی سکونت گاہ سے قریباً دو میل فاصلہ مشرقی جانب بلند پہاڑی پر عہد سکھاں کی سنگین عمارت ہے قلعہ کی جنوب اور مغربی طرف نہایت صاف شفاف آب رواں ہے۔ قلعہ کی مغربی جانب زیر دیوار عمیق تالاب کی صورت میں آب استادہ ہے ساکنان قلعہ اوپر سے بذریعہ رسن دلو بآسانی اس جگہ سے پانی کا استعمال کیا کرتے۔ الغرض آنحضرت کی خدمت میں وہاں ایک اجنبی مسافر آیا عرض کیا دور سے آپ کا اسم گرامی سنکر حاضر ہوا ہوں مجھ کو وصول الی اللہ کی طرف رہنمائی

کریں۔ آپ نے اس کی طرف بہ نظر توجہ دیکھا اور فرمایا میں تیرے دل میں حق کی طلب نہیں پاتا۔ اس نے دوبارہ اسی طرح ادعا کیا کہ میں خدا کی طلب میں صادق ہوں۔ آپ نے جوش سے بآواز بلند فرمایا۔ اگر راست باز ہے تو جلد اٹھ کر دیوار قلعہ سے نیچے پانی میں چھلانگ مار وہ مرد سرعت سے اٹھا اور دوڑ کر جب کنارہ تک پہنچا وہاں سہم زدہ ہوکر رہ گیا۔ آپ نے مکرر سہ کرر فرمایا جلد چھلانگ مار۔ یہ وقت ہے دو تین مرتبہ وہ دوڑ کر آیا۔ لیکن آخر حوصلہ ہار کر رہ گیا۔ آنحضرت نے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا اور فرمایا فقیر ظالم نہ تھا اگر تو دیوار قلعہ سے گرتا خدا کے فضل سے تیرا ایک بال بھی ٹیڑھا نہ ہوتا۔ فرمایا یوسفؑ کو جب تاریک چاہ میں گرایا گیا تھا بحکم رب جلیل جبرائیل علیہ السلام نے سدرۃ المنتہیٰ سے آکر درمیان چاہ پکڑ لیا تھا اور بحفاظت قعر چاہ میں لاکر بٹھا دیا فقیر تو خود تیرے روبرو موجود تھا۔ جب تیرے دل میں اعتقاد کی یہ کمی ہے تو ہم سے کیا فیض روحانی کی توقع رکھ سکتا ہے۔ آخر آنحضرت نے اس کی استعداد اور حوصلہ کے مطابق فیض روحانی سے بہرہ بخش کر کے رخصت کیا۔

نظم

اے دل بہوس بر سرکاری نہ رسی   تا غم نخوری بغمکساری نرسی
تاشانہ صفت سر نہ نہی ورتہ ارّہ   ہرگز بسرِ زلف نگاری نرسی
تاہچو حنا سودہ نگر دی بہتہ سنگ   ہرگز بکف پائے نگاری نرسی

حضرت جناب صاحبزادہ سلطان محمد صاحب ساکن حویلی صاحبان جو حضرت کے رشتہ دار اور بہنوئی تھے۔ ایک مرتبہ آنحضرت کی ملاقات کے واسطے بمقام موضع چکڑالی شریف تشریف لائے۔ آنحضرت نے ان کی آمد کی خبر پا کر آبادی سے باہر ان کا استقبال کیا نہایت ادب اور تعظیم سے ہمراہ ہوکر قیامگاہ پر

لائے حضرت سلطان محمد صاحب نے یہ تواضع دیکھ کر عرض کیا۔ آپ میری بظاہر اس قدر خاطر مدارات کیا کرتے ہیں اور کسی مرد اہل باطن کا نشان نہیں بتلاتے جس کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض روحانی سے بہرہ مندی حاصل کروں۔ عرصہ دراز سے دور دور آستانوں پر جاتا رہا کسی جگہ سے عقدہ باطن نہ کھلا فرمایا ایسے مرد جو طالب حق کو منزل مقصود تک پہنچا سکیں۔ اس ملک میں چار مرد ہیں۔ سب سے اول اور افضل حضرت جناب میاں بدوح شاہ صاحب ساکن پلیر شریف ابدال قدس سرہ ہمارے پیر بھائی ہیں لیکن وہ فی الحال گروہ ابدال میں شامل ہو کر چند سال تک پوشیدہ رہیں گے۔ آپ کی زندگی میں اور بعد وفات ہماری ظاہر ہوں گے۔ دوسرے پیر بہاول شاہ صاحب قدس سرہ میر پوری تیسرے حضرت حافظ محمود صاحب سموالی۔ چہارم حافظ غلام مصطفیٰ صاحب قدس سرہ بھاگ نگری آپ کا حصہ فیضان باطنی بھاگ نگر سے حاصل ہوگا۔ آپ حافظ غلام مصطفیٰ صاحب قدس سرہ کی خدمت میں جائیں راستہ میں باقی موجودہ آستانوں کی زیارت بھی کرتے جائیں۔ چنانچہ بموجب ارشاد حضرت راہِ سفر اختیار کیا۔ آخر بھاگ نگر پہنچ کر پیر طریقت کی بیعت سے شرف یاب ہو کر آنحضرت کی روحانی توجہ سے منزل مقصود تک رسائی حاصل کی۔ اکثر آپ ویرانہ اور جنگل میں تنہا عبادت اور ریاضت کیا کرتے۔ مجاہدہ اور نفس کشی سے ایک دم فارغ نہ ہوتے تمام تعلقات دنیاوی دل سے محو ہو گئے۔ ماسوائے اللہ کا نقش دل سے مٹ گیا۔ کاسہ دل شوق الٰہی سے لبریز ہو گیا۔

نظم از مؤلف

زہے محویتِ عشاقِ جاناں　　کہ از جان و جگر فارغ نشینند
بحکم انما اموال و اولاد　　بچشم خویش بنید و نہ بنیند

ایک شریف زادہ مرید خاں نامی آپ کا مرید خادم نہایت خوش وضع خوبصورت جوان تھا۔ ایک عورت شدت سے اس پر فریفتہ تھی۔ شب و روز اس کے خیال میں بیقرار رہتی۔ آخر ایک روز مرید خاں کے دل پر بھی اس کا اثر پڑ گیا۔ باہم ملاقات کا موقع مل گیا۔ کاسہ عصمت ٹوٹ گیا۔ آنحضرت کو ازراہ کشف یہ واقعہ پیش نظر تھا۔ ناگاہ چوبدستی ہاتھ میں لے کر وشنام دیتے ہوئے گھر سے باہر نکل کر مرید خاں کی طرف چلے۔ اس کو جب خبر ہوئی سر سے دستار پھینک چادر گلے میں ڈال کر مجرمانہ شکل سے خاک بر سر روتا چلاتا ہوا دوڑ کر حضرت کے قدوم مبارک میں آ کر گر گیا استغفار کرتا اور معافی مانگتا ہوا بے ہوش ہو گیا وہاں لوگ جمع ہو گئے ہر ایک اس کی حالت زار پر افسوس کرتا۔ آخر جب اس کی زاری بیقراری اور شرمساری حد سے گزری۔ آنحضرت کی شفقت نے جوش مارا۔ خاک آلودہ مرید کو زمین سے اٹھانے کا ارشاد فرمایا۔ اس کی ندامت آمیز توبہ نے شرف قبولیت حاصل کیا۔ پیر کامل کی توجہ سے دل منور ہو گیا۔ اسی وقت صفائی قلب پیدا ہو کر کشف روحانی حاصل ہوا۔ بقدر چار فرسنگ مسافت کے پائی مورچہ تک نظر آنے لگ گیا۔ یہی مرید خان ایک روز حضرت جناب پیر بدوح شاہ صاحب کی زیارت کے واسطے حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا مرید خاں حضرت صاحبزادہ عبدالحکیم کی توجہ سے جو کشف تم کو حاصل ہوا ہے اس پر غرۃ نہ ہو۔ یہ کشف بازیچہ طفلاں ہے مردان خدا کے نزدیک فقر کچھ اور چیز ہے جس کی تم کو ابھی ہوا بھی نہیں لگی۔

نظم از مؤلف

گر بچشم عام فقر است ایں قدر نزد خاصان است ایں ہم بازیٔ
باپیادہ خرسوارہ ہموار پاشکستہ بیند او را تا زیٔ

حضرت جناب صاحبزادہ عبدالحکیم صاحب قدس سرہ آغاز عمر میں بسبب ریاضت اور نفس کشی کے بیابان کوہستان میں تنہا عبادت میں مشغول رہا کرتے اس حالت میں جو جو مجاہدہ آپ نے کیا اس کی تفصیل کا اندراج ان اوراق میں موجب طوالت ہے جب منازل طریقت کو طے کر کے انتہائی مقام روحانی تک پہنچے۔ اس وقت حضرت جناب غوث الاعظم پیر بغداد قدس سرہ کی روحانیت سے ارشاد پا کر نہایت قیمتی لباس زیب تن فرمایا کرتے۔ سر مبارک پر رنگین پانچ رنگ کی دستار باندھا کرتے آپ کو پنجرنگ چیریوالہ پیر بھی کہتے ہیں آپ کا اکثر لباس گراں قیمت ریشم آمیز مشرع ہوا کرتا اور سپاہیانہ طرز سے مسلح رہا کرتے۔ قدیم خاندانی اثر سے تہوّر اور شجاعت کا جوہر حصہ موروثی پایا تھا یہی وجہ تھی جس سے آپ کو سپاہیانہ ادا پسند خاطر تھی۔ لیکن اہل باطن کے نزدیک اصلی وجہ یہ ہے کہ آپ کو جو منصب روحانی دربار غوثیہ سے حاصل تھا اس عہدہ کے لحاظ سے سپاہیانہ طرز اور لباس ضروری تھا ورنہ دائرہ طریقت میں داخل ہو کر آپ کی طبیعت میں خاکساری انکساری، تواضع، رحم فروتنی انتہائی درجہ تک پہنچ گئی تھی۔ تکبر، غضب، کینہ، حسد، بغض، عداوت وغیرہ جذبات نفسانی اس وجود پاک سے معدوم ہو چکے تھے۔

جب حضرت جناب صاحبزادہ سید محمد صاحب فرزند اکبر آنحضرت کے قریباً ایک سال کی عمر میں شیر خوار طفل والدہ ماجدہ کے کنار عاطفت میں پرورش پا رہے تھے ایک روز حضرت والدہ صاحبزادہ کو گود میں لے کر آب رواں جو متصل موضع چکڑالی شریف جاری ہے پارچات دھونے کے واسطے تشریف لے گئیں مولود مسعود کو قریب تر لٹا کر خود کپڑوں کو دھونے میں مشغول ہوئیں ناگاہ ایک مرد سفید ریش باہیبت ظاہر ہوا آتے ہی صاحبزادہ کو اٹھا کر پیار کرتا ہوا نظر سے پوشیدہ ہو گیا۔ حضرت عفیفہ نہایت سہم زدہ ہو کر پیر مرد کو دیکھتی رہیں لیکن بسبب شرم و حیا

اپنی جگہ سے حرکت نہ کی اور نہ ہی اپنی آواز کو بلند کیا۔ دل میں خداوند تعالیٰ سے فرزند کی سلامتی کی دعا کرنے لگ گئیں۔ فرزند کے غم سے بے قرار ہو کر بدن مبارک میں سکتہ سا ہو گیا۔ ایک ساعت گزر جانے کے بعد وہی خضر نما پیر مرد محبت سے صاحبزادہ کو سینہ مبارک سے لگا کر پیار کرتا ہوا نمودار ہوا۔ جس جگہ سے اٹھا کر لے گیا تھا وہاں ہی چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ حضرت عفیفہ نے موقعہ کو غنیمت سمجھ کر جلد جلد تمام پارچات خشک و ترشستہ ناشتہ لپیٹ کر لخت جگر کو گود میں اٹھا کر دولت خانہ پر تشریف لے آئیں۔ آنحضرت نے حرم محترم کو سراسیمہ اور پریشان دیکھ کر تبسم فرمایا اور باعث دریافت کیا۔ اہلیہ محترمہ نے تمام سرگذشت کو بیان کیا۔ آنحضرت نے فرمایا بی بی تم کو مبارک ہو تمہارا فرزند سعادت مند ہے وہ پیر مرد اخویم حضرت بدوح شاہ صاحب تھے تمہارے لخت جگر کی خاطر آج نواح ملتان سے تشریف لائے ہیں کہ تمہارے فرزند کو بحالت طفلی اپنی بیعت سے سرافرازی بخش کر فیضان باطن سے بہرہ وافر عنایت کریں۔ اب واپس ملتان چلے گئے ہیں۔ حضرت حرم محترم نے عرض کیا۔ جب یہاں تک تشریف لے آئے تھے تعجب ہے کہ آپ جیسے برادر عزیز سے بدوں ملاقات واپس گئے۔ فرمایا چند سال تک اور ان کو اس نواح میں ظاہر ہو کر رہنے کی اجازت نہیں۔ فی الحال رجال الغیب میں شامل ہو کر امورات باطنی میں متصرف ہیں ہماری وفات کے بعد ظاہر ہوں گے۔ یہ سن کر حضرت کی اہلیہ محترمہ نے سربسجود ہو کر بارگاہ ایزدی میں عزیز فرزند سعادتمند کی کامیابی پر شکرانہ ادا کیا۔

نظم از مؤلف

شکر ایزد کز طفیلِ زادہ   دیدہ ام روئے چنیں آزادہ
گرچہ شرم مانع آں دید بود   لیک چشم راجگر آں سوکشود

هیبت شاہ دیدہ ام را دورداشت　　حُبّ فرزندم کجا مستور داشت

دیدہ ام روئے شہ عالیجناب　　حمدِ للہ شد برویم فتحیاب

ایں چنیں فرزند یادا با ضیا　　کز طفیلش یافتم نور خدا

شُد طفیل طفلِ نیکم بخت رام　　ورنہ مارا کے میسر ایں مقام

دُرّ در جم گوہر تاج شہی است　　زیں سعادتمند جاں را آگہیت

مرغ من از دست شاہ شاہباز شد　　صد در رحمت برویم باز شد

حمدِ خالق دل بگوید دم بدم　　آفتابی تافت برجان و دلم

حضرت پیر غازی قلندر کے مزار پر دربار شریف کھڑی میں زیارت کے واسطے تشریف لایا کرتے اس کی حدود میں پابرہنہ چلا کرتے۔ بسبب پاسِ ادب دربار پر شب باشی نہ فرماتے اور نہ ہی اس کے مقدس نواح میں لعاب دہن گراتے۔ بعد زیارت مرقد منور فاتحہ دعا اور ختم شریف جلد مراجعت فرمایا کرتے۔

نظم

کردم از عقل سوالے کہ بگو ایمان چیست　　عقل در گوش دلم گفت کہ ایمان ادب است

آدمی زادہ اگر بے ادب است آدم نیست　　فرق در جنس بنی آدم و حیوان ادب است

چند روزے تو دریں خانہ تن مہمانی　　بادب باش کہ خاصیت مہمان ادب است

بے ادب را بسماواتِ علی منزل نیست　　بمقاماتِ بقا منزل پاکاں ادب است

آپ کا فرمان ہے موضع منگلورہ کی مسجد میں جو متصل موضع چکڑالی شریف ہے وہاں آکر کوئی مرید یا محب بعد ادائے دوگانہ اور فاتحہ ہماری روحانیت سے کسی مشکل میں امداد طلب کرے گا۔ تو میں جناب باری تعالیٰ کی درگاہ میں اس کی مدد کروں گا چنانچہ اطراف آبادیوں میں صدہا لوگوں میں یہ عمل مجرب ہے۔

آنحضرت نے جب دار فانی سے انتقال فرمایا۔ موضع چکڑالی شریف

آپ کا مقبرہ تیار ہوا قریباً پچاس سال بعد آنحضرت کے خلف اکبر جناب صاحبزادہ سرکار سید محمد صاحب قدس سرہ نے بموجب ارشاد روحانی آنحضرت کے مدفن سے آپ کا صندوق نعش مبارک نکلوا کر قلعہ سنگھنی علاقہ بیول میں لاکر دفن کیا۔ قبر پختہ معہ چار دیوار تیار کروائی ایک درخت پلاہ سر کی طرف سر سبز ہے۔ صد ہا زائرین آپ کی مزار مبارک پر زیارت کو آتے ہیں۔ جو صدق دل سے حاجات دینی و دنیاوی طلب کرتے ہیں وہ اپنے مطالب میں کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ تاریخ وفات کی معلوم نہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

در ذکر حضرت جناب صاحبزادہ سید محمد صاحب قدس سرہ

المعروف سخی سرکار سجادہ نشین چکڑالی شریف

وہ مرد میدان مجاہدہ وہ متمکن ایوان مشاہدہ وہ شمع نور ہدایت وہ منتہی اسرار ولایت آپ کو حضرت پیر بدوح شاہ صاحب ابدال سے تعلق مریدی تھا۔ علوم ظاہری اور باطنی میں کامل دستگاہ تھی۔ آپ کا وجود باجود اعلیٰ صفات انسانی سے متصف تھا۔ صورت سیرت میں حضرت پدر بزرگوار کی مانند یکتائے روزگار تھے قبل ولادت حضرت جناب حاجی بگا شیر صاحب قدس سرہ العزیز درکالی والا کی توجہ اور دعا سے فیوضات ظاہری اور باطنی کا بہرہ وافر پایا تھا اور عہد شیر خوارگی میں حضرت سے برکات روحانی حاصل ہوئے جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے ابتدائی حالت میں آپ کا شوق اور سوز دل حد بیان سے بالاتر تھا۔ شب و روز بیخورد خواب ریاضت شاقہ اور مجاہدہ میں گزرتا۔ ایک ایک ماہ بلکہ اس سے زائد عرصہ تک کسی سے کلام نہ کیا کرتے۔ بالکل خاموشی میں تنہا عین مشاہدہ ذات میں مدہوش رہا کرتے۔ کوئی وقت عبادت سے خالی نہ جاتا۔ ایک دم استراحت نہ

فرماتے آپ کی ریاضت بشری طاقت سے بالاتر تھی۔ دل کی تپش سے بے قرار رہا کرتے۔ حالت جذب اور استغراق کا غلبہ تھا۔ بے اختیار بجز مجاہدہ اور عبادت کے آرام نہ تھا۔ مقام مشاہدہ ذات میں منکسر اور متواضع رہتے جیسے کوئی ادنیٰ ملازم کسی شاہنشاہ جبار کے حضور میں ترسان رہتا ہے۔ باوجود اس کے آپ کا ظاہری حسن و جمال بے مثال تھا۔ نہایت موزوں اندام شیر مرد جوان تھے۔ دور دراز اطراف میں آپ کے ظاہری جمال کی شہرت تھی۔ بعض وقت غلبہ حالت میں جلتی ہوئی لکڑی سے بدن مبارک کو داغدار کر دیا کرتے۔ خدا جانے یہ کیا اسرار تھا۔ ایک عالم فاضل سے ایسی مجذوبانہ حرکت موجب حیرت ہے۔

نظم از مؤلف در مدح آنحضرت

گل عرق گشت ز آب و تاب خدش — سرو را پا بگل زر شک قدش
سنبل تر ز کاکل مشکیں — او فتادہ بہ پیچ و تاب و بچیں
از نگاہِ دو چشم مخمورش — نرگس نیم خواب رنجورش
قوسِ آبرو و آفتابِ جبیں — پر تو انداز برمہ و پرویں
از ربرو دوش سینہ اش دیدن — پر پریاں پران ز پریدن
خطِ خطہ او ز دہ صد خط — برسر خالِ خور زہرہ نمط
دید رفتارِ نیک و موزونش — کبک کوہی شد است مفتونش
پرتو حسن یوسفِ صدیق — شد در آخر زمان بر او تصدیق
مدحِ حسنش زمد رکہ دور است — مادح نور گر بود نور است

جو کوئی آپ کی صورت مبارک کو دیکھتا فریفتہ و شیفتہ ہو جاتا جو آپ کے کلمات مبارک کو سنتا صورت سے گزر کر اقلیم معانی کی سیر کرتا۔

زبانش شست ماہی سلیمان — بیانش نقش مہر مالکِ مُلک

ذکر سخاوت

ایک روز ایک سائل نے آ کر سوال کیا کہ میں عیالدار اور مقروض ہوں۔ حضرت کے فیضان ظاہری۔ باطنی کی شہرت سن کر دور دراز مسافت سے باامید حل مشکلات حاضر ہوا ہوں۔ خدا کے واسطے میری امداد فرمائیں۔ آپ سنکر دولت خانہ میں تشریف لے گئے لیکن سائل کی ضرورت کے واسطے جو مکتفی ہو سکے کوئی چیز نہ دیکھی۔ ادھر سائل کو جواب دینا آنحضرت کی عادت پر شاق تھا۔ آخر فرزند اصغر صاحبزادہ وہاب الدین صاحب کو جن کی عمر اس وقت قریباً ۱۲/۱۳ سال کی تھی۔ بلا کر فرمایا۔ اے عزیز یہ فقیر تجھ کو خدا کے نام پر سائل کو دینا چاہتا ہے جا کر والدہ ماجدہ سے بھی رخصت طلب کر صاحبزادہ حضرت والد بزرگوار کا ارشاد سن کر حضرت عفیفہ والدہ کے پاس آ کر سرنگوں کھڑا ہوگیا اور سائل کا ماجرا بیان کیا۔ حضرت والدہ فرزند کی بات سن کر درد دل سے بیتاب ہوگئیں۔ کمال حسرت اور یاس کی نظر سے فرزند کی طرف دیکھ کر سینہ مبارک سے لگا لیا اور سر و چشم پر بوسے دیئے آہِ سوز ناک کھینچ کر فرمایا۔ اے جان مادر تیری مفارقت کی کس طرح تاب لاسکوں گی۔ ایک ساعت تیرے دیدار کے سوائے دل کو چین نہ تھا۔ خدا جانے مسافرت میں تجھ کو کیا کیا مصیبت پیش آئے گی۔ اے میرے نازنین فرزند میرے سوا تیری ناز برداری کون کرے گا۔ تجھ کو میٹھی نیند کون سونے دے گا۔ اچھا خدا کی راہ میں تجھ کو قربان کیا۔ تو ہمارے پاس خدا کی چیز تھا تجھ کو اسی کے حوالے کرتے ہیں۔ اے لخت جگر کسی وقت خدا کو فراموش نہ کرنا۔ غیروں کے جبر و ستم کو صبر سے برداشت کرنا۔ ہر حال میں صابر وشاکر رہنا۔ اے فرزند ہم تم کو یاد کریں گے تم بھی ہم کو فراموش نہ کرنا۔ یہ چند نصائح فرما کر پوشاک جدید پہنا کر آخری وقت سر و چشم پر بوسہ دیکر فرزند عزیز کو

رخصت کیا اور سائل کو حضرت عفیفہ نے پیغام بھیج کر فرمایا۔ اے بندہ خدا میرا لخت جگر خورد سال ناز پروردہ ہے۔ اگر کوئی حرکت خلاف مرضی تمہاری سرزد ہو تو معاف کرنا۔ دوسرا کسی سنگدل بیرحم کے ہاتھ نہ دینا اور خواب راحت سے جلد بیدار نہ کرنا۔ جب صاحبزادہ نے اپنے تمام عزیزان لواحقین سے مل کر الوداع کیا۔ اس کے بعد دیگر یاران دوستان سے آخری ملاقات کی۔ ہر ایک کی آنکھوں سے اس عزیز کی مفارقت سے آنسو جاری تھے۔ الغرض تمام آبادی میں کہرام مچ گیا۔ ہر ایک زن و مرد درد دل سے متاثر تھا۔ لیکن حضرت سرکار والد بزرگوار نے نہایت صبر و استقلال سے لخت جگر کو بازو سے پکڑ کر سائل کے حوالہ کیا اور فرمایا اے مرد خدا یہ فرزند میں نے تم کو خدا کے نام پر دے دیا ہے۔ اب تیرا اختیار ہے جہاں چاہے اس کو فروخت کرو لیکن کسی ظالم کے پنجہ میں نہ چھوڑنا سائل حضرت صاحبزادہ کو ہمراہ لے کر وطن کی طرف روانہ ہوا۔ جب نواح لاہور میں پہنچا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی عملداری کا زمانہ تھا۔ اتفاقاً ایک مسلمان رئیس نے جو آنحضرت کا محبّ تھا۔ صاحبزادہ کو شناخت کیا۔ حالات دریافت کرنے پر سائل کو خاطر خواہ معاوضہ دیکر اس کی خوش نودی کی سند لکھوالی۔ اور اس عزیز روز گار کو بڑی شکر گزاری اور احترام سے سکونت گاہ پر ہمراہ لایا۔ نہایت عقیدت سے چند روز مہمان رکھا اور مکلّف ملبوسات سے آراستہ کر کے بحالت سواری ہمراہ خود چکڑالی شریف حضرت اقدس کی خدمت میں لایا اور آپ کی خوشنودی مزاج کا صلہ حاصل کیا۔

حضرت قبلہ مرحوم مؤلف کتاب نے آنحضرت کی تاریخ وفات پر نظم لکھنے کا ارادہ فرمایا تھا جو باقی رہ گیا تھا۔ خاکسار مترجم کتاب اس کا ایفا کرتا ہے۔

تاریخ وصال آں سر دفتر اصحاب الکمال حضرت جناب سخی سرکار صاحبزادہ سید محمد صاحب قدس سرہٗ سجادہ نشین چکڑالی شریف

از طبع خاکسار ملک محمد قادری قلندری مترجم کتاب ہذا

مظہر آیات حق اندر زمین سیر او بالا تر از عرشِ برین
عاشق و محبوب ذاتِ کبریا افسر اقطاب و صدرِ کاملین
شیخ اربابِ ولایت در جہاں حضرت سید محمد شاہِ دین
منکشف بر خاطرش اسرارِ غیب واقعاتِ اولین و آخرین
چوں بعلم معرفت راندی سخن در تحیر اوفتی روح الامین
عالمان دہر ابجد خوانِ او فاضلاں از خرمنِ او خوشہ چین
آں بشمع رخ پرِ پریاں بسوخت آفتاب از نورِ آں شد شرمگین
چوں ازیں غوغائے دہر آمد ملول شد باوجِ لامکان منزل گزیں
خاکپائے او مرا کحل البصر آستانش بوسہ گاہِ صالحیں
اے ملک سالِ وصالش کن رقم چوں بدست تست کلکِ عنبریں
ناگہاں در گوش دل آمدند از سرِ یادِ خدا منظور دیں
او مرا در خدمت پیری سپرد عارف کامل رفیق واصلیں
دستِ شفقت برسرم آوردہ بود نام من زو شہرتے دارد چنیں
من ز فیض روح او گویا شدم شعرِ من شیریں تر آمد ز انگبیں
منکہ ذوقِ شوق ادارام بدل بیخبر از دے کراماً کاتبیں
بارہا از لعبتِ دنیائے دوں خواستم تا بر فشانم آستیں
گو ہمہ افراد حنا نہ اکمل اند پیر غازی از ہمہ بالا نشیں

یا الٰہی تو کریمی و رحیم　　من فقیر و بندہ تو کمترین
عاصی و اندر معاصی ماندہ ام　　تو کہ غفاری و رب العالمیں
عفو کن یا رب گناہم از کرم　　از ندامت بر زمیں سائم جبیں
مہر پاکاں دردل من تازہ دار　　روزِ محشر در جوارِ صالحیں
رحم کن بر جانِ فرزندانِ من　　دار شان محفوظ از دیوِ لعیں
عابد انند و پرستاران تو　　سر نگوں بر آستانت خاشعیں
در دلِ شان ذوق ایماں برفزا　　کسوتِ عصمت نیفتد بر زمیں
دامنِ شان از معاصی پاکدار　　اے کریم و یا الہ العالمیں

اکثر ایسا اتفاق ہوتا کہ سائل کو بدن سے پارچات اور پاپوش اتار کر دیدیا کرتے۔

بسبب برہنگی گھر سے باہر نہ نکلتے۔ ایثار نفسی اور سخاوت شعاری سے معہ اہل وعیال فاقہ کشی کی نوبت آتی۔

ایک مرتبہ حضرت میاں فیض بخش صاحب قدس سرہ سجادہ نشین کہنیارہ شریف اور حضرت میاں شرف الدین صاحب قدس سرہ ولی اور حضرت جناب سائیں غلام محمد صاحب قدس سرہ ساکن پلیر شریف پیشوائے مؤلف کتاب ہذا قدس سرہ تینوں بزرگ آنخضرت کے مہمان تھے۔ اس روز گھر میں کچھ نہ تھا جس سے میزبانی کا حق ادا کرسکیں۔ بڑی کوشش سے تین عدد نان جویں اور قدرے دودھ میں پانی ملاکر معززین مہمانوں کے روبرو حاضر کیا سب نے کھانے کو تعجب سے دیکھا اسی وقت ایک آدمی آیا اس نے ایک روپیہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی نذر کیا وہ روپیہ لے کر آپ نے حضرت میاں فیض بخش کی نذر کر دیا اور فرمایا فقیر کو تکلف سے کیا تعلق؟

ایک روز ایک سائل نے اپنی عورت کے واسطے شلوار طلب کی۔ گھر میں

آ کر حضرت اہلیہ محترمہ سے ذکر کیا۔ اپنی کہنہ شلوار سائل کے واسطے دیدی اور ایک جدید خود پہن لی۔ دوسرے روز ایک دوسرا سائل آیا۔ اس نے بھی وہی سوال کیا حضرت اہلیہ سے فرمایا جو شلوار تم پہنتی ہو وہ بھی اتار کر خدا کے نام دے دو۔ سائل کا سوال رد نہیں کیا جا سکتا آپ نے اسی وقت تعمیل کی اور خود ایک چادر بدن مبارک پر لپیٹ لی۔ اسی حالت میں جناب حضرت میاں فیض بخش صاحب تشریف لائے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب آپ کو بجائے والد بزرگوار جانتے تھے۔ مستورات کو آپ سے پردہ نہ تھا۔ ہر ایک بی بی سلام کے واسطے آنحضرت کے روبرو آتی اور حضرت اہلیہ محترمہ جناب صاحبزادہ صاحب کو آپ نے نہ دیکھا۔ تعجب سے فرمایا وہ کہاں ہیں۔ حضرت عفیفہ نے پردہ سے آپ کی آواز سن کر عرض کیا۔ یا حضرت آپ کے فرزند نے میری شلوار سائل کو بخش دی ہے بسبب ناکافی پارچات شرم سے حضرت کے روبرو نہیں آ سکتی۔ حضرت میاں صاحب نے سن کر حضرت صاحبزادہ صاحب کو طلب کیا اور فرمایا اس درجہ سخاوت کیوں کرتے ہو جس سے اہل وعیال کو اس قدر غربت سے گزران کرنی پڑے۔ صاحبزادہ صاحب نے میاں صاحب کا عتاب سن کر عرض کیا یا حضرت کسی کا ایک باپ بزرگ ہوتا ہے اس کو بھی کسی چیز کی ضرورت نہیں رہ جاتی اور یہ عاجز تین عالی مرتبت حضرات کا ایک ہی فرزند ہے اور پھر ایسی تنگی سے گزر اوقات کرتا ہوں کہ ایک سائل کی ضرورت بآسانی ادا نہیں کر سکتا۔ اس کا شرم اور کس کو ہو سکتا ہے۔ تین حضرات سے مراد ایک حضرت صاحبزادہ عبدالحکیم صاحب حقیقی والد آپ کے اور دوسرے حضرت بابا فیض بخش صاحب تیسرے حضرت جناب بابا بدوح شاہ صاحب ابدال پیرومرشد آنحضرت کے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کی تقریر سن کر حضرت جناب میاں بخش صاحب کو جوش آ گیا اور فرمایا اے فرزند خدا تجھ کو اور تیری اولاد کو ہمیشہ خوش حال

رکھے گا۔ کبھی تنگدستی لاحق نہ ہوگی۔ آنحضرت کی دعا سے تا حال اس خاندان میں فراخی رزق اور یمن برکت جاری ہے۔ حضرت جناب صاحبزادہ صاحب کی ولایت اور کشف و کرامات کا شہرہ دور دراز اطراف میں پہنچ گیا تھا۔ صدہا زائرین امیر و فقیر آپ کی زیارت کو آتے اور بیشمار فتوحات نذر و ہدایا پیش کش کیا کرتے۔ فیضان ظاہری اور باطنی جاری ہوگیا لیکن آنحضرت کا دست جود وسخا ایسا فراخ تھا کہ ادھر سے آتا دوسری طرف صرف ہوتا۔ کسی چیز کا ذخیرہ نہ رکھا جاتا۔ کسی سائل کا سوال رد نہ کیا کرتے جو آپ کی زبان مبارک سے نکلتا خدا اسی طرح کرتا۔ حکام وقت ہر مذہب و ملت کے آپ کی کفش برداری کو سعادت دارین خیال کرتے۔ مہاراجہ گلاب سنگھ آپ کا بہت مخلص محبّ تھا۔ تمام راجگان آپ کے حضور میں نہایت ادب اور تعظیم سے حاضر ہوتے۔ ہر ایک ارشاد کی ادب سے تعمیل کیا کرتے۔ کسی مجرم یا مفلس کی سفارش کے واسطے پرچہ کاغذ تحریر فرماتے تو بڑے بڑے جابر حکام اس کو آنکھوں سے لگا کر فخر سے حکم بجا لاتے۔ صدہا مقیدان پابزنجیر کو آپ کی سفارش سے رہائی نصیب ہوتی اگر آپ فرش زمین پر نشست فرماتے جو کوئی امیر کبیر سلام کے واسطے حاضر ہوتا اسی طرح آپ کے روبرو دوزانو ہو کر خاک نشیں ہو جاتا۔ مجلس میں جب تک آپ خاموش رہتے کوئی کلام نہ کر سکتا تمام حاضرین آپ کے روبرو ادب سے سر جھکا کر بیٹھتے امیر و فقیر آپ کے حضور میں آ کر مرعوب ہو جاتا۔

نظم از مؤلف

در وجود اہل معنٰے ہیبت معنٰے بود	گر بصورت دلق پوش وتن زمیں فرسا بود
گر ہزاراں طعن بکند منکرے در غیبتش	در حضورش کے کسے را ہمت دیا را بود
در بود گاہے کسی را در مقابل دادرے	حکم دادر دان و دردے حکمت الٰہی بود

ناز محبوبِ حقیقی بر شہید کربلا ست — ورنہ رشتہ خام شیراں راچہ بند پا بود
باز را از بازئے خود باز کے دارد بگو — تار کی از عنکبوتِ زار گر بر جا بود
موخلکے کو را رگبوئید عیب خورشید جہاں — عیب دید او دریں گفتار او پیدا بود
خیل منکر گر کند ظاہر عداوت بارُسل — در حقیقت باوجود خود عداو تہما بود
اے محمد اندریں معنےٰ چہ میگویٔ سخن — داند آنکس ہرکہ فہمش آسماں پیا بود

آں حضرت کا عام دستور تھا حتی المقدور ہر حاجت مند کی حاجت روائی کرنا اسیران بندی کی رہائی کے واسطے حاکم وقت کے پاس سفارش کرنا مفلس اور ناداروں کی دستگیری کرنا ملازمت پیشہ کے واسطے حکام کے پاس لے جا کر نوکری دلوانا الغرض کوئی وقت آپ کا عبادت یا اعانت محتاجاں سے خالی نہ جاتا۔ ابتداء میں جب مہاراجہ گلاب سنگھ والی جموں و کشمیر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد حکومت میں بعہدہ کارداری علاقہ بیول میں مقرر ہوئے وہاں سے موضع چکڑالی شریف سکونت گاہ آنخضرت بہت قریب ہے۔ دوسرے تیسرے روز مہاراجہ گلاب سنگھ معہ حوالیان آپ کے سلام کو آیا کرتے تھے اور حتی المقدور آپ کی خدمت میں سرگرم رہتے ایک روز ایک نوجوان آنخضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے نہایت عاجزی سے ضروریات خانگی اپنی بتلا کر عرض کیا کہ راجہ گلاب سنگھ کے پاس میری ملازمت کے واسطے سفارش فرمائیں اور عرض کیا کہ میں قدرے لکھنا پڑھنا جانتا ہوں۔ حضور کی امداد سے میرے اہل و عیال کی گزر اوقات آسان ہو۔ آپ کو شکار کا شوق تھا۔ ہمیشہ باز دار ملازم رہتے شکار کی تیاری تھی۔ اس کی خاطر سواری کا رخ بیول کی طرف کر لیا۔ جب راجہ صاحب کو اطلاع پہنچی پیادہ پا استقبال کو نکلے ہمراہ لا کر مسند پر بٹھایا۔ آپ نے فرمایا اے راجہ فقیر تمہاری ملاقات کو نہیں آیا۔ اس مرد کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ اس جوان کی سفارش کے واسطے آتا ہوا یہ ملازمت کا خواہشمند ہے۔ اپنی ماتحتی میں اس کو جگہ دیویں بس یہی مطلب ہے

راجہ صاحب نے نہایت ادب سے عرض کیا یا حضرت میں راجہ رنجیت سنگھ کی طرف سے کاردار ہوں۔ جس قدر ملازمان سرشتہ میرے ماتحت مقرر ہیں ان کی تنخواہ بھی ادھر سے آتی ہے ملازموں سے کمی بیشی کا مجھ کو اختیار نہیں۔ اگر کسی اور آدمی کو میں اپنے حکم سے ملازم رکھوں تو اس کی تنخواہ اپنی گرہ سے ادا کرنی پڑتی ہے اگر آپ کا ارشاد ہو تو ایسا کر سکتا ہوں۔ جب آنحضرت نے راجہ کا عذر معقول سنا اس کے چہرہ کی طرف دیکھ کر فرمایا اے راجہ یہ فقیر دیکھ رہا ہے کہ یہ بلندی ہائے کوہستان اور کشمیر اور نواح چھبال کوہ ہائے برفانی پنجال پر تمہاری حکومت کا دور چل رہا ہے اور ہزارہا افواج پر تو کمان کرتا ہے۔ افسوس کہ ایک نفر کی ملازمت سے بھی عاری ہے۔ مہاراجہ چونکہ نہایت نکتہ رس اور باریک بین تھا جلد جلد اس آدمی کا نام معہ ولدیت اور قومیت درج رجسٹر ملازمان کر کے زمرہ منشیان میں اس کا تقرر منظور فرمایا۔ آنحضرت خوشی کا اظہار فرما کر رخصت ہو گئے چنانچہ جو کچھ اس مرد خدا کی زبان مبارک سے نکلا تھا تھوڑے عرصہ بعد اسی طرح اس کا ظہور ہوا۔

کلید گنج حکومت بدست مردان است　　　　که مارمیت بقرآن بشان ایشان است

ایک مرتبہ مہاراجہ گلاب سنگھ جبکہ وہ کاردار علاقہ بیول تھے۔ چند کمبل سیاہ پشمینہ تحفہ لے کر آنحضرت کے سلام کو آئے۔ آپ نے خوشنودی سے وہ ہدیہ قبول فرمایا۔ راجہ صاحب نے عرض کیا میری عمر کا حصہ ملازمت اور ماتحتی میں ہی بسر ہوگا اگر آپ میرے حال پر توجہ فرمائیں تو کیا عجب کہ جلدی حکومت خود اختیاری کا منصب حاصل کروں۔ راجہ صاحب کی عرض کو سن کر ایک درخت توت کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور فرمایا یہ دراصل پھلدار درخت ہے لیکن اس وقت موسم خزاں میں بے رنگ و بار نظر آتا ہے۔ اپنے وقت پر پھل پیدا کریگا اسی طرح تمہاری حالت ہے۔ تم بھی وقت کا انتظار کرو۔

بخشی وزیر چند جو ریاست جموں و کشمیر میں اعلیٰ افسر تھے اور آنحضرت

کے وقت حیات میں مخلص محب رہ چکے تھے۔ ایک مرتبہ مؤلف کتاب کی ملاقات کو آئے اور بیان کیا۔ جب راجہ گلاب سنگھ نے فتح کشمیر کے واسطے فوج کشی کی۔ عرصہ گزر گیا۔ متواتر متوحش خبریں آ رہی تھیں۔ میں ایک روز بحالت اضطراب حضرت صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں بغرض دعا حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ کو دیکھ کر فرمایا راجہ گلاب سنگھ کی فوج بعد کشت وخون بڑی تکلیف سے داخل قلعہ ہو کر مطمئن ہوگئی ہے اور راجہ صاحب بخیریت ہیں چند روز بعد جیسا آپ نے ارشاد فرمایا تھا اسی طرح اس کی تصدیق ہوگئی۔

علاقہ چوموکھ میں ایک زمیندار آپ کا خادم تھا اس کے پاس آپ کی چند اسپ مادیاں اعلیٰ نسل اور بیش قیمت تھیں۔ راجہ شیر باز خان گکھڑ جو ایک جابر حکمران تھا۔ گھوڑیوں کو دیکھنے کے واسطے آیا۔ دیکھ کر بیقرار ہوگیا۔ آخر سینہ زوری اور جبر سے لے کر چلا گیا۔ ہر چند بیچارے زمیندار نے رو رو کر اس کو یقین دلایا کہ یہ گھوڑیاں دراصل میری ملکیت نہیں ہیں۔ بلکہ حضرت سرکار صاحبزادہ صاحب کی محض پرورش کے واسطے میرے پاس رکھی ہیں۔ لیکن راجہ کے دل میں زمیندار کی زاری نے کوئی اثر نہ کیا۔ آخر وہ بحال زار گریاں چکڑالی شریف آنحضرت کے پاس آیا اور ماجرا بیان کیا۔ آنحضرت بسواری اسپ مادی اس زمیندار کو ہمراہ لے کر راجہ کے پاس تشریف لائے۔ راجہ نے جب آپ کی آمد کی اطلاع پائی پاپیادہ استقبال کو آبادی کے باہر آ کر قدمبوس ہوا۔ آنحضرت نے سواری سے اتر کر راجہ کو فرمایا یہ گھوڑی بھی بہت عمدہ ہے اور تمہاری سواری کے قابل ہے۔ اگر پسند ہو تو حاضر ہے راجہ آپ کے کلام سے سخت نادم ہوا اور گھوڑیاں آپ کی معہ تحائف دیگر آپ کی نظر کیا اور نہایت عجز سے معافی طلب کی۔

ایک روز ایک مرد آپ کے روبرو آیا اسے دیکھ کر ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس درخت کے اوپر جا کر نیچے زمین پر چھلانگ مار اس وقت

اس کا مطلب کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔ آخر چند سال بعد وہی مرد کسی وجہ سے اسی درخت پر چڑھا اور اوپر سے ناگہاں گر کر مر گیا۔ یہ آپ کا کشف باطن تھا۔ جس کو سالہا سال سے اول ہی آپ کا قلب منور دیکھ رہا تھا۔

ایک مرد مسمی چوہدری الٰہی بخش ساکن موضع [illegible] علاقہ [illegible] بڑا معزز صاحب حشمت بلند مرتبہ تھا۔ ایک روز آپ کے پاس آکر قدمبوس ہوا اس کو دیکھ کر فرمایا الٰہی بخشا پکھیواس ہو جا (پکھیواس خانہ بدوش گداگروں کا گروہ ہوتا ہے) اس وقت آنحضرت کے کلام کا اشارہ کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔ آخر چند مدت کے بعد چوہدری الٰہی بخش کی حالت یکلخت بدل گئی۔ سخت مفلس اور نادار ہوگیا مال ومنال سب برباد ہوگیا۔ وطن سے آوارہ ہو کر خانہ بدوش ہوگیا۔ دور دراز نواحات میں گداگری سے گزر اوقات کرتا رہا آخر نہایت لاچار ہو کر آنحضرت کے آستان پر حاضر ہو کر طالب دعا ہوا۔ آپ نے توجہ فرمائی اور کچھ ظاہری امداد بھی کی جس سے معہ اہل وعیال دوبارہ خوشحال اور خوش گزران ہو کر وطن میں آ کر آباد ہوگیا۔

ایک مرتبہ حضرت پیر غازی قلندر کی مزار پر دربار کھڑی زیارت کے واسطے تشریف لائے چند ساعت مرقد منور پر مراقبہ کیا۔ بعد فاتحہ خوانی جب چاردیواری سے باہر آئے وہاں ایک مرد مسافر درویش کو سر بزانو بیٹھا ہوا دیکھا جو کسی درگاہ سے بغرض کشائش عقدہ باطن آیا تھا۔ اس کے پاس جا کر آہستہ سے فرمایا۔ اے مرد پژمردہ خاطر نہ ہو تمہارا حصہ امانت فیضان روحانی تمکو ابھی ملتا ہے۔ یہ تلقین فرما کر آپ چند قدم آگے چلے تو وہ مرد غائب ہوگیا کسی کو دوبارہ نظر نہ آیا گویا اسی دم مطلب سے کامیاب ہو کر چلا گیا۔

جب راجہ شیر سنگھ خلف چتر سنگھ نے معہ فوج انگریزوں سے شکست کھائی اور انگریز ضلع جہلم اور دیگر اضلاع میں قابض ہوگئے۔ شاہی کاروبار اور انتظام

جہانداری شروع ہو گیا۔ عمارات کا سلسلہ اور چھاؤنی اور گزر دریا وغیرہ کا کام سرعت سے جاری کیا گیا۔ اطراف سے خلقت دیکھنے کو آتی۔ ہر قسم کا اعلیٰ ادنےٰ انسان بڑے شوق سے انگریزی طرز حکومت کا نظارہ کرتا۔ کسی ملازم نے آنحضرت سے عرض کیا۔ آپ بھی کبھی جہلم کا سیر پسند فرمائینگے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ دوازدہ ۱۲ مردان خدا اہل باطن سکھوں کی فوج کے معاون مددگار تھے اس واسطے روز بروز ان کی حکومت کا دور ترقی پر تھا۔ لیکن جب بنگال احاطہ کی فوج نے ملتان سے آ کر سکھوں کے مقابلہ میں نبرد آزمائی کی تو اس فوج کی مدد پر ایک ایسا بہادر کامل مرد ہمراہ تھا۔ جس کی سطوت اور طاقت روحانی سب پر غالب آ گئی۔ اس وجہ سے ادھر رخ کرنا موجب شرم ہے۔

سید لعل شاہ صاحب مجذوب جو بڑے بلند مقام ولی تھے۔ قصبہ میر پور میں مدت تک ایک جگہ نشست فرما رہے۔ مطلق کلام نہ کیا کرتے۔ بالکل خاموش رہتے مست مجذوب تھے ایک مرتبہ حضرت صاحبزادہ سرکار شکار کرتے ہوئے میر پور کی طرف تشریف لائے۔ تیتر چند کباب تیار کروا کر شاہ صاحب کے پیش نظر رکھ کر روبرو باادب کھڑے ہو گئے۔ حضرت شاہ صاحب نے آپ کو دیکھ کر برخلاف عادت کچھ بولنا شروع کیا۔ عموماً الفاظ بے معنی معلوم ہوتے تھے اور بعض فقرات بے جوڑ اور بعض کلمات سے ایسا سمجھ میں آتا جیسے کوئی دشنام دہی کرتا ہے۔ خدا جانے کیا راز تھا مؤلف کتاب ہمراہی برادر کلاں حضرت میاں بہاول بخش صاحب سجادہ نشین دربار غازی قلندر بحالت طفلی شاہ صاحب کی زیارت سے مشرف ہوا۔

حکایت از مترجم

جناب سیف علی صاحب مرحوم خاکسار مترجم کتاب ہذا کے والد بزرگوار کو آنجناب سے تعلق مریدی تھا۔ وہ ایک مرتبہ مہاراجہ رنبیر سنگھ صاحب آنجہانی کے عہد میں چند اسپان بیش قیمت لے کر دربار جموں میں تشریف لے گئے۔ ایک روز قیامگاہ سے ان کی ایک گٹھڑی جس میں اعلیٰ قسم کے پارچات ریشمی اور زری تھے چوری ہوگئی بہت تلاش کرایا کچھ سراغ نہ ملا بالکل مایوس ہوگئے ایک روز آبادی کے باہر کنارہ آب پر بیٹھ کر وضو کر رہے تھے ناگاہ ایک طرف سے ندا آئی کہ تمہارے پارچات مسمی شاہ ولی کے پاس ہیں جا کر وہاں سے لے لو۔ یہ آواز بالکل صاف حضرت سرکار صاحبزادہ صاحب کی آواز تھی جبکہ آنحضرت کو قریباً بائیس سال انتقال فرمائے گزر چکے تھے۔ والد صاحب نے آواز سن کر نہایت حیرت سے اٹھ کر ہر طرف دیکھا۔ اس وقت کوئی متنفس وہاں پر موجود نہ تھا۔ جلدی سے وضو اور غسل کیا۔ کپڑے پہن کر شاہ ولی جس کو یہ خوب جانتے اور پہچانتے تھے۔ وہ آپ کے پاس آتا جاتا تھا۔ سیدھے اس کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اس کا رنگ فق ہوگیا۔ اس طرح غیر معمولی اس کے مکان پر چلے جانے سے اس کے بدن پر رعشہ پڑ گیا غصہ سے کہا میرے پارچات تمہارے پاس ہیں وہ دے دو اور بس کوئی زیادہ بات مت کرو یہ سنتے ہی بے حیل و حجت اس نے وہ گٹھڑی پارچات اندر سے نکال کر آپ کے روبرو لا رکھی اور پاؤں میں گر کر زار و زار رونا شروع کیا۔ ندامت سے سر کو زمین سے اونچا نہ کرتا۔ اس نے حضرت والد صاحب کا ذاتی کشف اور کرامت کا خیال کیا اور بہت ہراساں ہوگیا۔ آپ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور تسلی دلاسا دیکر پارچات سالم لے کر چلے آئے۔ اہل اللہ کے بعد وفات بھی راسخ الاعتقاد مریدوں کے حال پر توجہ مبذول رہتی

ہے۔ آپ کی فروتنی اور تواضع میاں رکن عالم حضرت سجادہ نشین دربار کھڑی کا مرید تھا۔ صاحب سجادہ نے کسی مطلب کے واسطے ان کو چکڑالی شریف آنحضرت کے پاس روانہ کیا۔ میاں رکن عالم بہت حقہ نوش تھے۔ رات دن حقہ نوشی کا شغل رہتا۔ رات کو قریباً نصف شب میاں رکن عالم کی آنکھ کھلی۔ حقہ کے فراق میں ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے۔ خواب کافور ہوگئی۔ لحاف میں منہ چھپائے ہوئے سانس لے رہے تھے۔ ناگاہ آہٹ معلوم ہوئی۔ ایک شخص آہستہ سے کہتا ہے کہ حقہ حاضر ہے منہ کھول کر دیکھا تو چارپائی کے نیچے فرش زمین پر ایک آدمی حقہ لے کر بیٹھا ہے اور پھونک مار کر آگ سلگاتا ہے۔ میاں رکن عالم نے غور سے دیکھا تو خود حضرت جناب سرکار صاحبزادہ صاحب تھے۔

بعد تلاوت قرآن شریف مثنوی مولانا روم پیش نظر رہتی۔ اس کے دقائق اور معانی عجیب طرز سے بیان فرما کر سائل کی تسلی کر دیتے۔ حضرت جناب عارف ربانی ولی لاثانی سائیں غلام محمد صاحب آنحضرت کے پیر بھائی اور مؤلف کتاب ہذا کے پیشوا فرمایا کرتے تھے مولانا روم نے مثنوی کو جیسے تصنیف فرمایا ہے اس کا اصلی مدعا مصنف کو حضرت سرکار صاحبزادہ صاحب نے سمجھا ہے اور پڑھا ہے۔

آپ کے فرزند حضرت جناب صاحبزادہ سائیں جمال الدین صاحب جن کے حسن و جمال ظاہری کی شہرت تھی۔ والد بزرگوار کی مانند نہایت پاکیزہ نفس اور تمام صفات انسانی سے متصف تھے۔ عین عالم شباب میں نہایت متقی، عابد، صاحب درد اور وجد تھے۔ حضرت سرکار کو آپ سے دلی محبت تھی۔ تمام اولاد سے آپ کی طرف زیادہ توجہ رہتی تھی۔ افسوس اس عزیز روزگار نے دار فانی سے جلد انتقال فرمایا اور حضرت بزرگوار کو داغ مفارقت دے گیا۔ آپ کے دل کو سخت صدمہ پہنچا۔ شب و روز فرزند عزیز کے فراق میں چشم پرنم تھے۔ اسی درد سے چھ ماہ کے بعد رحلت فرمائی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) حضرت صاحبزادہ جمال الدین

صاحب کے دردفراق میں ایک مرثیہ جو آنحضرت نے خود تصنیف فرمایا تھا۔ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

نظم مصنفہ حضرت سرکار صاحبزادہ صاحب

اے دریغا کہ گلستان بخزاں مائل شد — رخت بربست بہار و بفغان مائل شد
شاخ درفرقت گل برگ ونوا زرّد دارم — دادہ بربادی و با خارستان مائل شد
نغمہ بلبل و قمری و نواہائے نذرو — ہمہ بے رود رواں رود دان مائل شد
لالہ وسنبل وریحان زچمن کردہ وداع — بوئے خوش گشتہ سراسر بدکاں مائل شد
سود و سرمایہ سر ماز سرماست بفوق — گرمئے نفع صبا ہم بزیان مائل شد
اے نسیم سحر آرام گہ یار کجاست — نطقِ خوش مرغِ چمن آہ بدان مائل شد
بلبلِ گلشن فردوس بخوش فال و جمال — سیر زیں سید محمد بجنان مائل شد

بعد وفات فرزند عزیز کسی نے آپ کو خندہ لب نہ دیکھا تھا۔ حضرت صاحبزادہ جمال الدین صاحب کو بمقام چوہا چکڑالی شریف دفن کیا گیا اسی چاردیوار میں اور متوفیان خاندان کے قبور ہیں اور حضرت جناب سرکار نے اپنے مقبرہ کے واسطے بحالت حیات موضع سنکھنی میں موقع پسند فرمایا تھا اور خود وہاں مجاور کو آباد کیا اس کے گزارہ کے واسطے قدرے اراضی بھی وقف کر دی تھی حضرت والد بزرگوار صاحبزادہ عبدالحکیم صاحب کا مزار بھی قلعہ میں اس کے قریب تر ہے اسی وجہ سے آپ کو وہ جگہ مرغوب تھی۔ وقت انتقال فرزند اصغر حضرت صاحبزادہ سائیں وہاب الدین صاحب کو وظائف اسم ذات کی تلقین فرما کر دستار سجادگی عنایت کی اور فیضان باطنی سے بہرہ بخش کر سرافراز فرمایا۔ خدا کے فضل سے تاہنوز آپ کے خاندان سے چشمہ برکات جاری ہے۔ الٰہی تا قیام قیامت آپ کے خاندان کو فیوضات ظاہری اور باطنی سے مالا مال رکھ اور نور ہدایت سے دلوں

کو منور فرما۔ آمین

در ذکر حضرت جناب زبدۃ العارفین قدوۃ الکاملین پیر

سائیں غلام محمد صاحب قدس سرہ العزیز سجادہ نشین پلیر شریف

پیشوائے مؤلف کتاب ہذا

وہ شاہسوار میدان تجرید وہ سالک بادیہ تفرید متبع سنت وتوحید ناظر انوار حقیقت روشنی آفتاب شریعت پیر طریقت عارف ربانی شاہد اندر شہود احد حضرت جناب پیر سائیں غلام محمد قدس سرہ آپ کا خاندان قدیم سے جاہ وحشمت اور وجاہت دنیاوی سے ممتاز چلا آتا ہے تمام نواح میں آپ کے اسلاف کا دور حکومت قائم رہا لیکن آغاز شباب میں ہی سعادت ازلی نے رہنمائی کی فطرت میں نور ہدایت جلوہ گر تھا۔ جاذب حقیقی نے کشش کی تمام اسباب عشرت کو چھوڑ کر کسی مرد کامل کی تلاش میں دور دراز سرزمین میں بادیہ پیمائی شروع کی لیکن کسی آستان پر دل کو تسکین نہ ہوئی۔ حضرت جناب پیر بدوح شاہ صاحب ابدال جو آپ کے قریب ہی سکونت پذیر تھے۔ ان کی طرف آپ کا چنداں خیال نہ تھا۔ یہ مثل درست ہے کہ گھر کا پیر سبک نظر آتا ہے۔ ایک روز بسواری اسپ ایک ملازم کو ہمراہ لے کر کسی مرد کی زیارت کو جا رہے تھے۔ ناگاہ راستہ میں حضرت پیر بدوح شاہ صاحب تشریف لائے آپ نے گھوڑی سے اتر کر سلام کیا۔ بابا صاحب نے فرمایا میاں چوہدری جس طرف تمہاری خوشی ہے بیشک دوڑتے رہو۔ خدا نے چاہا تو میں ہی تیرا پیر ہوں اور تو میرا ہی مرید ہوگا۔ یہ سنکر آنحضرت کو تسلی ہوگئی۔ اسی وقت بیعت سے سرفرازی حاصل کرکے پیر طریقت سے تلقین پا کر میدان مجاہدہ میں قدم رکھا۔ گوشہ تنہائی میں شب وروز زہد وریاضت کا شغل اختیار کیا۔ بموجب ارشاد مرشد بارہا چلہ کشی کی حضرت پیر بابا بدوح شاہ صاحب قدس

سرہ کی روحانی توجہ سے تصفیہ ہو کر قلب منور ہو گیا۔ قائم اللیل صایم الدھر تھے۔ اکثر اوقات استغراق اور محویت طاری رہتی ویرانوں میں نکل جایا کرتے۔ ہفتہ ہفتہ غائب رہتے متعلقین آپ کو تلاش کر کے لاتے۔ کھانا روبرو جب رکھا جاتا قلیل مقدار غذا تناول فرما کر الگ ہو جاتے۔ جو کچھ ہاتھ آ جاتا کسی کو دیدیا کرتے پارچات تک بدن سے اتار کر ایثار کر دیتے بسا اوقات صرف کمر میں ایک تہ بند ہی رہ جاتا۔ باوجود استغراق اور حالت وجد کے اوقات نماز اور فرائض اور سنن کی پابندی میں سر مو فرق نہ آتا۔ حضرت پیر طریقت کے آستان کے سوا کسی اور دروازے کی طرف رخ نہ کرتے تمام تعلقات اور بندشیں توڑ کر محبوب حقیقی سے پیوند محکم کر لیا۔ ایک عفیفہ خاتون جو آپ کی عموزادی تھیں ان سے نسبت ناطہ قرار پا چکی تھی۔ لیکن آپ نے اپنی شادی کرنے سے انکار کر دیا اور حضرت عفیفہ نے بھی کسی دوسری جگہ نسبت کرنا منظور نہ کیا۔ آنحضرت کے اثر تعلق سے دل میں شوق الٰہی کا شعلہ اٹھا جاذب حقیقی نے کشش کی۔ حضرت جناب پیر بابا فیض بخش صاحب سجادہ نشین کنہیارہ سے شرف بیعت حاصل کر کے دولت خانہ کی چار دیواری میں ایک کوٹھڑی کو عبادت خانہ بنا کر دروزاہ بند کر کے شب و روز یاد حق میں زہد و مجاہدہ کا شغل اختیار کیا اس پاکیزہ اوصاف سیرت وصورت میں بے مثل خاتون نے بلند ہمت مردان خدا کی مانند کمر عزم کو چست کر لیا اور خدا کی راہ میں صابر و شاکر رہ کر استقامت اختیار کی۔ حضرت پیر کامل بابا فیض بخش نے نہایت شفقت سے روحانی توجہ فرمائی ایک ہی نظر فیض اثر سے حضرت عفیفہ کے قلب کو انوار الٰہی سے منور کر دیا۔ روحانی مدارج کو طے کرتے ہوئے مردان خدا کی جماعت میں شامل ہو گئے۔ حضرت عفیفہ سے صدہا کرامات منقول ہیں تادم تحریر تذکرہ مقیمی فارسی بقید حیات ہیں۔ الغرض جناب حضرت پیر سائیں غلام محمد صاحب قدس سرہ کا زہد اور ریاضت انتہائی طاقت بشری تک پہنچ گیا تھا۔ کسی وقت

عبادت اور ریاضت سے فارغ نہ ہوا کرتے۔ دنیاوی زر و مال کی آپ کی نگاہ میں قدر نہ تھی۔

ایک مرتبہ مہاراجہ رنجیت سنگھ حاکم پنجاب کا آنحضرت کے نواح میں گذر ہوا صدہا سوار و پیادہ ہمرکاب تھے۔ آنحضرت کے مسکن موضع کلروڑی کے قریب جب آئے آبادی کے باہر ایک مسجد گنبد دار جو آنحضرت کے دادا مرحوم کی بنا کردہ تھی۔ مہاراجہ نے دیکھی اس کا ایک حصہ مسمار ہوگیا تھا۔ دریافت کیا اس مسجد کا بانی کون شخص تھا۔ لوگوں نے آنحضرت کے دادا کا نام بتایا۔ حکم دیا ان کا جانشین وارث جو ہو اس کو حاضر کرو۔ ایک آدمی دوڑ کر آنحضرت کے پاس آیا۔ اس نے مہاراجہ کی طرف سے حاضری کا حکم سنایا۔ فرمایا ہم کو مہاراجہ کے پاس جانے کی حاجت نہیں ہے۔ لوگوں نے مہاراجہ کو وہی جواب دیا اور یہ بھی ظاہر کیا کہ وہ دنیاوی کاروبار اور تعلقات سے کنارہ کش ہو کر زہد اور ریاضت کا شغل اختیار کرکے گوشہ تنہائی میں بسر کرتے ہیں۔ کسی امیر اور راجہ کی طرف رجوع نہیں لاتے۔ مہاراجہ گروہ صوفیاء اور فقراء کا بڑا معتقد تھا۔ سنکر زیارت کا مشتاق ہوا۔ سواری سے اتر کر پاپیادہ قریب آ کر ادب سے سلام کیا اور زر نقد پیش کیا۔ آپ نے فرمایا مہاراج میں اس سے بھاگتا ہوں۔ فقیر کو اس کی ضرورت نہیں۔ اس کو دے دو جو اس کا طالب ہو۔ مہاراجہ نے جواب دیا اہل دنیا کی نظر میں یہ چیز بہت پیاری ہے۔ اس واسطے خدا کے پیاروں کو اپنی پیاری چیز ہی نذر کرنی واجب ہے۔ یہ سن کر آپ نے تبسم فرمایا مہاراجہ نے دریافت کیا کہ اس مسجد کا ایک حصہ گر گیا ہے اس کی درستی کے واسطے جس قدر روپیہ درکار ہو سرکاری خزانہ سے دیا جائے گا۔ آنحضرت نے فرمایا مسجد کی مرمت کے واسطے آپ کی امداد کی ضرورت نہیں۔ مسلمان اس میں نماز پڑھتے ہیں وہی اس کو درست کریں گے۔ ہر چند مہاراجہ نے روپیہ دینے کے واسطے اصرار کیا۔ لیکن آنحضرت نے صاف انکار کیا۔

اکثر نذر ونیاز کسی سے قبول نہ فرمایا کرتے۔ شاذ و نادر اگر کسی محبّ سے کچھ منظور فرماتے تو لیکر اسی وقت دوسرے کسی محتاج مسکین کو دیدیا کرتے۔ الغرض آپ کا زہد و ریاضت اور تجرّد اور توکل عجیب شان کا تھا۔ آپ نہایت بلند ہمت عالی حوصلہ مرد تھے۔ شوق الٰہی غالب تھا۔ طبیعت میں ایثار نفسی کا جوہر تھا۔ حضرت پیر طریقت جناب بابا بدوح شاہ صاحب قدس سرہ سے ایسا عشق تھا کہ رات دن عبادت فرائض اور سنت کے بعد حضرت پیر کی خدمت میں سرگرم رہتے اعمال اور اقوال میں ہوائے نفسانی کو دخل نہ تھا۔ جب آپ کسی مسئلہ تصوف میں تقریر فرمایا کرتے اور باریک سے باریک نکات رموز طریقت بیان فرماتے تو بڑے بڑے فضلا محو حیرت رہ جاتے۔ مختصر الفاظ میں شکوک اور شبہات طالبان حق کے دلوں سے دور کردیا کرتے آخر عمر میں شب و روز زہد اور مراقبہ میں گزر جاتا۔

چند روز بعارضہ بخار و اسہال بیمار رہ کر بہتر سال کی عمر میں ۱۲۸۱ھ میں بمقام موضع پلیر شریف انتقال فرمایا۔ وہ آفتاب عالمتاب مشتاقان دیدار کی نظروں سے چھپ گیا اور مزار شریف آپ کا ہم پہلوئے مرشد حضرت پیر بدوح شاہ صاحب قدس سرہ کے بوسہ گاہ خلائق ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

قصیدہ در مدح حضرات پیران پلیر شریف قدس اسرارہم

از طبع خاکسار ملک محمد ٹھیکیدار قادری قلندری مترجم کتاب ہذا

صبا زان زلف مشکیں بوبمن آر — مشامِ جام معطر کن چو عطار
بخواں اے بلبل مستانہ گل — بسوز سینہ و اشک گہر بار
بیاد رفتگاں از جاں صدا کن — مشو غافل بہ نقد وقت ہشیار
بمدح پیر پیراں لب کشایم — کہ ریزو طوطیم شکر ز منقار
چو بلبل نغمۂ موزوں سرایم — بلفظ اندک و معنی بسیار

مرا چوں ساقیِ من ساغرے داد کز و خوابیدہ بختم گشت بیدار
حریفاں را دہم زاں بادہ جامی برقص آیند ز مستان و ہشیار
چو آید مرغ طبعِ من بہ پرواز بیارد از بلندی نظم اشعار
دے زینجا قلم را سرنگوں شد نداندیک سرمو کرد اظہار
من نادان زوصفِ اوچہ لافم چہ گوید قطرہ از بحر زخار
مقام پیر پیران در پلیر است بخاکِ آں طواقم باد صد بار
مقدس روضۂ ہمرنگ جنت مبارک خطہ دربار در بار
جبینِ سروراں بر آستانش ہجوم زائران بسیار و بسیار
جناب پیر بدوح شاہ قدس سرہ ابدال با وج معرفت ابر گہر بار
خوشا نافہ زچین پیر غازی کزو در تار ماندہ مشک تاتار
بیک جا طالب و مطلوب خفتہ مگو خفتہ کہ بیدار اند و بیدار
دوتن یک جان بیک جا کرد آرام دوے را درمیان شان نشد بار
سہے سرواں زباغِ شاہ غازی ولے سرواں آزاد و ثمر بار
جناب پیر شاہ غازی قلندر بفرزندانِ خود ناز و پدر وار
خلیفہ اولیس دین محمدؐ کزد دین محمد گشت گلزار
امیر قافلہ حاجی حرمین کہ بگا شیر بقبش داد سرکار
بحق پیر بدوح شاہ ابدال کہ ذاتش مظہر انوار و اسرار
بشاں پیر غلام محمد مجرد از جہان حق را خریدار
مرید او مرادِ خلق میداد بفرمانش برفتے چرخ دوار
بذوق و شوق قبلہ جان محمد خداوند از آفاتم نگہدار
مقدس ذات اوکانِ فتوحات۔ وجود او چراغ بزم ابرار
دل او مخزن عرفان حق بود زبان او کلید گنج اسرار

وجودش افتخار خاندان است | زنامش نام اسلاف است اظہار
چہ گویم وصفِ انداز تکلم | زہر حرفش معانی صد نمودار
بیا اے طالب مقصود ہستی | اگر ہستی بذوق دل خبردار
بیا در سایہ شاہیؔ کہ اورا | بلندی داد حق در بزم احرار
در اصلابش کرم رسم قدیم است | مراد سائیلاں دادی بہر بار
شفیقا سرو را بندہ نوازا | منم صیدے بفتر اکت گرفتار
ازاں روز یکہ باتو عہد بستم | نماندم باکے دیگر سروکار
گزیدم مرترا از جملہ عالم | رہ و رسم مروت رانگہدار
دراں روز یکہ کس کس را نہ پرسد | بزیرِ سایہ تو باشرم بار
زواپش ماندہ یادی کن آخر | مراں از تندی و رحمی بمن آر
در آغوشت چو آمد شاہد ناز | زمہجوراں مشو فارغ بیکبار
فتادہ ناتواں تنہا برائے | ملکؔ را دستگیر از خاک بردار

در ذکر حضرت میاں بارو قدس سرہ

وہ شیفتہ جمال ربانی مقبول بارگاہ یزدانی وہ مست جام وصال صاحب جذب والحال مولد آپ کا موضع سورکھی علاقہ کہٹار حدود ریاست جموں ہے۔ ابتدا میں جنگل میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔ آپ کی دیانت اور امانت مسلمہ تھی ایک روز اتفاقیہ حضرت جناب حاجی بگا شیر سجادہ نشین درکالی کا موضع سورکھی میں گزر ہوا۔ آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر جوق در جوق مردمان نذر ہدیہ لیکر زیارت کو آئے۔ یہ نوجوان میاں بارو بھی ایک پیالہ شیر لیکر حاضر آیا اور ارادت دلی سے قدمبوسی کی۔ آنحضرت نے اس میں سے قدرے شیر نوش فرمایا باقیماندہ میاں بارو کو دیکر فرمایا یہ تمہارا حصہ ہے میاں بارو نے جب وہ دودھ نوش فرمایا۔ دل میں

ذوق اور وجد پیدا ہو گیا۔ آنحضرت نے بیعت سے سرفرازی بخش کر ارکان اسلام کی پابندی کا ارشاد فرمایا اور درود وظائف طریق زہد اور ریاضت کا شغل تلقین کیا جب صبح کو بکریاں لے کر جنگل کو جاتے وہاں گلہ کو چھوڑ کر الگ ایک طرف عبادت میں مصروف ہو جاتے شام کو آبادی میں جب واپس آتے تمام رات یاد حق میں بیدار رہتے چند مدت تصفیہ قلب ہو کر کشف دلی پیدا ہو گیا۔ دور دور کے واقعات نظر آنے لگے۔ ایک روز گلہ بکریوں کو جنگل میں چھوڑ کر حضرت پیر کی خدمت میں چلے آئے۔ اس وقت ایک مجمع کثیر اصحاب حاضر تھے ناگاہ میاں بارو سرعت سے اٹھے۔ دو سنگریزے زمین سے لیکر آواز بلند نعرہ مارا اور بکریوں کی طرف سنگریزوں کو پھینکا اور پکارا کہ دور ہو جا۔ یہ کہہ کر اپنی جگہ پر نشست فرمائی۔ حاضرین مجلس نے اس کو مجنونانہ حرکت خیال کیا۔ کسی نے آنحضرت سے عرض کیا کہ میاں بارو کی بکریوں کا گلہ یہاں سے قریبا تین کوس کے فاصلہ پر چرتا ہے۔ اس کی شبانی اتنی مسافت سے کس طرح ممکن ہے۔ یہ حرکت مستانہ ہے یا مجنونانہ حضرت جناب حاجی بگا شیر نے فرمایا کہ میاں بارو جو کچھ دیکھ رہا ہے وہ تم نہیں دیکھ سکتے ہو۔ ایک گرگ خونخوار اس کی بکریوں میں آ گیا تھا۔ وہ نور باطن اس کو دیکھ رہا تھا اس کے آواز اور سنگریزہ سے گرگ سہم زدہ ہو کر فرار ہو گیا تھا۔ یہ حرکات مجنونانہ نہیں ہیں۔

حضرت جناب حاجی بگا شیر کی زبان سے جب یہ راز ظاہر ہوا۔ حاضرین کو حضرت میاں بارو کے کمالات باطنی پر یقین ہو گیا۔ ہر کس و ناکس آپ کی تعظیم کرنے لگ گیا۔ اہل حاجات آنحضرت سے طلب دعا کرتے اور آپ کی دعا اور فیوضات روحانی سے بہرہ یاب ہوتے۔

ایک روز حضرت جناب سردفتر کاملین حضرت سائیں غلام محمد صاحب قدس سرہ پیشوائے مؤلف کتاب ہذا جناب عفت مآب بی بی خیر بانو حرم محترم حضرت حاجی بگا شیر سجادہ نشین درکالی کی زیارت کے واسطے بمقام چوکھ تشریف

لے گئے۔ اتفاقاً حضرت میاں بارو بھی وہاں موجود تھے ان کے دونوں ساق پا پر ورم ہو کر شگاف پڑ گیا تھا۔ حضرت پیر نے اس کا سبب دریافت کیا تو جواب دیا کہ یہ تجرد کا نتیجہ ہے سردی کا موسم تھا۔ ایک روز چولھے کے قریب بیٹھے آگ سے گرمی لے رہے تھے اور ہنڈیا پک رہی تھی۔ آگ جلتی جلتی باہر آ گئی حضرت بی بی صاحبہ نے آواز دے کر فرمایا میاں بارو لکڑیوں کو جھاڑ کر آگے کر دو۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا دوبارہ فرمایا تو جواب دیا کہ مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ خود کر لو حضرت عفیفہ نے سن کر صرف تبسم فرمایا۔ کوئی ناراضگی ظاہر نہ کی۔ چونکہ میاں بارو مغلوب الحال تھے اور معذور بموجب فرمان مولانا روم:

موسیا آداب داناں دیگر اند　　سوختہ جان در داناں دیگر اند

موضع چکیالی متعلقہ ریاست جموں تحصیل وانگلے میں رحلت فرمائی۔ اسی قبرستان میں آپ کا مزار مقدس مشہور ہے سنہ تاریخ وفات آنحضرت کی معلوم نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

در ذکر حضرت میاں عظیم اللہ قدس سرہ

آپ اخلص مریدان حضرت حاجی بگا شیر سجادہ نشین درکالی شریف سے تھے۔ باکمال آزاد منش مرد تھے۔ آپ کی دعا تیر بہدف تھی۔ صاحب وجد و ذوق تھے۔ صحبت ناجنس سے نفرت تھی گوشہ تنہائی پسند خاطر تھا۔ نہ کسی سے کینہ اور نہ کسی سے انس یاد حق غالب تھا۔ نقش ماسوی اللہ دل سے محو ہو گیا۔ شب و روز ریاضت اور مجاہدہ میں نفس کشی کیا کرتے۔ آخر عمر چند سال مسجد موضع دھنگدیو علاقہ میرپور میں عبادت اور مراقبہ میں مشغول رہے۔ ایک روز وضو اور غسل کیا اور بعد تلاوت قرآن شریف بستر پر استراحت فرمائی اسی وقت روح مبارک نے جسم عنصری سے پرواز کیا۔ مزار مقدس آپ کا گورستان موضع دھنگدیو میں زیارت گاہ ہے۔

در ذکر حضرت میاں ولی اللہ قدس سرہٗ

حضرت حاجی بگا شیر قدس سرہٗ سے آپ کو روحانی نسبت تھی۔ زاہد اور عابد متقی پابند ارکان شریعت تھے۔ احکام الٰہی کی پابندی اور متبع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہایت پارسا اور صاحب وجد ذوق بزرگ تھے حضرت پیر کی آپ کی طرف دلی توجہ مبذول تھی۔ آپ کے حلقہ مریدان سے بھی اکثر افراد صاحب وجد اور حال پیدا ہوئے۔ آنحضرت کی تاثیر صحبت سے سردول کو بھی ذوق اور شوق حاصل ہو جاتا آپ کے مریدان سے ایک بزرگ فاضل علوم دین حضرت میاں فقیر محمد عارف ربانی تھے ان کا دیوان فارسی موسوم بہ دیوان فقیر مشہور ہے اس کا انداز نظم بلند پایہ شعرائے متقدمین کے ہم پلہ لیکن کمیاب اور غیر مطبوع ہے حضرت میاں ولی اللہ قدس سرہ کا مزار موضع چوہان داخلی جاگیر سید باقر علی شاہ صاحب علاقہ میرپور ریاست حدود جموں زیارت گاہ خاصان حق ہے تاریخ رحلت معلوم نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

رجوع در ذکر حضرت جناب میاں فیض بخش ولی سجادہ نشین
کنہیارہ شریف علاقہ چوکھ ریاست جموں

مجمل ذکر آنحضرت کا پیچھے آچکا ہے ذیل میں مفصل حالات کا اندراج ہوگا۔ آپ کو حضرت جناب حاجی بگا شیر صاحب درکالی سے تعلق مریدی ہے۔ آپ پیر کے منظور نظر خلیفہ تھے۔ جماعت اہل اللہ میں بلند پایہ ولی تھے صدہا کرامات خرق عادات آپ سے صادر ہوتی رہیں۔ زبان سے جو نکلتا خدا اس کو ایسا ہی کر دیتا۔ آپ کا فرمان تیر بہدف تھا۔ آپ خوبصورت موزوں اندام تنومند جوان تھے۔ چہرہ مبارک سے رعب جلال ظاہر تھا پیشانی کشادہ فیاض طبع سخاوت

شعار مرد تھے۔ چشمان مبارک سرخی مائل ریش مبارک نہایت موزوں گنجان تھی۔
آثار شجاعت وتہوّر چہرہ سے عیاں تھے۔ قلب متحرک اور ذکر نفی اثبات ہر دم جاری
تھا۔ شوق الٰہی اور ذوق قلبی غالب تھا حضرت پیر کو آپ کی طرف نظر عنایت خاص
تھی۔ حضور مرشد میں آپ کی سفارش اہل حاجات کی حاجت برآری کا ذریعہ تھی۔
حضرت پیر بھی آپ کے ناز برداری کیا کرتے۔ ایک مرتبہ جب درکالی شریف
حضرت پیر کے مزار پر زیارت کے واسطے تشریف لے گئے۔ راستہ میں ایک جگہ
آبادی میں شب باشی اختیار فرمائی۔ بعد تناول طعام جبکہ بہت لوگ حاضر خدمت
تھے۔ ناگاہ ایک شخص سیاہ پوش باہر سے آہستہ آہستہ آ کر آپ کے قدموں پر گر کر
زار وزار گریہ زاری کرنے لگ گیا۔ ہر چند اس کو دلاسہ دیتے وہ سر کو زمین سے نہ
اٹھاتا اسی طرح درد دل سے ماہی بے آب کی طرح بیتاب تھا۔ یہ کسی کو معلوم نہ تھا
کہ یہ کون شخص ہے۔ آخر جب بہت تسلی دلاسہ دیکر بٹھایا تو سب نے شناخت کیا
کہ یہ قاضی الٰہی بخش صاحب عمہ زادہ حضرت صاحبزادہ سرکار سید محمد سجادہ نشین
چکڑالی شریف کے ہیں یہ سن کر آنحضرت نے قاضی صاحب کو سینہ سے لگا کر
بہت دلاسہ دیا اور حال دریافت کیا لیکن قاضی صاحب بسبب شرم و حیا سرنگوں
خاموش تھے۔ خلوت میں علیحدہ آپ نے دوبارہ استفسار کیا اس وقت داستان درد
انگیز جو سر گذشت تھی عمدہ طرز سے آنحضرت کے روبرو اس طرح بیان کرنی
شروع کی۔

کرامت: فلاں آبادی میں جو کفش دوز آباد ہیں اس گھر میں ایک عورت
ہے جس کے حسن و جمال کو دیکھ کر میرا دل پہلو میں بے قرار ہو گیا۔ ہر چند میں
نے اپنی نظر کو بچایا اور صد بار لاحول کا ورد کیا۔ بعد غسل نوافل اور تلاوت قرآن
شریف کرتا رہا توبہ استغفار میں مشغول رہا۔ ہزار سعی کی گئی متعدد مزارات اہل اللہ
پر جا کر اس گرفتاری سے مخلصی کے واسطے استمداد کی لیکن روز بروز وہ درد اور وہ

عشق اور تصور اس کا دل پر زیادہ نقش ہوتا گیا۔ آخر کار لاچار ہو کر حضور میں حاضر ہوا۔ امید کہ جناب کی توجہ سے وہ خیال دل سے محو ہو جائے یا بصورت جواز شرعی کسی طرح وہ میرے دل زار کی تسکین کا باعث ہو خاکسار کی باطنی اور ظاہری وجاہت پر کوئی نقص عائد نہ ہو۔ حضرت کی شفقت سے مجھ کو دام بلا سے رہائی نصیب ہو۔

سپردم بتو مایۂ خویش را تو دانی حسابم کم و بیش را

دردمند دل کی داستان کو سن کر آنحضرت کا بحر کرم جوش میں آیا۔ دوبارہ قاضی صاحب کو سینہ مبارک سے لگا کر فرمایا قاضی صورت سے گزر کر اقلیم معانی کی سیر دیکھ تیرا مجاز حقیقت سے جلوہ گر ہوگا وہ محبوبہ تیری طلب میں بے قرار ہوگی بلکہ اس کے متعلقین تیری کفش برداری کریں گے اور تیرا دل ان سے بے پرواہ ہوگا۔ جس طرف تیرا گزر ہوگا سب خلقت تیری مطیع اور فرمانبردار ہوگی۔ خاص و عام تیری دعا سے برکات صوری و معنوی حاصل کریں گے جب یہ کلمات دعائیہ اس مرد خدا کی زبان مبارک سے نکلے اسی وقت ان کا اثر ظاہر ہوتا گیا۔ قاضی صاحب نے بیعت سرفرازی حاصل کی شب و روز ریاضت اور مجاہدہ کا شغل اختیار کیا نقش غیر دل سے مٹ گیا یاد حق میں مستغرق ہو گئے۔ آپ سے صدہا کرامات خرق عادات منقول ہیں۔ زمرہ ابدال میں شامل تھے صدہا مریدان نے قاضی سے فیوضات روحانی حاصل کیا۔ قاضی نظام الدین صاحب سپرنٹنڈنٹ محکمہ کمشنری قسمت راولپنڈی ایک مرتبہ قاضی صاحب کی زیارت کے واسطے آئے وہ وقت خاص تھا۔ آپ نے توجہ فرمائی ایک ہی نظر میں قاضی نظام الدین نے ملازمت سے استعفیٰ دیکر مال و اسباب سب خدا کی راہ میں لٹا دیا صرف ایک کمبل بدن پر لپیٹ کر درویشانہ صورت اختیار کی۔ تمام عمر ریاضت اور عبادت میں بسر کی اور کمالات روحانی سے بہرہ حاصل کیا ان کا مزار راولپنڈی میں مغرب کی طرف

زیارت گاہ ہے۔ الغرض قاضی الٰہی بخش صاحب حضرت بابا فیض بخش قدس سرہ سے فیوضات روحانی حاصل کر کے زمرہ ابدال میں شامل ہو گئے۔ تمام عمر زہد مجاہدہ آپ کا ترقی کرتا گیا اسی استقامت پر انتقال فرمایا۔ آنحضرت کی اولاد سے پوتا آپ کا مرزا سائیں صاحب بمقام چکڑالی شریف آباد ہیں۔

حضرت جناب میاں شمس الدین قدس سرہ ولی سجادہ نشین دربار غازی قلندر والد بزرگوار مؤلف کتاب نے بھی حضرت میاں فیض بخش قدس سرہٗ سے فیوضات باطنی کا بہرہ وافر حاصل کیا۔ ہمیشہ آنحضرت کی توجہ آپ کی طرف مبذول رہی بلحاظ منصب سجادگی دربار آپ کا ادب اور لحاظ فرمایا کرتے جب آپ کی زیارت کے واسطے مقام کُھیارہ تشریف لے جاتے آنحضرت بہت خوشی کا اظہار فرمایا کرتے۔ وقت رخصتؔ دور تک پیادہ پا چل کر ہمراہ آ کر وداع کرتے۔ ایک روز دلی شفقت اور جوش قلب سے حضرت قبلہ والد بزرگوار کے دونو بازو پکڑ کر بغداد شریف کی طرف رخ کر لیا اور بآواز بلند مکرر فرمایا اے والئے بغداد میاں شمس الدین فقیر کے دونوں بازوؤں کو پکڑ لو۔ یہ فرما کر حاضرین کے روبرو بیان کیا کہ اے زینت دہ دستار سجادگی خبردار رہو۔ تمہارے دونوں بازوں کو پیر بغداد قدس سرہ کے ہاتھ دیدیا گیا ہے۔ زہے قسمت اگر دوسرے بازو سے آنحضرت کے فرزندان سے مراد ہو ایک مرتبہ کمال شفقت اور دلی توجہ سے فرمایا۔ کہ ایک آرزو ہمارے دل میں عرصہ سے چلی آ رہی ہے۔ وہ اب تک ظہور میں نہیں آئی حاضرین نے جب دریافت کیا۔ فرمایا یہ تمنا ہے کہ ایک روز میاں شمس الدین صاحب سجادہ نشین دربار بڑی شان وشکوہ سے چند سواران کو ہمراہ لے کر آئے ہمارا اسباب مال ومویشی غارت کر کے ہم کو مجرموں کی صورت پابند کر کے لے جائے لیکن یہ خواہش تاہنوز بر نہ آئی۔

<u>کرامت:</u> آپ کے مویشی میں ایک مادہ گائے نہایت اعلیٰ قسم شیر دار تھی

وہ اتفاقیہ گم ہوگئی ملازمان نے تلاش کیا۔ لیکن پتہ نہ چلا حسب معمول آپ دربار شریف کھڑی سلام کو تشریف لائے۔ راستہ میں موضع لہڑی چھباں میں مسمی شرف الدین آہنگر جو آنحضرت کا محب صادق تھا اس کے گھر میں شب باشی اختیار فرمائی بوقت شب بحالت خواب غازی قلندر نے بہ تبسم فرمایا صبح جلد آ کر اپنی گاؤ میش کو پکڑ لو۔ تمہارا انتظار ہے آنحضرت نے خواب سے بیدار ہوکر اس وقت اپنا خواب ہمراہیوں سے بیان فرمایا اور لہڑی سے چل کر دربار شریف جب آ کر دیکھا تو مزار مقدس غازی قلندر کے قریب زیر درخت پیپل گاؤ میش کھڑی ہے آپ نے گاؤ کو آدمی کے سپرد کیا اور حضرت پیر کی توجہ کا شکرانہ ادا کیا۔

کرامت: ایک روز سفر سے واپس تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا۔ اس نے عرض کیا کہ بکریوں کو مرض بوہڈی سے بہت نقصان پہنچا ہے دعا فرمائیں کہ خدا اس بلا سے نجات فرمائے۔ فرمایا ایک بکری ہم کو دے دو اس نے اسی وقت بکری لا کر نذر خادمان آنحضرت کر دی لیکر آپ چلدئے ایک خادم نے عرض کیا یہ بکری بوہڈی یعنی سالخوردہ ہے فرمایا اس کو چھوڑ دو اور واپس کر دو اور فرمایا بوہڈی ایک مرض کا نام ہے۔ بوہڈی گئی۔ بوہڈی گئی اس روز سے بکریوں کو مرض بوہڈی سے نجات حاصل ہوئی اور بکری بھی آنحضرت نے واپس کر دی۔

ایک روز بمقام کھدیارہ شریف جانماز پر بیٹھے تھے ناگاہ اٹھ کر مستانہ وار بآواز بلند نعرہ مارا اور فرمایا خبردار میں تیری امداد کو پہنچا۔ یہ فرما کر اسی جگہ نشست فرمائی۔ حاضرین حیرت زدہ رہ گئے کہ یہ کیا اسرار ہے تیسرے روز معلوم ہوا کہ ایک آدمی گزر پل پر دریا میں کشتی سے گر گیا اس کا ایک برادر کلاں فیض بخش نام کنارہ دریا پر تھا اس نے اس کو پکارا کہ برادر فیض بخش میری امداد کر۔ مجھ کو دریا میں غرق ہونے سے بچالے، آنحضرت نے اس کے بھائی کو جو آپ کا ہم نام

تھا۔ اس کی امداد سے قاصر پا کر بوجہ شرم وحمیت ہمنامی کے روحانی توجہ سے اس کو ہولناک تلاطم سے خلاصی بخشی۔ ازمؤلف

شرم ہمنامی بود مر مرد را گرد زاں بر دوش مالد گرد را

اکثر دربار شریف کھڑی زیارت غازی قلندر پر آپ کی آمدورفت برابر رہتی ایک مرتبہ جب تشریف لائے تو گروہ فقرا آپ کے ہمراہ تھا۔ بعد فاتحہ سلام و نیاز موضع بھاگ نگر حضرت حافظ غلام مصطفےٰ کی زیارت کی طرف رخ کیا۔ راستہ میں موضع سموال میں حضرت جناب حافظ غلام محمود ولی کی ملاقات کے واسطے تشریف لے گئے۔ رات کا وقت تھا۔ آنحضرت کے ہمراہیوں سے چند آدمی خوش الحان جو اشعار درد انگیز پڑھتے جس سے سامعین وجد میں آجاتے قریب آبادی سموال کے جب اسی طرح گزر ہوا حضرت حافظ صاحب جو علاوہ عالم فاضل ہونے کے نہایت پابند سنت نبویؐ علیہ السلام تھے۔ آپ نے ایک آدمی کو بھیج کر دریافت فرمایا یہ کیسا مجمع ہے ان کو اس حرکت سے منع کیا جائے۔ کہ آبادی میں ایسے ابیات اشعار عاشقانہ کا ترانہ زیبا نہیں ہے اگر شوق ہو تو آبادی سے دور ایسی تفریح کر سکتے ہیں۔ یہ پیغام سنکر آنحضرت ملول خاطر ہو کر اسی وقت بھاگ نگر کی طرف روانہ ہوئے فرمایا ہم نے حافظ صاحب کو مرد صاحب حال خیال کیا تھا۔ نہ صرف عالم قیل و قال۔ جب حافظ صاحب کو آنحضرت کا حال معلوم ہوا اسی وقت آپ کا تعاقب کیا دور تک پیچھے جا کر نہایت ادب اور احترام سے ملاقات کی اور انکساری سے معذرت کر کے واپس ہمراہ لانے کے واسطے التجا کی۔ آنحضرت نے بھی نہایت شفقت سے خوشنودی کا اظہار کیا اور سموال واپس تشریف نہ لا سکے۔ بعد واپسی مقام سکھ چین پور صاحبزادہ نور علی جو مست مجذوب صاحب حال ولی اور اولاد حضرت نوشہ حاجی گنج بخش سجادہ نشین نوشہرہ سے ملاقات کی۔ باوجود مجذوب الحالی کے صاحبزادہ نور علی آنحضرت کی تعظیم کے واسطے قیامگاہ سے اٹھے

اور ادب سے دوزانوں بیٹھ کر فرمایا۔ آپ شتر مست وار ہیں آپ کے دوش پر حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سوار ہیں۔ بمقام موضع پنڈ پنیاواں ایک بڑے ولی ولی کامل اکمل کی قیام گاہ تھی۔ صدہا کرامات کا ان کے وجود سے نشان ظاہر ہوا۔ عابد، زاہد، عاشق ربانی تھے۔ آنحضرت کا اس طرف گزر ہوا دیکھ کر وہ ولی آپ کی تعظیم کو اٹھے اور نہایت شوق سے ملاقات کی اور فرمایا تو وہی نیلگوں اسپ کا سوار ہے جو حضرت جناب غوث الاعظم پیر بغداد کے ہمراہی سواران میں شامل ہے۔ میں آپ سے مل کر بہت دلشاد ہوگیا ہوں۔ باہم ملاقات کے بعد جب رخصت ہوکر راستہ میں تشریف لائے ہمراہیوں سے فرمایا ایسے بزرگ با خدا میری نسبت بہ شہادت دیتے ہیں اور مجھ کو ان واقعات کی خبر نہیں۔ ایک مرتبہ حضرت میاں امام بخش ولی ساکن نباہ کامل اور شاعر اشہر تھے آنحضرت کی ملاقات کے واسطے بمقام کھیارہ شریف تشریف لائے آنحضرت نے بھی گرمجوشی سے آپ کا استقبال کیا قیامگاہ پر لاکر بٹھایا اور مجلس میں نعت خوانی شروع کی گئی ہر دو صاحبان پر درد دل غالب تھا۔ حالت رقص سے وجد پیدا ہوگیا۔ آنسو آنکھوں سے جاری تھے بعد افاقہ حضرت میاں امام بخش صاحب نے سوال کیا۔ بروز قیامت ہر ایک شخص بحکم آیہ کریمہ یوم ندعوا کل اناس بامامھم اپنے پیشوا کے نام سے پکارا جائے گا۔ ہر ایک نبی اور ولی کا نشان ہوگا۔ آپ حضرت جناب غوث اعظم پیر بغداد کے علم کا نشان بتادیں۔ جس کو اس وقت ہجوم خلائق میں شناخت کرسکوں۔ یہ تقریر سن کر آنحضرت نے ایک ساعت تامل کے بعد فرمایا وہ لوائے قادری برنگ سبز بڑی شان سے بلندی پر لہراتا ہوا آپ اور ہم دور سے دیکھ کر دوڑیں گے۔ میرا اور تمہارا اسی نشان کے زیر سایہ اتفاق ملاقات ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

کرامت: راجہ نوازش علی خاں قوم چھب قلعہ منگل میں حکمران تھا۔ نوجوان بڑا مغرور اور سرکش تھا۔ میر پور شہر کی ایک طوائف کے ساتھ اس کا

دوستانہ تعلق تھا۔ اس کو برخلاف مرضی اس کے متعلقین کے معہ زیورات وغیرہ ہمراہ لے جا کر اپنے گھر میں رکھ لیا۔ آنحضرت موضع کھنیارہ سے جب چل کر براستہ میرپور دربار شریف کھڑی آ رہے تھے۔ میرپور میں جب قیام فرمایا گروہ طوائفاں اور میراسیوں نے روبرو آنحضرت کے حاضر ہو کر مجلس رقص اور سرود کا رنگ جمایا جس سے آنحضرت نے مسرور ہو کر ان کو نقدی انعام دینے کا ارشاد فرمایا۔ اس وقت تمام مغنیان نے یکزبان ہو کر فریاد کی اور نقدی انعام لینے سے انکار کیا اور عرض کیا کہ ہماری خانہ آبادی اسی کے وجود سے باقی تھی جس کو راجہ نوازش علی خان نے زبردستی معہ مال و اسباب حبس میں رکھا ہوا ہے صرف حضرت کی سفارش سے اس کو رہائی نصیب ہو سکتی ہے فرمایا ایسے معاملات میں دخل شان فقرا کے خلاف ہے علاوہ اس کے اور جو حاجت ہو بیان کرو۔ فقیر بقدر استطاعت تم کو انعام دینا چاہتا ہے۔ ہرچند آنحضرت نے اس گروہ بدکردار کو یہ جواب دیا۔ لیکن وہ اپنے اسی مطلب کے واسطے اصرار کرتے رہے اور زمین پر گر کر زار و قطار روتے چلاتے۔ خدا کا نام لے لے کر آنحضرت کو رحم دلاتے۔ بار بار یقین دلاتے کہ راجہ نے زبردستی اس کو حبس میں رکھا ہوا ہے آپ کی سفارش سے ایک ناحق محبوس کو بند سے خلاصی مل سکتی ہے۔ ان کی زاری اور فریاد کو سنکر دل میں رحم آ گیا۔ اسی وقت بسواری اسپ قلعہ منگل کی طرف رخ کیا وہاں پہنچ کر راجہ کو طلب فرمایا۔ راجہ آپ کی تشریف آوری کی اطلاع پا کر نہایت ادب سے حاضر ہوا۔ آنحضرت کی خاطر مدارات کا انتظام کرنے لگ گیا۔ آپ نے فرمایا جس مطلب کے واسطے فقیر تمہارے پاس آیا ہے وہ سن لو اور کام پیچھے دیکھا جائے گا۔ راجہ متوجہ ہو کر روبرو آ کر بیٹھ گیا اس وقت آپ نے فرمایا وہ عورت طائفہ جس کو تم نے گھر میں بند رکھا ہے ہمارے روبرو لا کر اس کے رشتہ داروں کے حوالہ کر دو۔ بس یہی مطلب ہے جس کے واسطے یہ فقیر یہاں آیا ہے۔ راجہ نے جواب دیا وہ

عورت اگرچہ بازاری تھی۔ لیکن اب وہ بموجب احکام شرعی میری منکوحہ ہوکر حرم سرائے میں داخل ہے۔ آپ بزرگ ولی اللہ ہیں یہ آپ کا ارشاد خلاف شرع اسلام واجب الاطاعت کیسے ہوسکتا ہے اگر کوئی شخص آپ سے ایسا سوال کرے تو آپ اس کو کب گوارا فرما سکتے ہیں۔ راجہ کی زبان سے یہ گستاخانہ جواب سن کر اس مرد خدا کی برق تیغ قیام سے نکل پڑی غضب سے اٹھ کر فرمایا۔ راجہ گوش ہوش سے سن رکھ ایک ہفتہ کے اندر تیری بائیں طرف پستان پر گولی بندوق لگی اور تو اس کی ضرب سے ہلاک ہوا تو سمجھ لینا کہ یہ فیض بخش کی ضرب کا وار ہے۔ اگر سوائے اس کے کوئی اور صورت ہو تو اس میں فقیر کا دخل نہ ہوگا۔ بس یہ غضب آلود فرمان ایک مجمع کثیر میں فرما کر جب سواری کے قریب آئے وہ عورت طوائفہ جو پس پردہ یہ سوال و جواب سن چکی تھی۔ بے اختیار اندر سے باہر نکل کر آنحضرت کے قدموں پر گر گئی اور عرض کیا یا حضرت میرا کیا حال ہوگا۔ فرمایا تو پردہ میں ہمیشہ مستورہ رہو۔ اس واقعہ کے بعد اسی وقت آنحضرت وہاں سے رخصت ہوگئے ہر چند مردمان آبادی نے خاطر مدارات کے واسطے التجا کی آپ نے وہاں کسی کا پانی تک بھی نوش نہ فرمایا جب پانچ بقولے دوسرے روز موضع ہڑگذار سے سواران دلاوران گکھڑان اسکندر رال دیہات میں غارت گری کرتے ہوئے منگل کی طرف آئے۔ راجہ نوازش علی خان اپنے ماتحت سپاہ کو لے کر حفاظت کے واسطے آبادی سے باہر نکلا دلاوران گکھڑ جب مقابل میں آگئے ہر دو جانب سے خفیف سی لڑائی کا ہنگامہ برپا ہوا۔ ناگاہ ایک ضرب گولی بندوق نوازش علی کے اسی پستان چپ پر لگی جس سے زمین پر تڑپ کر مر گیا۔ اس حیرت انگیز اور پر ہیبت کرامت کا نشان دیکھ کر منکرین کرامت نے بھی آمنا وصدقنا پکارا۔ بعد وفات راجہ نوازش علی کے اس عورت کو ایک شریف سید زادہ نے اپنے حرم سرائے میں بعد عقد نکاح داخل کر لیا تمام عمر اس کی عزت اور احترام سے گزر گئی۔

گروہ طوائفان مکار نے آنحضرت سے واقعہ نکاح شرعی کو ظاہر نہ کیا تھا۔ اگر آپ کو اس کے نکاح کا حال معلوم ہو جاتا تو ہرگز ایسی سفارش پر راضی نہ ہوتے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ شیخ

گہے برطارم اعلیٰ نشینیم گہے بر پشت پائے خود نہ بینیم

کرامت: مرزا محمد خان نام علاقہ چوکھ ایک بڑا ذی اثر رئیس تھا۔ فن سپہ گری اور بہادری میں نام آور نہایت متکبر مغرور اور بیباک تھا۔ آنحضرت ایک روز درکالی شریف سے واپس کہنیارہ کی طرف آتے ہوئے گزر پل سے بغرض عبور دریائے کشتی میں سوار ہوئے اور راہگذر بھی ہمراہ سوار تھے مرزا محمد خان بھی اسی کشتی میں موجود تھا۔ بسا اوقات ایسا اتفاق ہوتا کہ ناگہاں بے اختیار بآواز بلند آنحضرت کی زبان سے ذکر اسم ذات شروع ہو جاتا اور مستانہ انداز سے سرجنباتی کیا کرتے اس وقت کشتی میں بھی یہی صورت پیش آئی۔ مرزا محمد خان جاہل اور فقرا کے حال سے محض بے خبر تھا آنحضرت کو مخاطب کیا اور کہا کہ یہ کیسا انداز بزرگی ہے۔ آرام سے کشتی میں بیٹھ ورنہ اپنی تلوار سے تمہارا سرتن سے جدا کر دوں گا' یا پکڑ کر دریا میں گرا دونگا۔ اس کی بے ادبانہ اور گستاخانہ بات سن کر اس شاہسوار میدان ولایت کی رگ حمیت اور غیرت نے حرکت کی غضب سے فرمایا تیری تلوار کا سرد آہن ابھی آہن گر کی دکان پر ہی رکھا رہیگا۔ اس سے بھی پیش دستی کر کے میری تلوار برقی آثار تیری خرمن ہستی کو جلا دیگی۔ یہ فرمانا تھا کہ کشتی کنارہ دریا پر پہنچ گئی۔ مسافروں نے اتر کر اپنی اپنی راہ لی۔ ہر ایک کے دل میں اس فرمان کے نتیجہ کا انتظار تھا آنحضرت بھی بخیر و عافیت کہنیارہ شریف تشریف لے آئے مرزا محمد خان کو گھر میں آتے ہی تھوڑا تھوڑا درد شکم پیدا ہو گیا۔ رفتہ رفتہ زور پکڑتا گیا۔ علاج معالجہ کے واسطے متعلقین نے تگ و دو کیا۔ کوئی علاج کارگر نہ ہوتا۔ اس وقت اس نے بے اختیار پکارا کہ یہ میاں صاحب کہنیارہ کی تیغ زبان کا

کاری زخم ہے۔ اس کی مرہم اسی ہاتھ سے ممکن ہے۔ بجز توجہ اور خوشنودی آنحضرت کے کوئی اور حیلہ کارگر نہ ہوگا۔ متعلقین نے اسی وقت مرزا محمد کو چارپائی پر اٹھوا کر کہنیارہ شریف لاکر آنحضرت کے پیش کیا اور نہایت زاری اور عجز سے معافی کی خواستگاری کی اور مرزا بھی درد سے ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔ اور بار بار عفو تقصیر کے واسطے اظہار ندامت کرتا۔ آنحضرت کی طبیعت میں رحم غالب تھا۔ بعد توجہ اور مراقبہ ارشاد فرمایا یہ تیر کاری لگ چکا ہے اب اس سے جانبری محال ہے لیکن جناب باری میں مناجات کی گئی ہے دنیا سے سلامتی ایمان سے سفر کرے گا۔

کرامت: عہد سکھاں میں ایک داروغہ اسپاں ملازم راجگان قوم گکھڑ آبادی موضع کہنیارہ کی طرف آیا زبردستی اطراف سے لوگوں کی ملکیت زمین سے فصل کاشت شدہ کاٹ کر گھوڑوں کو چراتا آنحضرت کی زمین سے بھی فصل کاٹنا جب شروع کیا محافظ مزارع نے کہا کہ یہ فصل اور زمین مزروعہ ملکیت حضرت میاں صاحب کی ہے اس نے جواب دیا کہ میاں صاحب کو عوض خوید کا ہم دانہ غلہ ادا کر دیں گے مزارع نے جب روبرو آنحضرت کے یہ ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا بلکہ ہماری خوید گھوڑوں کو کھا جائے گی۔ اس وقت ایک حجام آپ کی حجامت بنا رہا تھا۔ اس نے عرض کیا میں بھی وہاں ان لوگوں کی حجامت بنا رہا تھا۔ ان سے چارہ طلب کیا گھر میں لاکر اپنی گھوڑی کو کھلایا ہے۔ میرا قصور معاف فرمایا جائے۔ حجام کی بات کو سنکر فرمایا تجھ کو اس سے بہتر گھوڑی دستیاب ہوگی۔ لیکن جس نے ہماری خوید کو کھایا ہے وہ جان سلامت نہ لے جائے گا سبحان اللہ جو کچھ اس مقبول بارگاہ ربانی کی زبان سے نکلا وہی ہو کر رہا چند روز کے اندر اسپاں ان کے یکسر ہلاک ہوگئے اور حجام کی گھوڑی بھی جانبر نہ ہوسکی۔ سرداران راجگان نے حاضر ہو کر نہایت عاجزی سے معافی طلب کی اور شکرانہ عوضانہ ارادت سے پیش

کیا۔ اس کرامت کا شہرہ دور دور اطراف میں پہنچ گیا تھا۔ اعلیٰ ادنیٰ انسان معتقد ہوکر آنحضرت کا مطیع خادم فرمانبردار ہو گیا۔ فقط

سکھوں کے عہد میں ملازمان فوج نہایت بے باک اور غارت گر تھے ایک سکھ سوار موضع کہنیارہ شریف کی حدود میں جا رہا تھا۔ آبادی کے قریب ایک چرواہا بکریاں چراتا تھا اس سے زبردستی سپاہی ایک بزغالہ پکڑ کر زین اسپ کے آگے رکھ کر لے چلا۔ عیالی نے پکار کر کہا کہ یہ بزغالہ حضرت میاں صاحب کی ملکیت ہے اس نے چرواہے کی بات کو غلط سمجھا بے پرواہ چلدیا۔ چرواہے نے دوڑ کر آنحضرت کی خدمت میں اطلاع دی۔ آپ نے مسجد سے اٹھ کر سپاہی کو آواز دیکر فرمایا خبردار تیرے گھوڑے سے میرا گھوڑا تیز رو اور تند تر ہے۔ دیکھ ابھی تجھ کو پکڑتا ہے۔ یہ کلام ختم نہ ہو چکا تھا کہ گھوڑا سرپٹ زمین پر گرا۔ ساتھ ہی سوار کے ہڈی ران بھی ٹوٹ گئی چنانچہ بزغالہ بھی واپس آ گیا اور سوار شکستہ پا گریاں نالاں استغفار کرتا اور عفو تقصیر کا خواستگار رہا۔

کرامت: عرصہ دراز تک اطراف کے شہر اور دیہات میں مزارات اور مقامات متبرکہ کی زیارت کے واسطے سیاحی کرتے رہے۔ دوران سفر میں ایک خادم ہمراہ رہتا علاقہ دہن میں شام کے وقت ایک موضع میں گزر ہوا۔ جہاں کوئی آپ کا واقف نہ تھا۔ مسجد میں نماز ادا کی ایک ساعت کے بعد ایک آدمی آیا اور چند پارہ نان جو مختلف گھروں سے گداگری کر کے لایا تھا آگے رکھے آنحضرت نے دیکھ کر فرمایا یہ اٹھا کر لے جا میں پارہ دوز اور لقمہ اندوز فقیر نہیں ہوں بلکہ میں فقیر صاحب تاج و دستار ہوں۔ خوش پوش اور خوش نوش۔ یہ سن کر اس شخص نے جواب دیا اگر آپ ایسے اہل کرامت ہیں تو آج چند روز گزر چکے ہیں میرے ایک قیمتی شیردار گاؤمیش گم ہوگئی ہے اس کی تلاش میں ہر طرف تگ و دو کیا گیا۔ کچھ سراغ نہ پایا اگر وہ گاؤمیش مجھ کو دستیاب ہو جائے تو آپ کی خدمت میں سر

موفرق نہ کروں گا ورنہ دعویٰ بے دلیل آسان تر ہے۔ فرمایا تیری گاؤمیش کا کیا
نام تھا اس نے اس کا نام بتایا آنحضرت نے صحن مسجد میں کھڑے ہو کر اسی نام
سے گاؤمیش کو پکارنا شروع کیا۔ ایک آواز سے جب چہارم آواز کی نوبت آئی تو
گاؤمیش بولتی اور دوڑتی ہوئی رسن درگلو آنحضرت کے روبرو آکر کھڑی ہوگئی۔
آبادی میں اس کرامت کا چرچا اٹھا لوگ جمع ہوگئے بعد نماز مغرب نصف شب کو
لوگوں سے بے خبر وہاں سے نکل کر راہ سفر اختیار کیا۔ فقط

کرامت: خوبصورت اور حسین انسان کی طرف طبیعت میں رغبت تھی۔
جہاں کسی مرد و زن کے حسن کا چرچا ہوتا اس کو دیکھنے کی خواہش ہوتی۔ ایک مرتبہ
ایک راجہ قوم مہنگرل جو علاقہ سائنلہ کا حکمران تھا اس کی زوجہ کے حسن و جمال کی
عام شہرت تھی۔ آنحضرت نے بھی جب یہ چرچا سنا اس قریہ میں تشریف لے گئے
وہاں کے لوگوں نے آپ کی آمد کی خبر پا کر سلام و زیارت کے واسطے حاضر ہونا
شروع کیا۔ زن و مرد نذرانہ لے کر حاضر خدمت ہوتے طلب دعا اور استمداد
کرتے اس علاقہ کے لوگ آنحضرت کے حالات اور کرامات کے معتقد تھے۔
سب مردمان نے بہرہ زیارت حاصل کیا۔ لیکن آنحضرت کو تشریف آوری کا اصلی
مقصود مدنظر تھا۔ بعد انتظار خادم سے فرمایا کیا اس بی بی کو اب تک یہ خبر نہیں کہ فقیر
اس جگہ آیا ہے پھر خود ہی فرمایا ضرور خبر ہوگی۔ ایک ساعت کے بعد وہ بی بی برقع
لے کر ایک خادمہ کے ہمراہ سلام کے واسطے حاضر آئی۔ نذر و نیاز پیشکش کیا اور
طلب دعا بھی کی لیکن چہرہ سے برقع نہ اٹھایا جیسا کہ خاندان شرفا کی مستورات کا
دستور ہے لیکن یہ مرد قلندر جس کی تیز بین نگاہ حسن ظاہری سے گزر کر جمال معانی
کو دیکھنے والی تھی اس کے حجاب سے ملول خاطر اٹھ کر فرمایا یہاں سے چلو۔ اگر
اس بی بی کا چہرہ قابل دید ہوتا نظر آجاتا اسی وقت آبادی سے باہر آکر ایک جگہ
قیام فرمایا بی بی کو گھر تک پہنچتے ہی چہرہ پر ورم شروع ہوگیا ایک دو ساعت میں تمام

چہرہ ورم سے بدنما ہو گیا جو دیکھتا اس کو شناخت نہ کرتا اس نے اپنے شوہر راجہ سے مفصل آنحضرت کا تذکرہ کیا راجہ خود بی بی کو ہمراہ لے کر حاضر ہوا اور معافی طلب کی آنحضرت نے شفقت سے دم کیا اس کا ورم اتر گیا۔ چہرہ بدستور ہو کر حسن دوبالا ہو گیا۔ بہت روز تک راجہ نے آپ کو وہاں مہمان رکھا۔ معہ زن و فرزند ارادت سے حق خدمت بجالاتے رہے۔

صنمارہ قلندر سزاوار بمن نمائی کہ دراز و دور دیدم رہ و رسم پارسائی

کرامت: موضع جھنگڑ متصل لہڑی ایک عورت حسن و جمال میں شہرہ آفاق تھی اس مقام پر آنحضرت کا گزر ہوا۔ اتفاقیہ وہی عورت آپ کے روبرو آ گئی لیکن شرم سے چہرہ کو چھپالیا۔ آپ نے فرمایا اور لوگوں سے بے پردہ اور فقیر سے پردہ یہ کیسی طرز ہے۔ عورت نے عرض کیا میں بے اولاد ہوں۔ اگر آپ دعا کریں خدا مجھ کو فرزند عطا کرے گا۔ تو پردہ چہرہ سے اٹھا دوں گی۔ فرمایا خداوند تجھ کو بجائے ایک کے دو فرزند نرینہ عطا کرے گا۔ ہر دو برادران کے نام ہکو، بکو ہوں گے۔ چند مدت بعد دونوں فرزند اس کے بطن سے پیدا ہو کر جوان صاحب اولاد ہو گئے۔ مؤلف کتاب نے ان میں سے ایک کو خوشحال صاحب مال و منال بچشم خود دیکھا تھا۔

ایک روز حضرت جناب پیر بدوح شاہ صاحب کی ملاقات کے واسطے بمقام پلیر شریف تشریف لائے دونوں صاحب باہم پیر بھائی تھے۔ اس روز ایک مجمع کثیر فقرا آپ کے ہمراہ تھا۔ جو بآواز بلند شعر و اشعار بیت دوہڑہ سناتے جاتے جب حضرت بدوح شاہ صاحب کی خدمت میں اسی انداز سے حاضر ہوئے۔ آنحضرت نے جوش سے فرمایا اس اژدھام اور ہاؤ ہو کا بار گراں قیامت کو کس کی گردن پر ہو گا۔ بار شتر کو گدھا کب اٹھا سکتا ہے۔ آنحضرت نے جب انکساری کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا کہ یہ بار گراں آپ جیسے بھائی کی دستگیری

کے حوصلہ پر اٹھایا ہے۔ اگر اس مشکل وقت میں مسکین برادر کی امداد نہ کرو گے تو آپ کی قوت باطنی سے مجھ کو کیا فائدہ۔ یہ نیاز آمیز اتحادی کلمات عذر سن کر کمال شفقت سے فرمایا انشاء اللہ میری دستگیری وقت بروقت تیرے کام آئے گی۔

ادب: سید امام علی شاہ صاحب جو حضرت میاں فیض بخش صاحب کے مرید تھے۔ ایک چوبدستی سر بخم آنحضرت کی سید صاحب کے ہاتھ میں تھی ایک روز وہ سید صاحب حضرت جناب بابا بدوح شاہ صاحب کی معیت میں کسی طرف جا رہے تھے۔ ایک جگہ جا کر قیام فرمایا سید صاحب نے وہ چوبدستی پیر طریقت کے ہاتھ کی لاپرواہی سے زمین پر رکھ دی ایک اور ہمراہی نے ٹھوکر پا سے اس کو حرکت دی حضرت بابا بدوح شاہ صاحب کو بھی یہ معلوم تھا کہ یہ چوبدستی میاں صاحب کے ہاتھ کی ہے۔ دیکھ کر بطور عتاب سید صاحب کو خطاب کر کے فرمایا اگر تمہارے دل میں اس چوبدستی کا یہی مرتبہ اور قدر ہے تو اس کے مالک کو واپس کر دو۔ تم نہیں سمجھ سکتے ہو یہ کس مرد کے ہاتھ کا نشان ہے ترک ادب محرومی کی علامت ہے کوئی بے ادب روحانی برکات سے حصہ نہیں لے سکتا۔ ادب خزینہ مراد کی کلید ہے۔

قطعہ از مؤلف

گر بچشم من بہ بینی روئے ایں چوبی نجم　　میلِ کحل دیدہ دل کردہ باشی دم بدم
آں عصائے موسوی در دید عاماں بود چوب　　نزد خاصاں اژدہائے جاں ربائے صورتم

ایک روز حضرت جناب پیر سائیں غلام محمد قدس سرہ پیر مولف کتاب نے عرض کیا ہمارا حصہ فیض روحانی تاہنوز آپ نے بخشش نہیں کیا۔ دیگر آستانوں سے جو بہرہ مقدر تھا حاصل کیا گیا آپ کا در فیض بہت کشادہ ہے۔ اور یہ فقیر تاہنوز منتظر۔ یہ عرضداشت سنکر نہایت شفقت سے اٹھ کر آنحضت کو سینہ سے لگایا اور ارشاد فرمایا جو کچھ تم کو اپنے پیشوا حضرت بدوح شاہ صاحب قدس سرہ سے ملا

ہے اس کے مساوی حصہ یہ فقیر بھی تم کو جناب الٰہی سے دلواتا ہے اور کسی آستانہ کی تم کو حاجت نہ ہوگی۔ بمجرد اس فرمان کے حضرت پیر کی روحانی منزلت نے کمالیت حاصل کی۔

از مؤلف

سخن مقبلاں بود مقبول   حرکتِ نازنین سرا سر ناز

خاصہ آنکہ از سر اخلاص   شد کلید در خزینہ راز

چوں صبا گرچہ سرد بنماید

گرمیش غنچہ را کند سرباز

حضرت میاں رضا قلی قدس سرہ' جن کے کمالات روحانی اور کشف و کرامات کا اطراف عالم میں شہرہ تھا وہ بھی آنحضرت کے حلقہ مریدان میں داخل تھے جب حضرت پیر نے دار فانی سے رحلت فرمائی جناب میاں رضا قلی قدس سرہ کے دل کو پیر کی مفارقت کا سخت صدمہ پہنچا غم سے بیتاب ہوگئے ہر وقت چشم پرنم رہتی۔ اسی درد کے صدمہ سے انتقال فرمایا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

فراق یار نہ آں میکند کہ بتواں گفت

حضرت فقیر محمد قدس سرہ ساکن موضع سہنڈل متعلقہ کٹھاڑ علاقہ جموں آنحضرت کے فدائی مرید تھے۔ آپ کو آغاز شباب سے دل میں شوق الٰہی پیدا ہوگیا دور دراز اطراف میں جس کسی اہل دل مرد کی خبر سنتے وہاں ہی چلے جاتے لیکن کسی سے تسکین خاطر نہ ہوتی۔ آخر جب آنحضرت کے آستان پر حاضر آئے چہرہ مبارک کو دیکھتے ہی ذوق دلی پیدا ہوگیا۔ رقت قلبی سے بے اختیار قدموں پر گر گئے۔ آنحضرت نے شفقت سے آپ کا سر اٹھا کر چھاتی سے لگایا اور توجہ فرمائی چند روز خدمت میں رکھا۔ بعد اس کے بیعت سے سرفرازی بخش کر

فیوضات روحانی کا بہرہ وافر عنایت فرمایا اور شغل ریاضت کا طریق بتایا۔ بموجب ارشاد مرشد اپنی کمر ہمت کو چست کر لیا۔ زہد و عبادت میں شب و روز مصروف رہ کر ایسا مجاہدہ کیا جس سے صفائی قلب حاصل ہوگئی۔ دل پر درد غالب تھا۔ اکثر خاموش رہتے۔ بے ضرورت کلام نہ کیا کرتے۔ مؤلف کتاب سے آپ کو بہت الفت تھی۔ باوجود پیرانہ سالی ہمیشہ ملاقات کے واسطے قدم رنجہ فرمایا کرتے بارہا زیارات مقامات متبرکہ اور ملاقات مردان خدان میں مؤلف کے ہم سفر رہے۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ احمد ولی کی ملاقات کے واسطے سفر کشمیر میں ہمراہی اختیار فرمائی اور حضرت سید پیر مدد علی شاہ صاحب سجادہ نشین حجرہ شریف کی زیارت کے وقت بھی مؤلف کے ہمراہ رہے۔ علاقہ پوٹھوار سید معظم شاہ صاحب مجذوب مست اور حضرت میاں فضل صاحب کی ملاقات کے موقعہ پر بھی ہمراہ تھے۔ علاوہ اس کے اور سفروں میں ہم جلیس اور ہم صحبت رہے۔ ہر طرح مؤلف کی خاطر اور ناز برداری کیا کرتے خداوند تعالیٰ جزائے خیر بخشے چند روز بعارضہ بخار علیل رہ کر ۱۲۹۵ھ دار فانی سے رحلت فرمائی۔

آپ کا مزار موضع سہنڈل متعلقہ کٹھار علاقہ ریاست جموں میں زیارت گاہ ہے۔ انا للہ وناالیہ راجعون

سید امام علی شاہ صاحب کو بھی آنحضرت سے تعلق تھا۔ شاہ صاحب باکمال صاحب وجد اور حال صوفی تھے۔ آپ کا زہد انتہائی حد تک تھا عبادت الٰہی اور ہمدردی مخلوق آپ کا طریق عمل رہا۔ تمام عمر اعمال صالح میں بسر کی آخر ۷۶ سال کی عمر میں ۱۲۹۷ھ میں انتقال فرمایا۔

از مؤلف

عاشقان ازیکد گر بالا تراند پروران بر قوت خود بر براند

شکر شہپر میکند شکرہ ادا حملہ ہائے بازشاہ باشد جدا
نے زمن از معنوی رمزے نجواں طاعت عاماں گناہ خاصگاں
فہم باید در سخنہا اے حکیم خضر را دانی سخنہا باکلیم
رابعہ را باحسن ہم گفتگو است
گرچہ جان جا بنین اسرار جو است

حضرت میاں مہر بخش آنخضرت کے خادم اور عزیز مقرب مرید تھے۔ آنخضرت کی ان کی طرف خاص نظر عنایت تھی۔ حضرت پیر کی خدمت میں سرگرم رہتے آپ کے مویشی کی خبرگیری کا ذمہ لیا ہوا تھا۔ حضرت پیر کی وفات کے بعد بسبب نا اتفاقی حضرت سید نور شاہ صاحب جو مرید اور داماد آنخضرت کے تھے۔ کھنیارہ سے تشریف لے گئے اور موضع بہر علاقہ پوٹھوار میں سکونت اختیار فرمائی۔ صاحب یمن مرد تھے۔ ہر سال کھنیارہ شریف مرقد مبارک پر حاضر ہو کر حضرت پیر کا عرس کیا کرتے۔ ایک مرتبہ جب کنارہ دریا پر آئے دور سے دیکھا کہ ملاح کشتی کو لیجانے پر تیار ہے۔ آواز دے کر فرمایا ذرہ ٹھہر جا فقیر بھی کشتی میں سوار ہوتا ہے۔ ملاح نے جیسا کہ ان کی عادت ہے کچھ پرواہ نہ کیا اور کشتی چلا دی اس وقت جوش قلب سے فرمایا۔ بگا شیر کشتی پھیر۔ یہ فرمانا تھا کہ کشتی نے قدرت الٰہی سے اپنی رفتار بدل لی۔ ہر چند ملاح نے ہاتھ پاؤں مارے لیکن کشتی بزور باطن کنارہ دریا پر میاں صاحب کے قریب آ کر لگی ملاح نے ندامت سے معافی طلب کی اور قدموسی ہوا۔ جس قدر لوگ کشتی میں سوار تھے۔ ہر ایک پر اس کرامت کا بہت اثر پیدا ہوا۔

نا خدا در کشتی ماگر نباشد گو مباش ماخدا داریم مارا ناخدا درکار نیست

آخر ۱۲۹۰ھ میں انتقال کیا۔ مزار آپکا موضع بہر میں زیارتگاہ اہل حاجات ہے ایک مرد کامل اکمل کے ذکر کے درمیان کسی نے سوال کیا کہ وقت

نزع حالت خاموشی میں انتقال فرمایا۔ کلمہ طیب زبان سے نہ نکلا۔ آپ نے بھی تعجب سے فرمایا ایسے باکمال بزرگ کا یہ حال ایک شخص جو مسجد کا امام تھا۔ اس نے یہ سن کر آنحضرت سے کہا آپ ایسا خیال نہ کریں انجام کا حال کس کو معلوم ہے۔ آپ کو بھی وہ وقت درپیش ہے۔ اس کی طرف دیکھ کر فرمایا اے ملا نہ گوش ہوش سے سُن اور یاد رکھ۔ انشاء اللہ یہ فقیر قادری عین حالت نزع میں ذکر کلمہ طیبہ زبان پر جاری رکھے گا۔ چنانچہ وقت رحلت امام مسجد کو طلب فرمایا اور ذکر کلمہ طیبہ زبان پر جاری تھا۔ فرمایا سنو کلمہ صحیح ہے۔ کچھ غلطی تو نہیں۔ وہ شخص روبرو بیٹھ کر زار وزار گریہ کرنے لگا اور معافی طلب کی۔ آخر ذکر کرتے کرتے اس کی موجودگی میں جان بحق تسلیم کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آنحضرت نے بحالت حیات متصل چاہ زیر درخت بلاہ مقبرہ کے واسطے جو موقعہ پسند کیا ہوا تھا اور آپ کی نشست گاہ تھی اسی جگہ جسم اطہر کو دفن کیا گیا۔ لیکن چند مدت کے بعد سید نور شاہ صاحب نے جو آنحضرت کے داماد تھے۔ بسبب خوف میاں مہر بخش صاحب صندوق مبارک نعش کو نکال کر قریب اپنے مسکن کے دفن کیا اور پختہ گنبد تعمیر کرایا اور جائے مدفن اول پر بھی پختہ نشان قائم کرا دیا۔ زائرین کا کثرت سے ہجوم رہتا ہے تاہنوز حضرت سید نور شاہ صاحب کی اولاد میں سلسلہ سجادگی چلا آتا ہے۔ خداوند تعالیٰ برکات روحانی کا چشمہ جاری رکھے۔ آمین

در ذکر ہمدم نسیم وصال محرم حریم جلال حضرت پیر

بابا بدوح شاہ ابدال قدس سرہٗ

حقائق و معارف آگاہ ولایت و کرامت دستگاہ قطب الاقطاب شیخ المشائخ حضرت پیر بدوح شاہ صاحب قدس سرہ سجادہ نشین پلیر شریف اہل ولایت میں آپ کا بلند مقام تھا معاصرین اہل باطن تمام آنحضرت کے روبرو تعظیم سے

سرخم کر لیتے۔ آپ کے حلقہ مریدان سے کامل اکمل اہل ولایت پیدا ہوئے۔
خصوصاً حضرت جناب صاحبزادہ سید محمد قدس سرہ سجادہ نشین چکڑالی شریف اور
حضرت عالیجناب پیر سائیں غلام محمد قدس سرہ سجادہ نشین پلیر شریف بھی آنخضرت
کے حلقہ مریدان میں داخل تھے۔ ہر دو حضرات کا ذکر کسی قدر اجمالاً لکھا جا چکا
ہے۔ آنخضرت کو حضرت پیر بگا شیر سے تعلق مریدی تھا۔ عہد طفولیت میں والد
بزرگوار کے ہمراہ قصبہ چوکھ میں حضرت حاجی صاحب کی زیارت کے واسطے حاضر
ہوا کرتے آپ کی مسکن پلیر شریف نے قصبہ چوکھ ایک فرسنگ سے کسی قدر زیادہ
مسافت پر ہے۔ حضرت حاجی صاحب کی نگاہ میں آنخضرت کے حرکات سکنات
نہایت موزوں دکھائی دیں۔ سعادت کا ستارہ پیشانی سے درخشاں تھا۔ پیر طریقت
کی توجہ اور نظر شفقت سے آپ کا دل گرما گیا۔ پیر کی محبت اور ارادت پیدا ہوگئی۔
اور متعلقین کا خیال دل سے محو ہو گیا حضرت کی خدمت میں سرگرم رہا کرتے اور
مسجد کی خبر گیری کا بار بھی آپ کے ذمہ تھا شب و روز صوم صلوٰۃ کی پابندی میں
سرمو فرق نہ آتا۔ مجلس عوام سے الگ رہ کر مراقبہ میں رہا کرتے بہت خاموشی
گزین تھے حضرت بگا شیر نے آنخضرت کی خدمات اور اطوار آداب پر دلشاد ہو کر
زمرہ اصحاب سے اول آپ کو شرف بیعت سے مشرف فرما کر فیض روحانی سے دل
کو منور کر دیا۔ حصول نعمت برکات پیری میں سب رفقا سے سبقت حاصل کی۔
آغاز عہد شباب میں ہی گروہ ابدال میں شامل ہو گئے۔ بعض اوقات خود بخود اس
قسم کی تقریر شروع کر دیتے۔ جس کو سامعین میں سے کوئی سمجھ نہ سکتا بعض نادان
آپ کو مجنون کہنے لگے۔

ایں محال است و خیال اے نکتہ دان　　کہ جنون باید رہے با عقل کل
سایۂ پر حقیر پشۂ کے شود در گردن خورشید غل

مٹی کے مٹکے پانی سے بھر کر صحن مسجد میں وضو کے واسطے جمع رکھا

کرتے۔ ایک روز مسجد میں ناگاہ بآواز بلند ندا کی اور فرمایا۔ دیکھو حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معہ اصحاب کبار بحالت سواری تشریف لاتے ہیں یہ فرما کر مٹکے پانی کے اٹھا کر مسجد کے باہر سرراہ آبپاشی کرتے جاتے اور جھک جھک کر الصلوٰۃ والسلام پکارتے حتی کہ تمام مٹکے پانی سے خالی کر دیئے۔ اس قسم کی حرکات سے ظاہر بین آپ کی ذات کو جنون سے منسوب کرتے رہے۔

کرامت: ایک مرتبہ ایک صحن خانہ میں بیٹھے تھے۔ قریب تر آپ کے ایک مرغی بچوں کے ساتھ دانہ کھا رہی تھی۔ اس گھر کی بی بی کسی مطلب کے واسطے دوسرے گھر میں گئی جاتے وقت آپ سے کہہ گئی میاں جی مرغی اور بچوں کی حفاظت کرنا۔ آنحضرت کی موجودگی میں ناگاہ ہوا سے ایک چیل پرواز کرتی ہوئی آئی مرغی کا ایک بچہ پکڑ کر اڑ گئی۔ آنحضرت نے دیکھ کر چوبدستی جو ہاتھ میں تھی اس کو ہوا کی طرف پھینک کر فرمایا چیل کو پکڑ لے معا چوبدستی اڑ کر چیل کی گردن سے لپک گئی جس سے معہ بچہ سالم وہ گرفتار ملزم کی شکل زمین پر گری۔ آپ اسکی طرف بیٹھے دیکھ رہے ہیں بچہ مرغی کے ساتھ ہے اور چیل زمین پر زندہ دہشت زدہ پڑی ہے۔ گھر والی بی بی جب واپس آئی۔ کرگس کو صحن میں دیکھ کر آنحضرت سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا تمہاری امانت میں اس نے خیانت کا اقدام کیا تھا اس کی سزا میں گرفتار ہے۔ آخر اس پر رحم آیا۔ ہنس کر فرمایا۔ اڑ جا اسی وقت صحیح وسالم پرواز کر گئی۔

مثنوی

اولیا را ہست قدرت از الٰہ تیر جستہ باز گرد اند ز راہ

مسجد کی خدمت تمام آپ کے ذمہ تھی۔ یہاں تک کہ چراغ شام بھی آپ ہی جلایا کرتے ایک روز مغرب کا وقت تھا اور حسب معمول اس وقت تک

چراغ روشن نہ ہوا۔ علاوہ دیگر نمازیوں کے جناب حاجی بگا شیر بھی مسجد میں موجود تھے کسی آدمی نے متعجب ہوکر کہا خبر نہیں آج میاں بدوح صاحب کہاں چلے گئے ابھی تک مسجد کا چراغ بھی روشن نہیں ہوا۔ فرمایا میاں بدوح بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر پرواز کرتا ہوا آبادی کشمیر کی سیر کر رہا ہے۔ واپسی کا رخ کیا تھا کہ موذن جامع مسجد کشمیر نے مغرب کی اذان شروع کر دی کلمات اذان کی تعظیم کے واسطے اس طرف متوجہ ہوکر سن رہا ہے اذان ختم ہوئی اور وہ آیا وہی آ کر اپنا کام کریگا ادھر یہ تذکرہ ختم ہو چکا ادھر میاں صاحب نے بھی تشریف لا کر اپنا کام بر موقعہ کر دیا۔

ایک رات قصبہ میر پور کے کوچوں میں گشت کرتے ہوئے ایک مرد کو نامحرم عورت سے بغل گیر دیکھا آپ کو دیکھ کر مرد روپوش ہوگیا عورت ندامت سے سر جھکا کر روبدیوار کھڑی ہوگئی۔ آنحضرت کو اس کی ناکامی اور شرمساری پر رحم آ گیا اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ بندہ کو لازم ہے کہ ہر حال میں یار کو فراموش نہ کرے۔ آنحضرت کی تاثیر کلام سے اس عورت کا قلب جاری ہوگیا اس کے سینہ سے کلمہ طیبہ کی آواز سنائی دینے لگی حق تعالیٰ نے اس کو توفیق توبہ بخشی عبادت اور ریاضت کا شغل اختیار کیا اور تادم واپسیں اسی حالت پر ثابت قدم رہ کر جان عزیز جہان آفرین کے سپرد کی۔ الھم اغفلہٗ

آنحضرت کے کمالات اور کرامات کا دور دور تک جب شہرہ ہوگیا عالم و جاہل حاکم و محکوم سب زیارت اور قدم بوسی کے واسطے حاضر ہوتے اور دعا سے استمداد کرتے یہ حال دیکھ کر ایک سید زادہ کو رشک پیدا ہوا اور روز بروز ترقی کرتا گیا ایک رات آنحضرت کے قتل کے ارادہ پر تیز خنجر لے کر آپ کی خلوت گاہ پر آیا۔ آنحضرت بنور باطن اس سے مطلع ہوکر اس کے روبرو اٹھ کر زمین پر دراز ہوگئے اور فرمایا میرا سر حاضر ہے بیدریغ بیخوف وخطر اپنا کام کرو۔ ہماری طرف

سے کوئی حرکت مانع نہ ہوگی۔ اگر تمہارا خنجر ہی کارگر نہ ہو تو ہمارا قصور نہیں۔ اس کا سنگدل اس کلام سے بھی نرم نہ ہوا۔ مستعدی سے اس حلق مبارک پر تیز خنجر کو چلانا شروع کیا ہر چند زور لگایا لیکن حق تعالیٰ کے فضل سے اس مقبول بارگاہ کے حلق مبارک پر خراش تک نہ آیا قاتل شرمسار ہو کر چلا گیا۔ جب اپنی سکونت گاہ پر آیا ایک مرض ہائیل میں گرفتار ہوگیا۔ مرض فالج سے نیم مردہ ہو کر بستر مرگ پر گر گیا آشنا لوگ بیمار پرسی کے واسطے جاتے پرسش حال کرتے زبان میں لکنت کی وجہ سے کچھ بیان نہ کر سکتا۔ جب آنحضرت کو اس کی بیماری کا حال معلوم ہوا ایک دوائی تیار کروا کر اسکی بیمار پرسی کے واسطے تشریف لائے اور باصرار وہ دوائی استعمال کرائی اور دم بھی کیا۔ شافی مطلق نے حضرت کی توجہ سے اس کو شفا بخشی استغفار معافی طلب کی اور حلقہ مریداں میں داخل ہوگیا۔

کرامت: ایک روز آنحضرت کا میرپور کی طرف گزر ہوا۔ بہت آدمی عالی رتبہ آپ کے ہمراہ جا رہے تھے ایک سید زادہ سجادہ نشین مزار شریف پیر بہاون شاہ قدس سرہٗ ولی میرپوری نے دیکھ کر خیال کیا کہ میں سید زادہ اور صاحب سجادہ ہوں اس قدر ہجوم مریدان معتقدین کا مجھ کو میسر نہیں ہے اور اس مرد کی طرف ایک عام خلقت کا رجوع ہے آنحضرت اس کے خضور خاطر سے از راہ کشف واقف ہو کر راہ چلتے ہوئے واپس ہو کر ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے سید زادہ شاہان اور راجگان جب عقد نکاح میں شادی کرتے ہیں ان کی عروس کے ہمراہ کنیزیں بھی آتی ہیں۔ اس وقت شوہر کی مرضی ہو کہ بجائے عروس کے کسی کنیز سے اختلاط کرے تو اس کو اختیار ہے اس پر اگر کسی کو رشک ہو تو فرمایا ہوش سے سنو صرف مسند سجادگی پر بیٹھ کر تم پیر بہاون شاہ نہیں بن سکتے ہو۔ جب ان کے کمالات حاصل نہ ہوں تب تک ایک جسد بے روح کی مثل ہو مستحق سجادگی وہی شخص ہو سکتا ہے جس میں صاحب سجادہ کے اوصاف موجود ہوں۔

دلاتا بزرگی نیاری بدست بجائے بزرگان نباید نشست

یہ ارشاد فرما کر واپس تشریف لے گئے سجادہ نشین صاحب آنحضرت کے عتاب آمیز فرمان سے متاثر ہو گئے۔ دل میں عزم مصمم کرکے زہد و مجاہدہ کا شغل اختیار کیا یاد حق میں گوشہ تنہائی میں رہنے لگے۔ آپ کا وجود اخیر دم تک زینت بخش سجادگی رہا۔

آنحضرت کے مریدوں میں سے ایک شخص جن کا اصلی نام معلوم نہیں مستانہ مشہور تھے اکثر اوقات ویرانوں، جنگلوں میں تنہا گشت لگایا کرتے۔ کاروبار خانگی سے لاپروا ہو گئے۔ ان کی والدہ نے حضرت حاجی بگا شیر سے اس امر کی شکایت کی میں ضعیفہ ناتواں ہوں۔ میرا فرزند جوان حضرت پیر بدوح شاہ کی مریدی میں دیوانہ ہوگیا ہے۔ محتاج والدہ کی خبر گیری کے علاوہ اپنے تن بدن سے بھی بے خبر ہے حضرت حاجی صاحب نے ایک خادم بھیج کر مستانہ کو طلب فرما کر پہلے غسل کرایا اور قریب اپنے بٹھلا کر کچھ دم کیا اور توجہ کی جس سے مستانہ معا ہوشیار ہوگیا۔ آنحضرت کے روبرو شرمگین ہو کر بدن پر کپڑا سنبھالنے لگا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا چلا جا والدہ کی فرمانبرداری اور حق درست ادا کر والدہ کی اجازت لے کر پیر کی طرف جانا اور حضرت بدوح شاہ صاحب کو بھی بطور عتاب فرمایا مرید کے ظرف اور حوصلہ کے مطابق توجہ دینا چاہیے یہ نعمت ارزاں نہیں ہے۔ حضرت بابا صاحب نے حضرت پیر کے عتاب کی تاب نہ لا کر وطن سے ہجرت کی اور عہد کر لیا جب تک مرشد حیات ہیں وطن کی طرف رخ نہ کریں گے۔ قریباً ۱۳ سال تک آپ کا کسی کو پتہ نہ ملا حضرت حاجی بگا شیر کی رحلت کے بعد وطن کو معاودت فرمائی۔ دوران سفر میں آپ کو حیرت انگیز واقعات در پیش آئے۔ ریاضت اور مجاہدات کا اطمینان سے موقعہ ملا۔ مکاشفات اور مشاہدات روحانی میں ترقی ہو کر حجاب کلی رفع ہوگیا دوران سیاحت میں بمقام سوہدرہ ضلع سیالکوٹ میں گزر ہوا

وہاں مستان شاہ مجذوب سے ملاقات کی وہ صاحب حال بلند مقام کامل ولی تھے۔ بہت چرس پیا کرتے تھے۔ حضرت بابا صاحب نے ایک مسجد میں قیام فرمایا اور اس کی جاروب کشی کیا کرتے لیکن ہر روز مستان شاہ کے پاس بھی تشریف لایا کرتے۔ اپنے ہاتھ سے چرس ملکر حقہ میں آگ رکھ کر ان کو پلاتے اور بھی ان کی خدمت کرتے۔ اس طرح چند سال تک یہی طریقہ اختیار کیا ایک روز مستان شاہ صاحب نے بہت خوش ہو کر فرمایا مانگ جو مجھ سے مانگتا ہے اس وقت ہاتھ میں ان کے واسطے چرس مل رہے تھے۔ سن کر چرس پھینکدی اور فرمایا کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ میں کسی طلب کی خاطر تیری خدمت کر رہا ہوں۔ ایسا نہیں بلکہ تجھ کو خدا کا دوست سمجھ کر خدمت کرتا ہوں۔ ورنہ تجھ سے کسی مطلب بر آری کی مجھ کو حاجت نہیں ہے۔ یہ فرما کر چل دیئے دوبارہ ادھر کا رخ نہ کیا۔

مثنوی از مؤلف

بلبلم در آشیان بوستان	دوست دارم دوستانِ دوستان
دوستِ خود را بجان بگزیدہ ام	دوستانش را بہ از خود دیدہ ام
دوست شد در دل زصد جانم عزیز	دوستان او عزیز انند نیز
زاں شدم در پیش ہر یارے غلام	کہ شود خوشنود از من خوشخرام
ورنہ حاجت نیست باہر یک مرا	یار من حاجت روا بیشک مرا
گر بہر موئے بود حاجات ما	بس بود آں دلربا حاجتؔ روا
خدمتش چوں کار مریدان ہش است	حاجت من خدمتِ یار خوش است
خدمتِ او خدمتِ یار انش ہم	روزی ما باد یا رب دمبرم

جب مہاراجہ رنجیت سنگھ والی پنجاب نے علاقہ یار پر فوج کشی کی وہاں ایک مرد با خدا خورد سال بچوں کو جمع کر کے ان کو شیرینی تقسیم کرتا اور ان کی زبان

سے یہ فقرا کہلواتا کہ رنجیت سنگھ یہاں نہیں آ سکتا اور یہ بھی آواز سے پکارتے کہ رنجیت سنگھ دور ہو جا۔ وہ مرد ولی اللہ جس کو اس علاقہ کی محافظت کا منصب باطن میں حاصل تھا تاہم اس نے طفلاں بے گناہ کی زبان سے دعائیہ کلمات کو حصول مدعا کا ذریعہ قرار دیا۔ اسی عمل کی برکت سے مہاراجہ چند مرتبہ جا کر ناکام واپس آیا آخر کسی اہل دل نے مہاراجہ کو آنحضرت کا نشان بتلایا اور کہا کہ آنحضرت کی امداد سے یہ عقدہ کشائی ہوگی۔ مہاراجہ خود معہ چند معزز مقربان کے بڑی ارادت سے آیا اور زر کثیر معہ تحائف پارچات پشمینہ پیش کش کیا اور حصول مطلب کے واسطے استمداد کی آپ نے بہت خوش ہو کر مہاراجہ کو فرمایا تمہاری فتح ہوگی یہ سن کر مہاراجہ نے فرحت سے واپس آ کر علاقہ بار پھر فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ آنحضرت نے روانگی افواج سے اول ہی ایک خادم کو اس مرد محافظ کی خدمت میں بھیج کر یہ پیغام دیا کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ اس مرتبہ فوج لے کر آتا ہے اور وہ تمہارا علاقہ تمام اس کے تحت وتصرف میں دے دیا گیا ہے تمہاری کوئی کوشش اس کے برخلاف کارگر نہ ہوگی۔ الغرض مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فوج نے جاتے ہی آسانی سے تمام علاقہ پر تسلط قائم کر لیا۔ (مولائی روم) ؎

گفتہ او گفتہ اللہ بود ‏ ‏ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

عرصہ دراز تک پشاور اور اس کے نواح میں درویشانہ طرز سے محنت اور مشقت اختیار کی اور ظلم وجور ناواقف لوگوں سے برداشت کرتے رہے۔ تمام دن مشقت اور دست رنج سے جو کچھ ہاتھ آتا براہ خدا ایثار کر دیا کرتے اور تمام رات گوشہ تنہائی میں یاد حق اور عبادت میں مشغول رہتے اس علاقہ میں ایک قسم روئیدگی جس کو ہندی زبان میں موہکڑی کہتے ہیں۔ خودرو زمین میں پیدا ہوتی ہے۔ جنگل سے جمع کر کے بازار پشاور میں لا کر فروخت کیا کرتے جو کچھ ملتا لے کر روغن سیاہ خرید کر مسجد میں چراغ جلایا کرتے یا اور کسی محتاج کو دے دیتے۔ ہر حالت میں

مسکن پیر کی طرف ادب سے پشت نہ کیا کرتے۔

مثنوی از مؤلف

قبلہ من کوئے جانا نست و بس　　پشت سوئے قبلہ نقصان است و بس

کے بدیں عاشقان باشد روا　　پشت گردانم بسوئے پیشوا

مساجد میں وضو کے واسطے پانی جمع کر دیتے مسجد میں جاروب کشی غسلخانہ اور طہارت خانہ کی صفائی بھی کرتے۔ زیارت مقابر صالحین پر بعد فاتحہ خوانی خدمت جاروب کشی دلی ارادت سے انجام دیا کرتے۔

ایک روز یاران طریقت کے حلقہ میں مجلس آرا تھے۔ ایک شخص نے درمیان گفتگو ذکر کیا۔ حضرت خواجہ فرید گنج شکر قدس سرہ کا کس قدر فیضان جاری تھا کہ فرمایا جو میرے دروازہ سے گزرے گا وہ اہل جنت ہوگا۔ آپ نے یہ کلام سن کر ایک طرف دیکھا قریب تر ایک جولاہا اپنی تانی کا سوت ریسماں سے باندھ کر ایک برش کلاں سے صاف کر رہا تھا۔ آنحضرت نے سرعت سے اٹھ کر تانی کو پکڑ کر اٹھایا اور بآواز بلند مکرر فرمایا جو شخص اس کے نیچے سے گزرے گا وہ جنتی ہوگا۔ تا دیر اس کو اٹھائے رکھا ہر ایک صادق الیقین زیرین تانی گزرتے رہے جب سب گزر چکے اس وقت آپ نے ہاتھ سے چھوڑا۔ بدیں لحاظ مؤلف کا دستور ہے جس جگہ کوئی تانی اس وجہ سے دیکھتا ہے اس کے زیر ہو کر گزرتا ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ و بطفیل پیران عظام قدس اسرارہم دخول جنت نصیب ہو۔ آمین

ایک روز شہر پشاور میں ایک کوچہ سے بحالت استغراق اور محویت چلے جا رہے تھے۔ ناگاہ اژدہام خلقت کا شور اٹھا لوگ دوڑتے بھاگتے۔ افتاں و خیزاں ہو کر گھروں میں داخل ہو کر دروازے بند کرتے ہیں معلوم ہوا ایک فیل سلطانی زنجیر توڑ کر شہر میں آ گیا ہے۔ یہ فیل خونی مشہور ہلاکت انسانی کا خوگر تھا۔ تمام

آدمی اپنی جائے پناہ میں جا کر مطمئن ہو گئے لیکن آنحضرت بیخودی اور محویت کی حالت میں بے پرواہ چلے جا رہے ہیں۔ اکثر خلقت کا ہجوم سقف خانہ سے نظارہ کر رہا تھا۔ ناگاہ وہ پیل دباں سیدھا آنحضرت کی طرف آیا دیکھ کر آپ کھڑے ہو گئے فیل آ کر دوزانو روبرو آپ کی زمین پر بیٹھ گیا اور ادب سے آنکھ اور سر کو نیچے کر لیا۔ جب آنحضرت آگے چلے وہ فیل بھی اٹھ کر چلا گیا پشاور اور اس کے اطراف میں اس کرامت کی شہرت ہو گئی ہندو مسلمان آنحضرت کی زیارت اور قدم بوسی کرتے زن و مرد کا ہجوم گرد رہتا۔ حکام وقت تک مطیع ہو گئے۔ بوجہ ہجوم خلق اوقات عبادت میں جب خلل آتا دیکھا خفیہ ایک رات کو سفر اختیار فرمایا۔ دوبارہ پشاور کی طرف رجوع نہ کیا۔ شیخ سعدی ؎

توہم گردن از حکم داور مپیچ   کہ گردن نہ پیچید ز حکم تو ہیچ

ایک مرتبہ علاقہ کوہستان میں بوقت شام ایک چھوٹے سے موضع میں آپ کا گذر ہوا وہاں رات کو شیر و پلنگ وغیرہ درندگان جانور آبادی میں آجاتے لوگ مال و مویشی اور جان کی حفاظت میں خطرناک رہا کرتے۔ بعض آدمیوں نے آپ کو ڈرایا اور باصرار وہاں سے چلے جانے کی تاکید کی۔ آپ نے دریافت فرمایا کس طرف سے ان کی آمد کا خطرہ ہے جس طرف لوگوں نے اشارہ کیا آنحضرت نے بھی اسی طرف آبادی سے فاصلہ پر نکل کر سر راہ بستر جمالیا۔ بعد فراغت نماز بآرام زمین پر دراز ہو گئے لوگوں نے آپ کو دیوانہ خیال کیا اور آنحضرت کی جان پر تاسف کرتے ہوئے گھروں میں داخل ہو کر دروازے بند کر لئے۔ جب رات کی تاریکی سے اندھیرا چھا گیا درندگان مثل شیر و پلنگ کی آمد شروع ہو گئی۔ جو آتا آنحضرت کے پا مبارک کو بوسہ دیتا اور چلا جاتا۔ آپ بے خطر تمام رات صبح تک وہاں پڑے رہے۔ صبح کو جب مردمان دہ نے آنحضرت کو خوش و خرّم دیکھا۔ تعظیم سے قدم بوسی کرنے لگے اور آپ سے اس بلا سے نجات کے واسطے دعا سے امداد

طلب کی فرمایا خداتم کو ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ اس روز سے آنحضرت کی دعا سے ان لوگوں کے مال و جان کو خدا نے حفاظت میں رکھا۔

نظم از مؤلف

دام و دد شیر و پلنگ و اژدھا سرنگوں باشند با مرد خدا
باعوام الناس گر درندہ اند لیک با حُب محبان زندہ اند
غیر حق را کے بود یا رائے آں کہ زند خارے بپائے دوستاں
گرنہد گاے بکامِ اژدھا کام ناکامش نہد سر زیر پا
قیس مجنوں را ہمہ درندگاں روز و شب بودند ہمچوں بندگاں
شیر مرکب بُد بہاء الشیر را رام درندہ شہِ اجمیر را
بردرِ غازی قلندر پیر شاہ شیر ہر شب آمدے جستے پناہ

جب خطہ کشمیر پر افغان حکمران تھے ان کی جور و تعدی سے رعایائے کشمیر نالاں تھی۔ معمولی خفیف جرائم کی پاداش میں بھی سزائے موت کے احکام صادر ہوتے۔ آنحضرت نے اسی زمانہ میں سیر کشمیر کا عزم کیا۔ جب اس نواح میں گزر ہوا مردمان شہر اور دیہات کو پژمردہ پایا۔ روزمرہ دو چار آدمیوں کو دار پر لٹکایا جاتا تھا۔ آپ کے دل میں مخلوق خدا پر رحم غالب تھا۔ خیال کیا کہ ہم کیا ہمدردی کر سکتے ہیں ایک روز علی الصبح شہر سے نکل کر زیر دار آ کر ڈیرا لگایا دل میں عہد کر لیا جس مجرم کو سزا کے واسطے لایا جائے گا میں اس کا فدیہ اپنی جان دے دوں گا۔ بجائے اس کے خود سزائے موت اختیار کروں گا قریباً ایک ماہ تک اسی جگہ شب و روز قیام کیا لیکن کوئی آنحضرت کی برکت سے مجرم سزا موت کے واسطے نہ لایا گیا۔

جب مہاراجہ رنجیب سنگھ نے تسخیر کشمیر کا عزم کیا۔ وقت روانگی چند

معتبران کو معہ تحائف آنحضرت کی خدمت میں روانہ فرمایا اور امداد طلب کی
مہاراجہ نے صدہا سواران و پیادگان کو ہمراہ لے کر افغانوں کے مقابلہ میں نبرد
آزمائی کی۔ لیکن پنجاب میں مختلف قسم کی ہر روز افواہیں اڑتی تھیں ایک روز
مریدان خادمان آنحضرت کے مجمع میں بھی یہ تذکرہ ہوا کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو
افغانوں نے گرفتار کر لیا ہے اور اس کی تمام فوج قتل یا گرفتار کر لی گئی ہے۔ اس
مجلس میں آنحضرت کے خلیفہ ارشد حضرت جناب سر دفتر کاملین صاحبزادہ سید محمد
عرف سرکار قدس سرہ بھی موجود تھے آپ نے فرمایا ذرا صبر کرو اگر راست خبر
جنگ سننا چاہتے ہو تو تم کو ایک آسان تدبیر بتائے دیتے ہیں۔ جس سے درست
پتہ چل جائے گا۔ بابا صاحب ابھی تشریف لاتے ہیں آپ کے روبرو مناسب
طریق سے یہی تذکرہ کیا جائے اور عام طور پر لوگوں کی زبان سے مشہور افواہ
ہے وہ بھی آپ کے گوش گزار کی جائے۔ جب یہ مشورہ باہم قرار پا چکا۔ دور
سے آنحضرت تشریف لاتے ہوئے دیکھ کر تمام حاضرین تعظیم کے واسطے اٹھے
آپ جب بیٹھ چکے تو ایک خادم نے عرض کیا۔ یا حضرت سنا گیا ہے یہ فقرہ سائل
کی زبان سے نکل ہی رہا تھا کہ فرمایا خاموش رہو۔ تجھ کو کسی نے یہ تعلیم دی ہے۔
سنو مہاراجہ رنجیت سنگھ کشمیر کو تہ و بالا کرتا ہوا فتحیاب ہو کر اس وقت محلہ سیر گڑھی
میں مسرور شادان موجود ہے یہ فرمان سن کر سب کے شکوک رفع ہو گئے اس زمانہ
سے آج تک اسی حکومت کا تسلسل جاری ہے سچ ہے ظالم کی بنیاد حکومت کا
استحکام غیر ممکن ہے۔

آغاز موسم بہار میں زمینداران سرسوں کاشت کرتے ہیں بر موقعہ اس کا
زرد رنگ پھول نہایت خوشنما ہوتا ہے۔ ہر جگہ اسی کی وجہ سے بسنت کا شاندار میلہ
لگتا ہے اکثر لوگ اس کے نرم نرم شاخوں کو فصلوں سے اکھاڑ کر گھروں میں
ترکاری پکا کر لوازمہ نان استعمال کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کی زمین سے بالا

اجازت مالک سے بھی اکھاڑ کر لے جاتے ہیں۔ قریب موضع بیام کنارہ دریائے جہلم میں ایک سال فصل سرسوں نہایت خوشنما بہار بسنت دکھلا رہا تھا۔ آنحضرت کا اس طرف گزر ہوا۔ آپ نے دیکھا لڑکے اور لڑکیاں، غربا مساکین وہاں سے ساگ ترکاری جمع کر رہے ہیں۔ آنحضرت نے بھی ان کی امداد کی خاطر فصل سے ساگ جمع کرنا شروع کیا اتنے میں ایک عورت بدخو اُس زمین کی وارث آنحضرت کو دور سے دیکھ کر کرگس کی طرح آ کر جھپٹ پڑی اور بے ادبانہ کلمات زبان سے جاری کیے۔ آنحضرت نے سن کر اس کے روبرو دامن پھیلا کر نہایت حلیمی سے فرمایا تمہاری ملکیت کی چیز حاضر ہے۔ اس کو اٹھا لے اور کچھ نہ کہو۔ اس عورت نے آپ کے دامن میں ہاتھ ڈالکر جب وہ ساگ لے لیا اس وقت آنحضرت نے فرمایا دو روز میں یہ تمام کاشت شدہ فصل تیرا سواران افواج کے گھوڑوں سے پامال ہوگا۔ ایک دانہ بھی اس کا تیرے یا تیری اولاد کے کام نہ آئے گا اور یہ زمین بھی تیری ملکیت سے خارج ہوگی اور فصل سرسوں ہرگز آئندہ بھی اس زمیں میں بار آور نہ ہوگا۔ تیسرے روز بے شمار فوج سکھوں کی ہزارہ کی طرف سے ہزیمت خوردہ فرار ہو کر اس نواح میں آئی اور تمام فصلوں کو بیحد نقصان پہنچا تین روز تک ان کا قیام رہا جس سے وہ فصل سرسوں بھی پامال ہو کر بے نشان ہوگیا۔ ایک روز ایک ارادتمند کسی دور جگہ سے آنحضرت کی ملاقات کی خاطر آیا رات کو بعد تناول طعام خوابگاہ میں قریب اپنے اس کا بستر شبخوابی بچھایا۔ مہمان کی دلجوئی کی وجہ سے تمام رات اس کے پاس رہے کسی نے متعلقین میں سے غلطی سے اس مکان کو باہر سے زنجیر لگا دیا صبح کو معلوم ہوا کہ آنحضرت معہ مہمان اس مکان میں شب باش تھے۔ یہ سن کر جس نے زنجیر دروازہ کو لگایا تھا ڈرا اور جلدی سے دوڑتا ہوا آیا تاکہ دروازہ کا زنجیر کھول دے دیکھا تو آنحضرت مہمان کو رخصت کر کے واپس تشریف لا رہے ہیں اور زنجیر دروازہ کا بدستور لگا ہوا ہے۔ یہ خاصہ

ابدالال ہے۔

ابتدائے حال میں جب آپ کو شوق الٰہی دامنگیر ہوا۔ جھنگ سیال کی وادیوں میں دورہ کرتے کرتے میاں رانجھا کی معشوقہ بی بی ہیر کی مزار پر گزر ہوا۔ فرمایا کرتے جس کو خشک زہد سے گزر کر چاشنی عشق کی تمنا ہو وہ بی بی ہیر سیال کی قبر سے استفادہ کرے۔ بموجب فرمان حضرت دادا پیر مؤلف تذکرہ مقیمی نے بزرگان سیال شریف کی زیارت سے شرفیاب ہو کر بی بی ہیر کے مزار مقدس سے بھی بہرہ حاصل کیا۔

ایک مرتبہ نواحات امرتسر کا دورہ کرتے ہوئے دربار صاحب سنگھال پر گئے پابرہنہ تھے ایک آدمی نے اندر جانے سے روک دیا۔ ہٹ کر ایک جگہ بیٹھ گئے ناگاہ ایک برقع پوش بی بی آئی اس نے آپ کو پاپوش جدید پہنا دیا بعد اس کے آپ نے اندر جا کر سکھوں کی مجلس میں بیٹھ کر کتھا کی سماعت کی۔ جب اٹھ کر باہر تشریف لائے تو کوئی پاپوش آپ کا چرا کر لے گیا تھا۔ جب دوسرے روز وہاں آئے وہی بی بی بدستور سابق ایک اور پاپوش پہنا کر چلی گئی۔ آپ سکھوں کی مجلس میں شریک ہو گئے۔ وقت واپسی پاپوش کا خیال ہی نہ رہا پابرہنہ ہی چلے گئے۔ تیسرے روز بھی وہی روپوش بی بی پاپوش لائی اور پہنا کر چلی گئی۔ چند ہفتے تک یہی دستور رہا۔ ہر روز وہ ایک پاپوش جدید لا کر آنحضرت کو پہنا کر چلی جاتی رہی۔ اس عرصہ میں اس مستورہ نے اپنے چہرہ سے نقاب نہ اٹھایا اور نہ ہی کوئی زبان سے کلام کیا اس کا نام ونشان کچھ معلوم نہ ہوا۔ فرمایا کرتے لاریب وہ عفیفہ صاحب کشف وکرامات جماعت اہل ولایت کی فرد تھی۔

آنحضرت کا ہمیشہ دستور تھا جب طعام تناول فرمایا کرتے جب کسی سائل کی آواز کان میں آئی اسی وقت سب طعام سائل کو دیدیا کرتے اور خود گرسنگی اختیار کرتے۔

مثنوی از مؤلف

اہل دلاں قوتِ محبت کنند ہرچہ بود صرف مروّت کنند

ہرچہ کند مردِ خدا حکمت است در تہِ اضداد جدا حکمت است

گر کند اساک سخا کاری است خفتنِ اوعین زبیداری است

گر شکند کشتی بے مانگاں سود درد ہست میں رائگاں

آنحضرت کی ریاضت مجاہدہ اور نفس کشی کی حکائیات بیشمار ہیں جو آپ کے خدام اور مریدان صادق الیقین کے چشم دید واقعات مشہور ہیں۔ مؤلف کتاب نے مشت نمونہ خروارے پر اکتفا کیا ورنہ ان کے واسطے یہ دفتر کافی نہ تھا۔ سبحان اللہ حضرت غازی قلندر پیر دمڑیوالہ کے سلسلہ مریدان میں بڑی کامل اکمل اہل ولایت پیدا ہوئے۔ غازی قلندر کا فیضان باطن قیامت تک ارادت مندوں کے واسطے برابر جاری رہیگا۔ چنانچہ غازی قلندر کا فرمان ہے۔

جیوں جیوں روز قیامت نیڑے میری رونق ہوگ اوتیرے

طالبان ذوق قلبی اگر چار روز جمعرات متواتر باوضو حضرت پیر غازی قلندر کے مزار پر حاضر ہو کر فاتحہ خوانی کے بعد درود پڑھ کر کسی سورۃ قرآن شریف کی تلاوت کریں اور اس کا ثواب پیران سلسلہ کو پہنچا کر حضرت غازی قلندر پیر دمڑی والا کو اس کا ثواب نذر کریں گے تو جلد کشائش قلبی پیدا ہوگی اور حصولِ مطالب دنیاوی کے واسطے بھی مجرب ہے۔

والسلام، فقط

در منقبت اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہ ابن ابی طالب
از نتائج طبع خاکسار ملک محمد قادری قلندری از جہلم

مثالِ شمسِ نورانی امیر المؤمنین حیدر | مہِ اوج خدا دانی امیر المومنین حیدر
مدینہ علم رابابی شکستی باب خیبر را | کلید گنج عرفانی امیر المومنین حیدر
بسرت بر مثال حضرت خیر البشر بودے | بصورت ماہ کنعانی امیر المومنین حیدر
سلاسل اولیائے حق زتو خواہندوئے یابند | زباطن فیض روحانی امیر المومنین حیدر
زلمعہ نود ذات تو دل خاصاں منور شد | تو شمع نور یزدانی امیر المومنین حیدر
جہانی زیر فرمانت بفرما ہرچہ مے خواہی | شہ ملک سلیمانی امیر المومنین حیدر
درِ خیبر چہ گویم چوں پر جبریل بشکستی | شہہٗ ما شیر یزدانی امیر المومنین حیدر
بیا اے مقتدائے ماز تو امداد مے خواہم | جہاں را جان و جانانی امیر المومنین حیدر
شہنشاہ ولایت مظہر عون خدا وندی | بروں از عقل انسانی امیر المومنین حیدر
صفات ذات رامظہر زہے ذات وصفات تو | فنا فی الذات ربانی امیر المومنین حیدر
معارف ہا کہ فرمودی بروں از حد ادراک است | بشہر علم لاثانی امیر المومنین حیدر
توئی در ملکِ جان شاہی سر اقطابِ عالم را | جہانداری جہاں بانی امیر المومنین حیدر
رسول حق ترا آموخت آں رازیکہ دانستی | ہمہ اسرار پنہانی امیر المومنین حیدر
بہر جا در جہاں شاہا ترا زیبد جہانداری | مطیعت جن و انسانی امیر المومنین حیدر
الفت سر برا فرازم فراز مندے عزت | گرم در حضرتت خوانی امیر المومنین حیدر
حاجت زانکہ حال خود بہ پیش تو بیان سازم | ہمی دانم کہ میدانی امیر المومنین حیدر

ملک تشنہ لبے از دست ساقی جام میخواہد
برنگ آب حیوانی امیر المومنین حیدر

ایضاً

راہ نجات ماست دلائے تو یا علی زوج بتول بنت رسولِ خدا علی
اے مظہرِ جلال و جمال کمال علی نورِ خدا و زینتِ ارض و سما علی
اے ناصر و معین بدین محمدیؐ اے بازوئے رسول بروز دعا علی
در اختلاف غیر بحق بو دہ رائے تو ہر رائے تو ثواب بری از خطا علی
مومن نشد ہر آنکہ ندارد دلائے تو مولائے ماست حضرت مشکلکشا علی
مرحب دو نیم شد بسر تیغ مرتضٰی خیبر شکن بباز وئے زور آزما علی
صد بار گفتہ است پیغمبر ثنائے تو نازل بشانِ پاکِ تو شد ہل اتیٰ علی
کرو بیان بشانِ تو در حیرت آمد ند در ذاتِ تست جلوہ ذاتِ خدا علی
اے مظہرِ عجائب انوار ایزدی شاہنشہِ ولایت خیر الوریٰ علی
اسرار ہائے غیب بیا موخت خدا باب علومِ حق بدلت کشت وا علی
یک پایہ ایست عرش زارفع مقامِ تو اے راکب بدوش شہِ انبیاء علی
سیراب شد بجرعہ جامت بیک نفس صد ہمچو خضر تشنۂ آب بقاء علی
شد نسبتم تبوکہ منم قادری شہا صد جانِ مابخاک تو با دا ندا علی
خواہم کہ از عقوبت عقبٰی شود نجات زیرِ حمایت تو بروزِ جزاء علی
مرداں باصفا کہ بمزل رسید داند آں برابذ است دررہ دین مقتدا علی
صبر و قرار رفت ز دل طاقتم نماند ہاں دست من بگیر بیا اے بیا علی

بیچارۂ ملک چہ نویسد ثنائے تو
وصفِ تو گفتہ است نبی لافتا علی

❁

مجلس دیاں کتاباں

کتاب	تفصیل	قیمت
کافیاں شاہ حسینؒ	پہلا مکمل ایڈیشن	40/-
کافیاں شاہ حسینؒ	انگریزی نظم وچ ترجمہ از غلام یعقوب انورؔ	150/-
پنجابی دے صوفی شاعر	ڈاکٹر لاجونتی رام کرشن دے پی ایچ ڈی دے مقالے دا پہلی واری پنجابی وچ ترجمہ	100/-
حقیقت الفقراء	فارسی نظم وچ شاہ حسین دی سوانح عمری ۳۰۰ سال پرانا مسودہ پہلی واری کتابی صورت وچ	100/-
پنجابی زبان تے اوہدا لٹریچر	ڈاکٹر بنارسی داس جین	100/-
کچے گھڑے	باقیؔ صدیقی دیاں پنجابی نظماں	40/-
دوہے بابا فریدؒ	پنجابی دوہے تے اوہناں دا انگریزی وچ ترجمہ از: مقبول الٰہی	100/-
زرِ گل	کشمیری نظماں دا اُردو نظم وچ ترجمہ از: تابش صدیقی	100/-

شاہ حسینؒ دی یاد وچ مضموناں دے تِن مجموعے

۱۹۶۵ ــــــ ۱۹۶۶ ــــــ ۱۹۶۷

مجلس شاہ حسین کٹڑی بابا شانتی ناتھ دو موریہ پُل لاہور 0300-4220524